# ہجرت

زین باجوہ

جینے کی خواہش میں مرنے والوں کی روداد

# فہرست

## پیش لفظ

یہ ناول آپ کی بصیرتوں کی نظر ہے۔جس میں آپ پہچانیں گے اپنے قریب ترین رشتوں کی حقیقت ،معاشرے میں موجود نفرتوں کی جہنم کا نظارہ اور دیکھیں گے اُلفت ،قربانی وفا کی لازوال داستان ۔لیکن اسے پڑھنے کی ہمت تب ہی کیجئیے گا جب آپ کے اندر معاشرے کے ناسوروں کو جاننے کا حوصلہ ہو۔تلخ تجربات کرنے کی طاقت ہو۔۔۔

زین باجوہ

# ہجرت

## باب: ۱

پرندے اپنی پناہگاہوں پر ساکت تھےاور درختوں کے پتوں کی سرسراہٹ تھم چکی تھی گاؤں سے باہر ایک بوسیدہ گھر کی کھڑکی سے باہر جھانکتا وہ لڑکا جومعرکہ خیز جنگ میں شکستِ فاش ہوا تھا
اس جہانِ ناتواں کی شوریدگی سے بھاگنے کی کوشش میں تھا جس نے دردوالم کی ایسی لرزش پیدا کی تھی جوموت کی غنودگی سے بھی نہ مٹنے والی تھی
اس کے باوجود کچھ سوالات جواس کے ذہن میں گردش کررہے تھے کہ
کیسے ہم زندگی کے احسانات تلے دب کراپنی ذات کی دھجیاں بکھیر دیتے ہیں؟؟؟
اوران تمام ترعنائیوں کا خراج اپنی جان وار کے ہی کیوں ادا کرنا پڑتا ہے؟؟؟
کیااس طویل صبر کا صلہ یہ ہے؟؟؟
اس کٹھن اورمصائب سے بھرے سفر کا آغاز تب ہوا جب میں اس دُنیا میں آیا وہ نومبر کی ایک یخ بستہ شام تھی جب نرس نے مجھے میری ماں کے بازوؤں کے سپرد کرتے ہوئے مبارک باد پیش کی۔۔۔۔
ماں مجھے کافی دیرتک نم آنکھوں سے دیکھتی رہی بالاخر سینے سے لگا کہ میری آمد کومکمل کیا ایسے جیسے اُن کی بےنور زندگی میں روشنی کا منبع نکل آیا ہوآنکھوں میں ستاروں کی سی چمک خوشی کونمایاں کررہی تھی۔۔۔ماں مجھے باربار چومتی اور سینے سے لگاتی۔۔۔
اردگرد خاندان کےتمام افراد جمع تھے جن کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا اگر کوئی وہاں نہیں تھا تو میرے دادا جوگاؤں میں حویلی کی چوکھٹ پہ بیٹھے بےصبری سے اس لمحے کا انتظار کررہے تھے
جب فون کے ذریعے انہیں اطلاع دی گئی تو پھوٹ پھوٹ کے رونے لگے کیونکہ اس لمحے کا انہوں

نے برسوں انتظار کیا تھا جو کہ آن پہنچا تھا خوشی کے مارے انہیں کچھ نہیں سوجھ رہا تھا کیونکہ میں ان کے خاندان کا چشم و چراغ ہونے کے ساتھ ساتھ ان کا وارث بھی تھا۔۔۔
نام رکھنے کی باری آئی تو میری ماں نے میرا نام "عدی" رکھا جس کا مطلب سخی، کھلے دل والا۔۔۔۔
شاید یہ نام انہوں نے پہلے ہی سوچ رکھا تھا عدی کے والد اس کی پیدائش سے ایک ماہ قبل بیرونِ ملک چلے گئے تھے

عدی کا تعلق گاؤں کے زمیندار گھرانے سے تھا جن کا اپنے علاقے میں اچھا خاصا اثر ورسوخ تھا۔۔۔ پیسے کی ریل پیل، شاندار حویلی، زمین جائیداد یعنی منہ میں سونے کا چمچ لے کے پیدا ہوا تھا گاؤں اور ملحقہ گاؤں کے فیصلے بھی اسی حویلی سے صادر ہوا کرتے تھے۔۔۔

اسی وجہ سے علاقے کے معزز اور معتبر خاندانوں میں شمار ہوتا تھا عدی کی پرورش انتہائی عمدہ طریقے سے کی گئی تھی شروع سے ہی ادب وآداب، بڑوں کا احترام اور احساس جیسے جذبے بڑے سلیقے سے سکھائے گئے۔۔۔

عدی کے دادا جن کا شمار گاؤں کے عقلمند ترین لوگوں میں ہوتا تھا آرمی سے ریٹائرڈ تھے اور ماہانہ پنشن وصول کرتے تھے ان کی تمام تر توجہ عدی پر تھی یوں کہہ لیں کہ عدی ان کی تمام تر امیدوں کا محور تھا دادے پوتے کی یاری پورے گاؤں میں مشہور تھی ایسے ہی وقت گزرتا گیا اور عدی اتنا بڑا ہو چکا تھا کہ اس کی تعلیم کا بندوبست کیا جائے اس سلسلے میں شہر کے سب سے بہترین سکول کا چناؤ کیا گیا اور عدی کو سکول داخل کروا دیا گیا۔۔۔

سکول کا پہلا دن تھا والدہ پریشان تھیں کہ اب اس بے رحم دُنیا کا اکیلے سامنا کرنا ہے سکول جانا اس کی پہلی کڑی تھی خیر عدی والدہ کے ساتھ کلاس میں داخل ہوا وہاں عجب ماحول تھا تمام بچوں کا پہلا دن تھا وہ سب سہمے ہوئے تھے

کلاس ٹیچر سے تعارف کے بعد عدی بولا امی آپ جائیں میں یہاں ٹھیک ہوں۔۔۔

ٹیچر ایک دم چونکی کہ یہ کس قدر بہادر بچہ ہے پہلے ہی دن نہ کوئی خوف ہے نہ ہچکچاہٹ ۔۔۔یہی بات اسے دوسرے بچوں سے ممتاز کرتی تھی یہ سب چیزیں اسے گھر میں ہی اچھے سے سکھا دی گئی تھیں عدی اپنی عمر کے لحاظ سے قدرے ذہین اور فہم رکھنے والا بچہ تھا اس کی معصومیت اور بے تکلفی کی وجہ سے کلاس ٹیچر کو اس سے لگاؤ تھا۔۔۔

کیونکہ وہ عام بچوں کی طرح بلکل بھی نہیں تھا پڑھائی میں بھی سب سے لائق اور دوسری سرگرمیوں میں بھی ہمیشہ اول رہا۔

وہ روز دادا ابو کے ساتھ سکول جاتا وہ اسے سکول چھوڑ کے کچہری کے کام نپٹا کے انتظار کرتے اور واپسی پہ گھر لے آتے ۔۔۔۔یہ ایک عرصے تک چلتا رہا وقت نے رفتار پکڑی لمحے

دنوں ،مہینوں اور سالوں میں تبدیل ہوتے گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے عدی لڑکپن کو جا پہنچا

وقت کی مسافت نے دادا ابو کو بھی تھکا دیا تھا ان کی کمر بھی قدرے جھک گئی تھی لیکن ان کی آواز میں آج بھی وہی گرج تھی لہجے میں وہی پیار۔۔۔شیر بوڑھا بھی ہو جائے تو شیر ہی رہتا ہے

اب وقت نے اپنی چال چلی ،ایسی چلی کہ سب کچھ ایک دم سے ٹوٹ کے بکھر گیا۔۔۔

کاش! ہم راستوں سے ان کے انجام کے بارے میں پوچھ سکتے کہ ہمیں لے جا کر کس اندھے گڑھے میں پھینکیں گے۔۔۔

کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے اس کی تباہ کاریوں کا تعین کر سکتے مگر یہ سب تو اللہ ؐ کے ہاتھ میں ہے۔۔۔

عدی جو کہ لڑکپن کی بہاریں دیکھ رہا تھا خوبرو جوان اور اپنے خون کی طرح دلیر تھا۔کھیتی باڑی اور زمینوں کی دیکھ بھال چچا کی ذمہ داری تھی جس کا نام احمد علی تھا جو انتہائی غصیلے اور جذباتی تھے زمیں کا ایک ٹکڑا جس کے لیے ایک عرصہ دراز سے لڑائی جاری تھی اکثر اُس وجہ سے چھوٹی موٹی جھڑپ ہو جاتی تھی لیکن بعد میں صلح پہ بات ختم ہوتی ۔۔۔بظاہر تو یہ لڑائی فقط زمین کے چھوٹے سے ٹکڑے کی تھی

لیکن درحقیقت یہ انا اور چوہدراہٹ کی جنگ تھی جسے کوئی کسی بھی صورت ہارنا نہیں چاہتا تھا زمین کا ٹکڑا دینے کا مطلب علاقے سے اپنا اثر ورسوخ ختم کرنا تھا جو کہ کسی بھی حال میں ناقابلِ قبول تھا وہ کہتے ہیں ناقسمت جب اپنا کھیل کھیلتی ہے تو کوئی چال کارآمد نہیں رہتی اب کی بار سخت آزمائش کا وقت تھا ایک ایسی جنگ کا آغاز تھا جس کا انجام بھیانک تھا جس کے بارے میں کوئی شخص سوچے بھی تو کانپ جائے

احمد علی جو کہ شام کے بعد کام نپٹا کے گھر آ چکا تھا کھانا کھا کہ حُقہ سلگایا اور بیٹھک میں بیٹھ گیا جہاں رات گئے تک خوب محفل جمی۔۔۔

اگلے دن صبح جب کھیتوں کو پہنچا تو وہ منظر دیکھ کے احمد علی پہ سکتہ طاری ہو گیا ہوا یوں کہ رات کے اندھیرے میں کوئی کھڑی فصل پہ ہل چلا کہ چلا گیا جو کئی ایکڑ میں پھیلی ہوئی تھی۔۔اس کا مطلب کہ ایک ہی رات میں بھاری نقصان۔۔۔

دیکھتے ہی دیکھتے یہ بات آس پاس کے علاقوں میں پھیل گئی سب حیران تھے کہ ایسا کون کرسکتا؟؟؟؟

جب کسی کی محنت ایسے روند دی جائے تو کیا جذبات ہو سکتے ہیں؟؟؟

عدی کے دادا جو کہ غصے میں ہونے کہ باوجود بھی عصاب پر قابو رکھے ہوئے تھے

احمد علی نے کہا۔ابا جی اب کیا ہم ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں گے؟؟؟اتنے نقصان کے بعد بھی؟؟؟

نہیں پتر ہمارے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے اس لیے ہمیں فی الحال صبر سے کام لینا ہو گا میں کل اس بات کی تفتیش کروں گا اس کے بعد کوئی حل نکالا جائے گا

احمد علی اس جواب سے مطمئن نہیں تھا لیکن ابا کا حکم تھا سو خاموش رہنا پڑا۔۔۔

اگلے دن صبح گاؤں کے معززین اس مسئلے کے حل کے لیے بیٹھے ساتھ میں مخالفین کو بھی بلاوا بھیجا اور وہ آ گئے

جب انہیں اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے صاف انکار کر دیا کہ ہمیں اس کے متعلق کچھ علم نہیں ہے لیکن ان کی گھبراہٹ ساری کہانی بیان کر رہی تھی اس واقعہ کے بعد یہ تنازعہ دشمنی کی شکل اختیار کر چکا تھا احمد علی جو کہ اس زیادتی کا بدلہ چاہتا تھا لیکن ابا جی کے حکم کی وجہ سے کچھ کرنے سے قاصر تھے خیر وقت گزرتا گیا اللہ نے صبر کا ایسا پھل دیا کہ تباہ شدہ کھیت میں سے اچھی خاصی فصل نکلی اللہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے اور پھر اس کے بدلے بے شمار نوازتا ہے۔۔۔

کبھی کبھی انسان انا اور غصے میں آ کے ایسا قدم اُٹھالیتا ہے کہ جس کے اثرات تمام عمر برداشت کرنے پڑتے ہیں

متنازعہ زمین کا کیس چل رہا تھا۔ جج صاحب نے آج حتمی فیصلہ سنانا تھا ابا جی نے طبعیت ناساز ہونے کی وجہ سے احمد علی کو عدالت جانے کا کہا اور تلقین کی کہ کسی طرح کی بدمزگی سے پرہیز کرنا احمد علی نے حکم بجالاتے ہوئے کچھ دوستوں کو ساتھ لیا اور احتیاطً کچھ اسلحہ بھی ساتھ رکھ لیا اور عدالت پہنچ گئے وہاں مخالفین پہلے سے موجود تھے۔۔۔

عدالتی کاروائی مکمل ہوئی کیس کا فیصلہ عدی کے خاندان کے حق میں سنا دیا گیا جو کہ مخالفین کو ناگوار گزرا ان کے چہرے سے ہار کا غصہ واضح تھا کمرہ عدالت سے نکلتے ہی انہوں نے دھاوا بول دیا احمد علی کے سر پہ پہلے سے ہی بدلے کا بھوت سوار تھا اس نے موقع دیکھتے ہی گن نکالی اور سیدھے فائر کھول دیئے جس کے نتیجے میں دو شخص وہیں ڈھیر ہو گئے احمد علی اور اس کے دوست موقعہ سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے کسی کو بھی اس بات کی توقع نہیں تھی جب یہ خبر ابا جی تک پہنچی تو اُن پہ جیسے قیامت ٹوٹ پڑی ہو ایک دم حواس باختہ ہو کہ اِدھر اُدھر ٹہلنے لگے جیسے کسی نے منوں وزنی پہاڑ ان کے اوپر گرا دیا ہو اب سوچنے کا وقت بلکل نہیں تھا انہیں علم تھا اب کیا ہونے والا ہے

سب سے پہلے عدی اور اس کی والدہ کو دور ایک گاؤں میں بھروسہ مند دوست کے گھر بھیج دیا اُن کے لیے عدی کی حفاظت ساری زمینوں سے کہیں زیادہ اہم تھی باقی خاندان بھی اُسی دن گاؤں سے فرار

ہو کہ نا معلوم جگہ پہ چھپ گئے احمد علی کے جذباتی فیصلے نے سب کچھ تہس نہس کر دیا تھا اس کے بعد سب بدل گیا

وہ زمین جس ٹکڑے کے لیے اتنا وبال کھڑا کیا گیا اب اُس پہ قبضہ ہو چکا تھا وہ حویلی جس کی ٹھاٹھ باٹھ پورے علاقے میں مشہور تھی کھنڈر کا منظر پیش کر رہی تھی

کچھ وقت ابا جی کے دوست کے ہاں گزارنے کے بعد عدی اور اس کی والدہ کو شہر منتقل کر دیا گیا جہاں وہ گمنامی کی زندگی گزارنے لگے۔۔۔

# باب: ۲

عدی جوانی میں قدم رکھ چکا تھا اور ماں کو عدی کی زندگی کے ساتھ ساتھ مستقبل کی فکر ستانے لگی
پرائیویٹ طریقے سے میٹرک کا امتحان دیا جس میں نمایاں نمبروں سے پاس ہوا
لڑائی کو ایک عرصہ گزر ہو چکا تھا دونوں طرف خاموشی تھی جیسے سمندر میں طوفان سے پہلے ہوتی ہے
جیسے خلاؤں میں سیاروں کے ٹکرانے سے پہلے ہوتی سب اس انجام سے بے خبر احتیاط سے زندگی
گزار رہے تھے

زندگی میں ہمیشہ ایسے دوستوں کا انتخاب کرنا چاہیئے جو وقت آنے پہ جان تک کی بازی لگا دے شاید
احمد علی کو بھی ایسا ہی گمان تھا طویل عرصے بعد وہ ایک دوست سے ملنے گیا اسے نہیں معلوم تھا کہ اس
کے اس سفر کا اختتام بھیانک ہونے والا ہے دوست کو خفیہ مقام کا پتہ بتایا جہاں اسے آنا تھا
پر وہ کبھی وہاں آیا ہی نہیں دوست کی مخبری پہ اس سے پہلے وہاں پولیس پہنچ گئی اور احمد علی قتل کے الزام
میں جیل چلا گیا

یہ وہ وقت تھا جب نقصان در نقصان ہوتا گیا
اس کے بعد ابا جی بھی کھل کے سامنے آ گئے ایک لمبے عرصے تک کیس چلا
اس دوران ابا جی اپنی انا کے بت گرا کہ کئی دفعہ صلح نامہ کا پیغام بھجوا چکے تھے مگر ٹھکرا دیا گیا
ابا جی کسی بھی قیمت پہ احمد علی کو بچانا چاہتے تھے کیوں کے وہ ان کا لاڈلہ بیٹا تھا اس سلسلے میں ٹکڑے
ٹکڑے کر کے ساری زمین بک گئی لیکن تمام تر دولت بھی کسی کام نہ آئی اب فقط حویلی بچی تھی اور
گاؤں سے باہر کچھ ایکڑ جو کہ عدی کے مستقبل کی زمانت تھی۔
اس کیس کا نتیجہ واضح تھا لیکن پھر احمد علی کو عمر قید کی سزا سنا دی گئی اس سارے معاملے میں پیسہ دونوں
جانب سے پانی کی طرح بہایا گیا فیصلہ سن کے ابا جی کی تو جیسے کمر ٹوٹ گئی تھی ہمت جواب دے گئی اور

حوصلہ ہار چکے تھے۔

اب واحد سہارا عدی بچا تھا جسے خاندان کو سنبھالنا تھا اور اپنے دادا کا سہارا بننا تھا ابا جی کبھی یہ نہیں چاہتے تھے کہ جن حالات سے گزر کہ احمد علی کو کھویا تھا عدی کو بھی کھونا پڑے اس لیے محتاط تھے عدی کے والد بھی وطن واپس آ چکے تھے اور سارے معاملات بذات خود دیکھ رہے تھے

اب سب کچھ دوبارہ سے ٹھیک تھا لیکن یہ کب تک رہنے والا تھا کسی کو نہیں پتا تھا اس دوران عدی کالج بھی داخلہ نہ لے سکا اب ابا جی نے عدی کو ایک اچھے کالج میں داخلہ دلوا دیا۔۔۔

لیکن جب عدی نے کالج جانا شروع کیا تو ماں کو ایک دھڑکا سا بہر حال لگا ہی رہتا تھا۔

آج کالج کا پہلا دن تھا تیار ہو کہ ماں کے ہاتھ چومے بائیک نکالی اور کالج پہنچ گیا جہاں ہر طرف طالب علم ٹولوں کی شکل میں کھڑے تھے چونکہ سب کا پہلا دن تھا تو سب اپنی کلاس ڈھونڈنے میں مصروف تھے عدی کو ماحول کا بلکل اندازہ نہیں تھا کیوں کہ اس نے کالج صرف ڈراموں فلموں میں دیکھے تھے۔

سب طرف نظر دوڑائی ایک اکیلا لڑکا کھڑا نظر آیا

اسلام علیکم! بھائی کیا آپ میری کچھ مدد کر سکتے ہیں؟؟ دراصل آج پہلا دن ہے اور مجھے اپنی کلاس ڈھونڈنی ہے

میں تکلیف کے لیے معذرت چاہتا ہوں عدی نے کہا

لڑکے نے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ میں بھی تو وہی ڈھونڈ رہا مل کے پتا کرتے ہیں ویسے آپ نے کس سبجیکٹ میں داخلہ لیا ہے لڑکے نے سوال پوچھا

جی میں نے ایف ایس سی میں لیا

ارے واہ! میرا بھی یہی سبجیکٹ ہے۔۔۔ پھر تو آسانی سے مل جائے گی

دونوں مل کے کالج کی بلڈنگ کی طرف چل دیے

آخر کار کلاس روم مل گیا اور اتفاقاً دونوں ایک سیکشن میں تھے

مجھے گھر والے عدی کے نام سے پکارتے ہیں عدی نے کہا

یہ تو شاعرانہ سا تعارف ہو گیا عدی نے دھیمے سے کہا اور دونوں ایک قہقہے کے ساتھ ہنسنے لگے

کالج میں لڑکوں اور لڑکیوں کا علیحدہ ڈیپارٹمنٹ تھا

آہستہ آہستہ کلاس مکمل ہوئی اور سر تشریف لے آئے سب لڑکے احترام میں کھڑے ہو گئے

سر نے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور اپنا تعارف کروایا

پھر سب نے کھڑے ہو کے فرداً فرداً اپنا تعارف کروایا

بریک کا وقت ہوا تو سلمان بولا یار! بھوک لگی ہے کچھ کھانے چلیں؟

عدی نے ہاں میں جواب دیا اور کنٹین کی طرف چل دیے

وہاں بیٹھ کے کھانا کھایا

ویسے رہتے کہاں ہو ہیرو سلمان نے سوال کیا

کالج سے دس منٹ کا سفر ہے عدی نے جواب دیا

ایک ہی دن میں سلمان اور عدی دوست بن گئے تھے اور یہ دوستی سالہا سال چلنے والی تھی

کالج کا وقت ختم ہوا تو عدی فوراً گھر پہنچا بائیک کی آواز سنتے ماں نے جھٹ سے دروازہ کھولا

عدی کا ماتھا چوما اور سکون کا سانس لیا

چلو ہاتھ منہ دھو لو میں روٹی بنا دیتی ہوں امی جی نے کہا

عدی کھانا کھا کہ کچھ دیر آرام کیا پھر اٹھ کے مطالعہ میں مصروف ہو گیا

ایسے ہی دن گزرتے گئے عدی اور سلمان بہت اچھے دوست بن گئے اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ دونوں کے مزاج میں ہم آہنگی پائی جاتی تھی اور سائنس کے طالب علم ہونے کے باوجود دونوں کو اردو ادب سے بے حد لگاؤ تھا۔

اوراس طرح سلمان کا عدی کے گھر آنا جانا بھی ہو گیا عدی کی والدہ بھی سلمان کو اپنے بیٹے کی طرح ہی پیار کرتی تھی

ایک دن سلمان کالج نہیں آیا عدی نے اسے کال کی اور وجہ پوچھی

یار طبعیت کچھ ناساز ہے اس وجہ سے نہیں آسکا سر کو اطلاع دے دینا سلمان نے کہا

اچھا پھر تو بیمار کی تیمارداری کرنا ہمارا اخلاقی فرض ہے شام میں آتا تیری طرف عدی نے جواباً کہا

چلو میں انتظار کروں گا کہہ کے کال کاٹ دی

عدی معمول کے مطابق کلاسز لی اور اردو کے ٹیچر آج چھٹی پر تھے اور کلاس نہیں ہونی تھی عدی نے بیگ اُٹھایا اور لائبریری میں جا بیٹھا اور کتاب پڑھنے لگا اس قدر انہماک سے مطالعہ میں مصروف تھا کہ چھٹی کے وقت کا اندازہ ہی نہیں ہوا اچانک موبائل کی بیل بجی سلمان کا فون تھا

ابھی تک آیا نہیں یار سلمان نے کہا

اوہ! معذرت یار میں لائبریری میں بیٹھا تھا تو وقت گزرنے کا پتا ہی نہیں چلا ابھی نکل رہا بس کال بند کر عدی نے کہا اور جلدی سے بیگ اُٹھا کے نکل گیا

سارا کالج خالی ہو چکا تھا جلدی بائیک پہ بیٹھا اور تیزی سے نکل گیا ابھی گیٹ سے باہر نکلا تھا کہ اسے محسوس ہوا کہ سب جا چکے ہیں لیکن ایک لڑکی گیٹ کے باہر پریشانی کے عالم میں کھڑی ہے شاید انتظار میں تھی کہ کوئی لینے آئے کچھ دیر تو دیکھتا رہا پھر جا کہ کہا

آپ شاید یہاں کسی کا انتظار کر رہی ہیں؟؟؟ لڑکی نے کوئی جواب نہ دیا

میرا مقصد کچھ اور نہیں میں تو فقط مدد کرنا چاہ رہا تھا عدی بولا لڑکی نے جواب دیا کہ میرا بھائی لینے آنے والا تھا لیکن ابھی تک نہیں آیا اور نہ کوئی سواری مل رہی اس وجہ سے کھڑی ہوں آپ کیا مدد کر سکتے ہو۔۔۔۔اس کا لہجہ تھوڑا تلخ تھا۔

میں آپ کے لیے سواری کا بندوبست کر دیتا ہوں آپ پریشان نہ ہوں عدی نے جواباً کہا

پھر جلدی سے بائیک پہ بیٹھا اور چلا گیا تھوڑی دیر میں رکشہ لے کے آ گیا
لڑکی ایک دم چونک گئی اسے یہ تھا کہ کون کسی کے لیے اتنی مشقت اٹھاتا ہے اب کہاں واپس آئے گا
اس نے عدی کا شکریہ ادا کیا اور وہاں سے چلی گئی
اچانک عدی کے ذہن میں یہ بات آئی کہ اسے تو کہیں جانا تھا جلدی سے بائیک پہ بیٹھا سرپٹ
دوڑاتا ہوا سلمان کے گھر پہنچ گیا
دروازے پر جا کہ بیل بجائی
دروازہ کھولتے ہی سلمان نے سوال کیا
آنے میں اتنی دیر کیوں کر دی؟؟؟
بتاتا ہوں سانس تو لینے دو بھائی عدی نے جواباً کہا
گھر میں داخل ہوئے تھے کہ سلمان کی امی جیسے کب سے انتظار کر رہی ہوں
اسلام وعلیکم!
آنٹی کیا حال ہیں آپ کا۔۔۔
عدی نے دیکھتے ہی کہا اور آگے بڑھ کے گردن جھکا کہ کھڑا ہو گیا
بیٹا کافی دیر کر دی آنے میں بیٹھو میں چائے بنا دیتی ہوں
وہ تو لازمی پیوں گا عدی نے ہنستے ہوئے جواب دیا
اور سلمان کے کمرے کی طرف چل دیے
ہاں تو بتا کالج نہیں آیا اور سنا تھا طبعیت بھی ناساز تھی کیا ہوا تھا عدی نے پوچھا۔۔۔
موسمی تبدیلی کی وجہ سے بخار تھا بس اب بہتر ہے سلمان نے کہا
ارے! تم بتاؤ لیٹ کیوں ہو گئے سلمان نے متجسس لہجے میں پوچھا
عدی پہلے تو تھوڑا ہچکچایا پھر کالج کے باہر کی ساری داستان بیان کر ڈالی

خیر تو ہے نا؟؟؟؟ سلمان نے شرارتاً پوچھا
فضول باتیں نہ کر ایسی کوئی بات نہیں ہے عدی نے جواب دیا۔۔۔
اچھا بھائی غصہ نہ کرو آپ کہتے تو مان لیتے ہیں سلمان نے کہا
عدی فوراً بولا ماننا تو پڑے گا اور ہاں تم اُس دن کچھ کہہ رہے تھے کہ شاید کچھ شاعری اور تحریریں لکھ رہے ہو ذرا مجھے بھی سناؤ۔۔۔
کچھ خاص نہیں بس ٹوٹے پھوٹے الفاظ ہیں جو کبھی کبھی لکھنے کی کوشش کرتا سلمان نے عاجزانہ جواب دیا۔۔۔
اتنے میں چائے بھی آ گئی دونوں نے مل کہ چائے کا لطف اُٹھایا
سلمان نے اپنی ڈائری میں لکھی ہوئی ایک تحریر سامنے رکھ دی
"تو کیوں نہیں کہہ دیتی کہ تجھے محبت ہے مجھ سے الفت ہے چاہت کی پہلی سیڑھی تیری ایڑھی نے میرے ہاتھ پر رکھ کر عبور کی تیرے دوپٹے پر عشق کے رنگ میرا چہرہ دیکھ کر چڑھے تیرے کلیجے کو آس ہے کہ میں اس پہ قدم رکھوں ترا دل پھٹ جاتا ہے فقط یہ سوچ کر کہ ترا نام میرے نام سے منسوب ہے تو کیوں یہ اعتراف نہیں کر لیتی کہ قلم وسیاہی سے محبت تجھے میرے قرب کی خاطر ہوئی ہے تجھے شاعروں کے نام میری یاد نے یاد کروایا ہیں تو مان کیوں نہیں جاتی کہ میری کشش تجھ پہ کشش ثقل سے بھاری ہے تو بتا جب سارا گاؤں سو جاتا ہے تو تو اکیلی فصلوں کی طرف جاتے کس کے سائے کو ہمراہ جان کر مسکراتی ہے تو بتا پاؤں گندم کے پانی میں رکھ کر چاند کے سامنے کس نام کا گیت گاتی ہے، چل نہ سہی تو یہ بتا تکیہ پہ سر رکھ کہ مٹھّیاں کیوں بند کر لیتی ہے، بتا کسی مرگ پر بھی ترے لبوں کو کس کے کہے بول چاشنی دیتے ہیں، چل آ کہ جن باہوں کو تو اک عمر ترسی ہے وہ ترے سامنے دو کھلے دروازوں کی طرح کھڑی ہیں، جس لمس کو تو قرارِ جاں مانتی ہے وہ تجھے تجھ سے آزاد کر دے، دیکھ ترا سلمان آج سنجیدگی کو کچھ دیر پرے کر کے فقط اس لیے آیا ہے کہ تو گاؤں کو سوتا چھوڑ کر اکیلی باہر نہ نکلا کرے"

عدی نے جب یہ تحریر پڑھی تو ششدر رہ گیا ایک جنگل سا سکوت اس کے دماغ پہ چھا گیا اس قدر حیران تھا کہ اسے سمجھ نہیں آ رہا کہ کہنا کیا ہے بس ایک دم سے یہ الفاظ منہ سے نکلے " کیا ہی عمدہ ہے " یار تم تو شاعر نکلے تمھارا یہ رنگ تو پہلے نہیں دیکھا تھا لیکن بہت ہی خوبصورت ہے لیکن میں بھی لکھنے کی ضرور کوشش کروں گا۔۔۔۔

عدی نے گھڑی کی طرف نظر دوڑائی تو ایک دم ہڑ بڑا سا گیا شام ہونے والی تھی

وقت بہت ہو گیا ہے اب مجھے جانا چاہئے ماں جی انتظار میں بیٹھی ہوں گی

چلو ٹھیک ہے دھیان سے جاؤ کل ملتے ہیں سلمان نے الوداع کرتے ہوئے کہا

جلدی سے گھر پہنچا سلام کیا ماں نے پریشانی کے عالم میں پوچھا کہاں تھے بیٹا اتنی دیر کیوں لگا دی آنے میں۔۔۔ابا جی بھی کئی مرتبہ تمھارے بارے میں پوچھ چکے ہیں

وہ، میں سلمان کی طرف تھا عدی نے جواب دیا اور دادا ابو سے ملنے ان کے کمرے میں چلا گیا

سلام ابا جی ! عدی نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا

وسلام پتر ! آ گئے تم۔۔۔اتنی دیر نہ لگایا کرو باہر۔۔تمھیں پتا ہے ماضی قریب میں ہم کن حالات سے گزرے ہیں تو میں نہیں چاہتا کہ کسی بھی طرح کی لاپرواہی کرو وقت سے گھر آیا کرو ابا جی نے کہا

میں معذرت چاہتا ہوں لیکن دوست کی طبعیت ناساز تھی تو تیمارداری کے لیے گیا تھا

ابا جی نے بات ٹوکتے ہوئے کہا کہ پتر وہ سب ٹھیک ہے لیکن بر اوقت بتا کے نہیں آتا۔۔۔۔

جی میں جانتا ہوں آپ کی بات جائز ہے لیکن میں احتیاط برتوں گا۔۔۔۔

اس کے بعد رات گئے تک مختلف موضوعات پر بات ہوتی رہی پھر ابا جی نے کہا پتر اب رات کافی ہو گئی سو جاؤ صبح کالج بھی جانا ہے

جی میں بھی یہی سوچ رہا تھا چلیں اب مجھے اجازت دیں عدی نے کہا اور اپنے کمرے میں جا کے سو گیا

صبح معمول کے مطابق اٹھا ناشتہ کیا اور کالج چلا گیا

سلمان آج اُس سے پہلے ہی کالج آچکا تھا۔۔۔سارادن پڑھائی میں گزرا بریک ٹائم میں جب کھانے کے لیے کنٹین پہنچے تو سلمان نے کہا آج کیا کھانے کا موڈ ہے یار۔۔۔۔کچھ بھی لے آؤ بھوک بہت ہے عدی نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا اور کرسی کے ساتھ ٹیک لگا کے آنکھیں موند لیں۔۔۔۔

ایک دم پیچھے سے کسی نے آواز دی کہ "سُنیئے "عدی نے پیچھے مڑ کے دیکھا تو وہی لڑکی جس کی کل مدد کی تھی پیچھے کھڑی تھی

عدی ایک دم چونک گیا اور بولا آپ۔۔۔۔

لڑکی نے جواب دیا میں آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتی تھی اور کل کے رویے پہ شرمندہ ہوں عدی بولا کوئی بات نہیں مجھے بلکل بھی برا نہیں لگا۔۔ بلکہ ایک لڑکی کو ایسا ہی ہونا چاہیے کوئی بھی منہ اٹھا کے بات کرنے کی ہمت نہ کر سکے۔۔۔

اتنے میں سلمان ہاتھ میں برگر پکڑے آ گیا سلمان یہ سب دیکھ کے حیران ہوا اور آنکھ کے اشارے سے پوچھا یہ کون ہے اور عدی نے چپ رہنے کا کہا

عدی نے کہا ہم کھانا کھا رہے ہیں آپ کچھ کھائیں گی لڑکی نے نہ میں سر ہلایا اور ایک بار پھر شکریہ ادا کر کے چلی گئی۔۔۔۔

سلمان کو جیسے موقع مل گیا ہو بھائی میں بتا رہا کوئی نہ کوئی چکر ضرور ہے میں ایک دن کالج نہیں آیا اور کیا سے کیا ہو گیا سلمان نے شرارتاً کہا۔۔۔۔ویسے یہ کل والی تھی نا؟

یارررر!ایسی کوئی بات نہیں اور تم تو مجھے جانتے ہو۔۔۔۔ہاں کل والی تھی بس شکریہ ادا کر رہی تھی اور کوئی بات نہیں عدی نے کہا

سلمان مزاق کے موڈ میں بولا بات صرف شکریہ تک رہے تو اچھا ہے۔۔۔۔اور قہقہے کے ساتھ ہنسنے لگا۔۔۔اچھا چلو کھانا کھاؤ فضول باتیں چھوڑو عدی نے کہا۔۔۔۔

کھانا مکمل کیا اور کلاس میں چلے گئے آج بھی اُردو کے ٹیچر نہیں آنے والے تھے سو آج بھی طے ہوا کے لائبریری میں جا کر پڑھا جائے

دونوں لائبریری پہنچے سلمان نے کہا کوئی اچھی سی کتاب بتاؤ جو پڑھی جائے عدی نے جواباً کہا کہ مجھے اتنا خاص علم نہیں ہے ویسے تم تو شاعر ہو اور اس بات پہ سلمان نے خاموش قہقہہ لگایا اور کہا بھائی ایسی بات نہیں ہے، ہم تو بس لکھنے کی کوشش کرتے ہیں

عدی نے کہا حقیقت بتاؤں تو پڑھ کے مجھے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ اس قدر عمدہ لکھتے ہو۔۔۔ ویسے سائنس کے سٹوڈنٹ کا اردو پہ اتنا عبور قابلِ ستائش ہے۔۔۔۔

سلمان نے کہا چلو اس پہ پھر کبھی بات کریں گے ابھی جو کام کرنے آئے وہ کرتے ہیں۔۔۔۔ پھر دونوں مطالعہ میں مصروف ہو گئے

چھٹی سے ذرا پہلے سب کچھ سمیٹا کتابیں واپس الماری میں رکھ کے باہر نکلنے لگے تو وہی لڑکی لائبریری کی طرف آتے دکھائی دی سلمان نے عدی کی طرف دیکھا اور مسکرایا

لیکن عدی بغیر کچھ کہے وہاں سے نکل گیا سلمان نے بھی اپنے گھر کا راستہ لیا۔۔۔۔۔

ایسے ہی دن مہینوں میں تبدیل ہو گئے سالانہ امتحان سر پہ تھے ہر طرف افراتفری کا ماحول بنا ہوا تھا عدی اور سلمان کتابیں لیے کالج کی گراؤنڈ میں بیٹھے دھوپ کا لطف اُٹھا رہے تھے کہ سلمان نے غور کیا کہ کوئی تیز تیز قدم اُٹھائے اُن کی طرف بڑھ رہا ہے

یہ وہی لڑکی تھی جس کا کئی دفعہ سامنا ہو چکا تھا۔۔۔

اسلام وعلیکم! آپ کافی دیر بعد نظر آئے ہیں

جی کچھ مصروفیات کی وجہ سے عدی نے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا

آپ بیٹھ جائیں۔۔۔۔ ویسے آپ کا نام کیا ہے؟؟؟

میرا نام مشقات ہے۔۔۔۔ لڑکی نے جواب دیتے ہی اُلٹا سوال پوچھ لیا آپ کا کیا نام؟؟؟؟

میرا نام عدی ہے۔ یہ میرا دوست سلمان ہے

ایسے ہی ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہی پھر مشقات نے کہا اب میں چلتی میری کلاس ہے تو وہاں سے چلی گئی۔۔۔۔۔

ایسے ہی وقتاً فوقتاً آمنا سامنا ہوتا رہتا تھا مشقات، عدی اور سلمان کی اچھی دوست بن گئی

اس بات میں کوئی شک نہیں تھا کہ دونوں کی تربیت بہت اچھے طریقے سے کی گئی تھی

مشقات ایک اچھی فیملی سے تعلق رکھتی ایک سُلجھی، سمجھدار لڑکی تھی جسے اپنا اچھا اور برا بہت سلیقے سے پتا تھا۔۔۔

تینوں کے پہلے سال کے امتحان ہو چکے تھے اور بہت اچھے نمبروں سے پاس ہو چکے تھے۔۔۔

# باب: ۳

وقت کی ایک خاصیت ہے کہ وہ کبھی کسی کے لیے رُکا نہیں

دوسرا سال جاری تھا

تینوں کنٹین پہ بیٹھ کہ چائے پی رہے تھے کہ مشقات بولی کہ سنا ہے کالج کی ٹرپ جا رہی ہے۔۔۔

ہاں سُنا تو ہے عدی اور سلمان نے یک زبان ہو کے کہا

مشقات بولی میں بھی جاؤں گی بس گھر سے اجازت لینی ہے۔۔۔تم لوگ بھی آ رہے ہو نا؟؟؟؟

سلمان نے جواب دیا ہاں میں تو جا رہا ہوں۔۔۔مشقات نے کہا اور عدی تم؟؟؟

عدی پہ جیسے سکتہ طاری ہو گیا۔۔۔نہیں! میں تو نہیں جا پاؤں گا

دونوں نے حیرانگی سے پوچھا کیوں؟؟؟ کوئی مسئلہ ہے کیا؟؟؟؟ سلمان نے پوچھا

نہیں! مسئلہ نہیں ہے بس امی اکیلی ہوتی ہیں انہیں چھوڑ کے نہیں جا سکتا

تین دن کی بات ہے مشقات نے کہا۔۔نہیں یار آپ لوگ چلے جانا۔۔۔

اتنے عرصے میں سلمان نے پہلی دفعہ عدی کے چہرے کی رنگت تبدیل ہوتے دیکھی

ایسے لگا کچھ خاص ہے جو چھپایا جا رہا ہے جیسے کوئی بڑا راز اُس کے آس پاس بھٹک کر کان میں سرگوشی کر کے کچھ بتانا چاہتا ہے

عدی کا چہرہ ایک دم اتر گیا اور دونوں نے اس بات کو بھانپتے ہوئے کہا کہ چلو اس پہ بعد میں بات کریں گے

سلمان نے کہا آنٹی کو میں منا لوں گا تم فکر مت کرو۔۔۔عدی نے ایسے ظاہر کیا جیسے یہ بات سُنی ہی نہ ہو۔۔۔

عدی کے ماضی کے بارے میں کسی کو کچھ پتہ نہیں تھا۔۔کیونکہ ابا جی نے کسی سے بھی اس کے

بارے میں ذکر کرنے سے منع کیا تھا اور عدی بھی یہی چاہتا تھا کہ کسی کو اس بارے میں پتا نہ چلے۔۔۔

پھر سارا دن عدی کے دماغ میں شروع سے رونما ہونے والے واقعات گردش کرتے رہے

ہم اپنی زندگی میں بے چینی اور درد اس لیے بھی پال لیتے ہیں کیونکہ ہمیں حقائق سے نظریں چرانے کی عادت پڑ جاتی ہے

چھٹی ہوئی اور عدی سلمان کو بتائے بغیر کالج سے نکلا اور گھر چلا گیا اور اگلے دو دن کالج بھی نہیں آیا۔۔۔

عدی کی یہ حالت دیکھ کہ ماں نے پوچھا بیٹا کیا بات ہے کالج بھی نہیں جا رہے اور گھر میں بھی چپ ہو۔۔۔

نہیں امی کوئی بات نہیں ہے بس ایسے ہی طبعیت کچھ ٹھیک نہیں تھی اس لیے۔۔۔۔ماں جی نے فوراً ٹوکتے ہوئے کہا کہ اب تم اپنی ماں سے بھی جھوٹ بولو گے؟؟؟؟ عدی کے چہرے کے تاثر تبدیل ہو گئے۔۔۔عدی بولا۔۔۔وہ۔۔۔ماں جی کالج کی ٹرپ جا رہی ہے۔۔۔ماں جی فوراً بولیں تم سمجھدار ہو تمھیں حالات کا بخوبی اندازہ ہے  لیکن ابا جی سے اس بارے میں بات کر لو وہی اجازت دیں گے جیسے ماں کو پہلے پتا تھا کہ عدی کیا بات کرنے والا ہے۔۔

اس سے پہلے ماں جی نے کبھی عدی کی بات نہیں ٹالی تھی۔۔۔کبھی کبھی ہم اپنے دل میں چھپی خواہشات کا اظہار کرنا چاہتے ہیں لیکن اکثر پوری نہ ہونے کے ڈر سے زبان پر نہیں لاتے۔اصل میں ہمارے اندر بیٹھا ڈرپوک شخص ہی ہمارا سب سے بڑا دشمن ہوتا ہے۔۔

اپنے اندر چھڑی جنگ کے آخری مرحلے میں فتحیاب ہو کے عدی نے ابا جی سے بات کرنے کا فیصلہ کیا شام کا کھانا کھا کے عدی ابا جی کے کمرے میں داخل ہوا اور اپنی خواہش کا اظہار کیا لیکن ساتھ میں جانا ان کی اجازت سے مشروط کر دیا

ابا جی نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کچھ ضروری ہدایات کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی۔۔اندھے کو کیا چاہیے؟؟ دو آنکھیں۔۔۔عدی خوشی سے جھوم اٹھا اور ابا جی کو گلے لگایا اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ اسے اجازت مل گئی ہے ماں جی اس فیصلے سے مطمئن تو نہیں تھی مگر ابا جی کے سامنے احتجاج نہ کر سکیں۔۔۔۔

عدی نے سلمان کو سرپرائز دینے کا سوچا اور پھر سونے کے لیے چلا گیا مگر نیند تو جیسے آنکھوں سے کوسوں دور لمبے سفر پہ نکلی تھی رات کروٹیں بدلتے گزر گئی

اگلے دن کالج پہنچا تو سلمان نے غیر حاضری کی وجہ پوچھی تو طبعیت ناساز کا بہانہ بنایا اور ساتھ ہی سرپرائز بھی دے دیا

دونوں بے حد خوش تھے۔لڑکپن میں چھوٹی خواہشات کی تکمیل کا خراج بڑے خوابوں کے بکھرنے کی صورت میں ادا کرنا پڑتا ہے

بریک کا وقت ہوا مشقات اپنا منہ لٹکائے کنٹین کی طرف آ رہی تھی جیسے کوئی شہسوار میدان جنگ سے شکست خوردہ لوٹتا ہے

عدی کی طرف دیکھ کر غیر حاضری کی وجہ پوچھی

عدی نے ساری بات تفصیل سے بیان کی لیکن مشقات جیسے کسی اور دنیا میں گم تھی

کیا ہوا ہے عدی نے پوچھا

نا چاہتے ہوئے بھی مشقات بولی کے امی نے اکیلے ٹرپ پہ جانے سے منع کر دیا ہے اور شرط رکھی ہے کہ اسکی کزن اگر ساتھ جائے تو اجازت مل سکتی ہے

دونوں نے کہا معاملہ تو سنگین ہے لیکن تم اپنی کزن سے بات کر کے دیکھ لو

مشقات فوراً بولی کے مجھے پتا ہے اس کے ابو اجازت نہیں دیں گے لیکن ایک کوشش کرنے میں کیا حرج ہے عدی نے کہا

ہاں یہ تو ہے میں آج اسکی طرف جاؤنگی مشقات نے اداس لہجے میں کہا یہ اداسیاں اکثر خوشیوں کا پیش خیمہ بھی ہوا کرتی ہیں

گرمی کے جھلسا دینے والے دن جو بن پر تھے سڑکیں سنسان پڑی تھی گلی میں بھی کوئی اکا دکا شخص نظر آجاتا تھا جون کا آخر تھا جو قیامت خیز منظر پیش کر رہا تھا

انفال جامعہ سے آچکی تھی تھکا دینے والا دن اور گرمی کی تپش نے بے حال کر دیا تھا

عبایا اتار کے ہاتھ منہ دھویا اور کچن میں کچھ کھانے کو دیکھنے لگی جہاں اسے خالی برتن کے سوا کچھ نہیں ملا اس گھر میں کھانے کو کچھ ہے یا صرف فاقے ہیں؟؟؟؟ میں نے صبح سے کچھ نہیں کھایا انفال غصے میں چلائی۔۔۔۔

سمعیہ جو کہ انفال کی سوتیلی ماں تھی ہال میں بیٹھی سیریل دیکھ رہی تھی بولی---وہ۔۔۔۔بچوں نے کھالیا سب۔۔۔میں بنا دیتی ہوں

انفال نے غضب ناک لہجے میں دیکھا اور بغیر کچھ کہے اپنے کمرے میں چلی گئی

انفال کی والدہ بچپن میں ہی انتقال کر گئی تھی تب وہ حفظ کر رہی تھی اس کے چند ماہ بعد ہی اس کے والد نے سمیعہ سے شادی رچالی تھی

ماں کو گزرے برسوں ہو گئے تھے لیکن وہ زخم وقتاً فوقتاً تازہ ہوتا رہتا تھا وہ آج بھی پہروں بیٹھ کے ان کی یاد میں آنسو بہاتی تھی زندگی نے ہمیشہ احساس دلایا کہ سکون ماں اپنے ساتھ منوں مٹی تلے لے گئی ہے اب اس کے لیے فقط ٹھوکریں ہیں۔۔۔

باپ کا رویہ بھی شادی کے فوراً بعد ہی بدل گیا جس کا اسے شدید دکھ تھا دُنیا بدل جائے تو دُکھ نہیں ہوتا لیکن جب اپنا باپ ہی آنکھیں پھیر لے تو اپنے ہونے پہ ترس آتا ہے

انفال کو چھوٹی عمر میں ہی دنیا کی حقیقت واضح ہو چکی تھی اس کی دو بہنیں جو اپنے اپنے گھروں میں خوش تھیں۔ایک بھائی جسے بچپن میں گود لیا گیا تھا واحد سہارا بچا تھا جس کے لیے وہ بے حد جذباتی

تھی۔

انفال متوسط گھرانے سے تعلق رکھتی تھی جو محنت مزدوری کر کے مشکل سے گھر چلاتے تھے اوپر سے پڑھائی کے اخراجات اُٹھانا مشکل تھا

عالمہ کا تیسرا سال چل رہا تھا اور ساتھ بطورِ ٹیچر حفظ کی کلاس بھی لے رہی تھی جامعہ میں پڑھانے کے عوض اتنی تنخواہ تو مل جاتی تھی کہ اس کا گزرا اچھا ہو جاتا تھا

کلاس لینے کی وجہ سے اسے اپنی پڑھائی کے لیے وقت کم ملتا تھا مگر پھر بھی اچھے نمبروں سے پاس ہوتی رہی

انفال ہمیشہ سے حساس اور اپنے آپ میں گم رہنے والی لڑکی تھی

## باب: ۴

انفال شام کے کھانے سے فارغ ہو چکی تھی کسی نے اچانک کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا وہ مشقات تھی
دونوں بڑی گرم جوشی سے ملیں کیونکہ مشقات کافی دیر بعد اس سے ملنے آئی تھی وہ کہتے ہیں نا جب دو
لڑکیاں بیٹھ کے باتیں شروع کریں تو وقت بے لگام گھوڑے کی طرح بھاگتا ہے لیکن پھر بھی کچھ
باتیں اگلی ملاقات کے لیے رکھ لی جاتی ہیں مشقات بھی باتوں میں ایسے گم ہوئی کہ آنے کا مقصد ہی
بھول گئی

تھوڑی دیر بعد اس یاد آیا وہ تو انفال کو ٹرپ کے لیے منانے اور اس کے ابا کی اجازت لینے آئی تھی
تم میرے ساتھ کالج ٹرپ پہ چلو گی؟؟؟ مشقات نے پوچھا
میں کیسے جا سکتی ہوں وہ تو آپ کے کالج والے جائیں گے نا سب
مشقات نے اسے بتایا کے امی نے ایک شرط پہ جانے کی اجازت دی ہے اگر تم ساتھ جاؤ تو۔۔۔۔
پہلے تو مختلف عذر تراشے لیکن جب بات نہ بنی تو آخری حربے کے طور پہ
انفال بولی تمھیں ابو کا پتا ہے وہ اجازت نہیں دیں گے
میں اجازت لے لوں گی مشقات نے فوراً جواب دیا
کچھ دیر تک اسی موضوع پہ بات چیت کے بعد دونوں انفال کے ابو کے کمرے میں چلی گئی جہاں وہ
بیڈ پہ لیٹے ٹی وی دیکھ رہے تھے اور سمعیہ پاس ہی بچوں کو بہلانے میں مصروف تھی
ادھر اُدھر کی باتوں کے بعد مشقات نے انفال کے ابا" جو کہ اس کے تایا بھی تھے" سے ٹرپ پر جانے
کی اجازت طلب کی پہلے تو وہ راضی نہ ہوئے لیکن مشقات کے زیادہ اصرار اور سمیعہ کی سفارش سے
اجازت مل گئی
ویسے بھی انفال تنہائی پسند لڑکی تھی جس کا باہر آنا جانا کم تھا

یوں مشقات اور انفال نے اپنی تیاری مکمل کی اور مقررہ دن کالج پہنچ گئے
عدی اور سلمان بھی آ چکے تھے سب اپنی اپنی بس میں سوار ہوئے اور روانہ ہو گئے
طویل مسافت کے بعد پہاڑوں کے درمیان سفر کا اختتام ہوا یہی ان کی مطلوبہ جگہ تھی جہاں کیمپ لگانے تھے
سب اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے لیکن انفال نے پہلی مرتبہ اتنا طویل سفر طے کیا تھا تو تھوڑی گھبرائی ہوئی تھی لیکن خود کو نارمل رکھنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مشقات کے علاوہ یہاں سب انجان تھے
دن ڈھل چکا تھا اندھیرا اچھیل کر شام کو سیاہ چادر میں لپیٹ چکا تھا یہ دن اور رات کا کتنا گہرا تعلق ہے نا اک دوسرے کے بغیر رہ ہی نہیں سکتے جب دن تھک ہار کے اپنے اختتام کہ پہنچتا تو رات اس کا استقبال کرتی ہے اور اپنی آغوش میں پناہ دیتی ہے کاش! کہ ہم نے قدرت سے کچھ تو سیکھا ہوتا۔۔۔۔
سب رات کا کھانا کھا کے سو گئے صبح سب کو یہاں سے آگے اک خوبصورت جھیل کی طرف سفر کرنا تھا صبح اٹھ کے سب سے پہلے ٹیچرز کی نگرانی میں سٹوڈنٹس کو گروپوں میں تقسیم کیا گیا پھر ایک ہی گاڑی میں سوار ہوئے اور منزل کی طرف روانہ ہو گئے
عدی سر جھکائے کھڑکی سے باہر کی طرف دیکھ رہا تھا گاڑی ڈھلوانوں چٹانوں کو پار کرتے حسین مناظر کو تنہا چھوڑ کر آگے بڑھ رہی تھی وہ کسی دوسری دنیا میں مگن تھا کہ اک مانوس سی آواز نے عدی کی تنہائی میں خلل ڈالا
عدی نے مڑ کر دیکھا تو مشقات تھی جو پچھلی سیٹوں سے اسے اپنی موجودگی کا احساس دلا رہی تھی عدی کی نظر سیٹ کی اوٹ میں بیٹھی انفال پر پڑی انفال نے بھی لمحہ بھر کے لیے عدی کو دیکھا پھر کھڑکی سے باہر کی طرف متوجہ ہو گئی

اس ایک لمحے نے جیسے عدی پر بجلی گرادی ہو وہ ایک نظر جس نے اس کے اندر موجود تمام گھنٹیوں کو ایک ہی دفعہ ہلا کے رکھ دیا اور اندر ایسا شور اٹھا کہ جیسے کچھ سنائی ہی نہ دے۔۔۔۔

سیاہ لباس میں ملبوس سرمئی شام جیسی انفال۔۔۔۔قدرت نے حسن ونزاکت کی وہ دولت عطا کی تھی جو بہت کم لوگوں کے حصے میں آتی ہے، غزالی آنکھوں والی، حجاب نے سر کو مکمل ڈھانپ رکھا تھا گویا شرم وحیا کا پیکر ہو اس جاذب وجمیل کی اک نظر نے تو گویا جادو کر دیا ہو

عدی کچھ دیر تو حیرانی کے عالم میں دیکھتا رہا پھر دوبارہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا اب کی بار وہ حسین نظر اسے ہر سو دکھائی دے رہی تھی

اب سارے سفر میں اسے دوبارہ ہمت نہیں ہوئی کے مڑ کر دیکھ سکے کچھ دیر میں گاڑی جھیل کے احاطے میں داخل ہو کر رک گئی سب گاڑی سے اترے

پہاڑوں کے دامن میں موجود یہ جھیل اپنا الگ حسن لیے ہوئے تھی درمیان میں چھوٹے ٹیلے ادھر ادھر ٹہلتی کشتیاں جو سیاحوں کو لیے گھوم رہی تھی

اور ادھر اتنی بھیڑ میں بھی گم سم سا پھر رہا تھا خود کو ایک دم سے جھنجوڑا اور خیالوں کی دنیا سے نکل کر حقیقت میں آیا

اتنے میں مشقات اپنی کزن انفال کے ساتھ عدی کی طرف آتے دکھائی دی جوں جوں وہ قریب آ رہی تھی عدی کا دل تو جیسے دھڑکنا بھول گیا ہو

مشقات نے آتے ہی بے تکلفی سے گلہ کیا کے تم تو سارے سفر میں غائب رہے ہو کس دنیا میں ہو۔یقیناً ماں کی فکر لگی ہو گی تو اس فکر سے آزاد ہو کے گھومو پھرو ایک دو دن کی بات ہے

لیکن اسے کیسے بتائے کے دل میں لگی یہ آگ کی وجہ کچھ اور ہے

اس سارے وقت میں انفال سر جھکائے خاموشی سے کھڑی تھی مشقات نے انفال کا تعارف کروایا کہ یہ میری کزن ہے اور اس کی وجہ سے ہی یہاں آپائی ہوں

عدی بولا پھر تو آپ کو شکر گزار ہونا چاہیے انفال کا۔۔۔

عدی نے محسوس کیا کے انفال کے چہرے پہ اداسی اور گھبراہٹ کے ملے جلے تاثرات ہیں وہ کہتے ہیں نا کہ حسن جب اداس ہو تو مزید نکھر جاتا ہے ایسے ہی انفال کا چہرہ بھی لال ہوا جا رہا تھا

یہ دونوں کی پہلی ملاقات تھی عدی چاہتا تھا کہ اس لمحے کو ہمیشہ کے لیے قید کر کے رکھ لیا جائے لیکن ایسے موقع پہ وقت کسی جنگلی بے لگام گھوڑے کی طرح بھاگتا ہے وقت گزر گیا لیکن وہ لمحے عدی کے ذہن میں نقش ہو گئے

انفال کی سادگی اور شرم و حیا نے عدی کو بیحد متاثر کیا تھا

بس اسی کشمکش میں ٹرپ سے واپسی کا وقت آن پہنچا سب خیر و عافیت سے گھر پہنچ گئے لیکن عدی اب بھی پہاڑوں میں کہیں دربدر مخمور آنکھوں کے طلسم سے نکلنے کی کوشش میں تھا

ماں نے واپسی پہ عدی کو دیکھ کے چین کا سانس لیا

انسان مادی طور پہ چاہے جتنی بھی ترقی کر لے لیکن سکون کا وہ لمحہ کبھی نہیں خرید سکتا جو ماں کی پیار بھری ایک نگاہ میں ہوتا ہے جو ٹھنڈک کا احساس ماں کے ہاتھ آنکھوں کو لگانے سے محسوس ہوتا ہے اسی لیے تو جنت ماں کے قدموں تلے ڈال دی گئی ہے

ماں جی نے کھانا تیار کیا عدی نے کھایا اس دوران سارے سفر کے احوال بیان کیے اور جا کے سو گیا اگلے دن کالج جانا تھا اور پھر سے وہی نارمل روٹین تھی۔

دن ہفتوں سے مہینوں میں تبدیل ہوتے گئے اور دوسرے سال کا اختتام آن پہنچا اس دوران عدی اپنے جذبات کو قابو میں رکھے ہوئے تھا مشقات اور عدی کی بارہا انفال کے موضوع پہ بات ہو چکی تھی اور اکثر سلمان بھی اس وجہ سے مزاق میں تنگ کرتا رہتا تھا مشقات اور انفال کے درمیان بھی کبھی کبھار عدی کا تذکرہ ہو جاتا تھا۔

کالج کی الوداعی پارٹی تھی عدی نے مشتاق کو بولا کہ وہ انفال کو اپنے ساتھ کالج لے کے آئے لیکن مشتاق کو باتوں باتوں میں اندازہ ہو چکا تھا کہ معاملہ کیا ہے اس لیے اسے اس بات پہ زیادہ حیرانی نہیں ہوئی لیکن پھر بھی مشتاق نے یہ کہتے ہوئے ٹال دیا کہ اس کے امتحان ہیں وہ نہیں آئے گی

وہ آخری دن بھی گزر گیا امتحان ہو گئے عدی اور سلمان اچھے نمبروں سے پاس ہو گئے

عدی کے بہت زیادہ اصرار پہ مشتاق نے وعدہ کیا تھا کہ وہ انفال سے بات ضرور کروائے گی

ایک شام کھانا کھانے کہ بعد عدی چھت پہ ٹہل رہا تھا کہ موبائل کی گھنٹی بجی جب دیکھا تو مشتاق کا نمبر سکرین پہ جگمگا رہا تھا۔عدی نے فوراً کال ریسیو کی

آگے سے بولنے والی آواز انجان تھی وہی آواز جس کو سننے کے خواب دیکھا کرتا تھا وہی آواز جس کے لیے اس کے کان کے پردے کھچے جا رہے تھے

سلام کا جواب دیتے ہی انفال سخت لہجے میں بولی اور چند ہی لمحوں میں اچھی خاصی سنا بھی دی لیکن عدی چپ چاپ سُن رہا تھا ایک بھی لفظ اس کی زبان سے جاری نہ ہو سکا اُس نے تحمل سے انفال کی باتیں سُنی اور آخر میں بس اتنا کہہ سکا "جی بہتر "اور کال کٹ گئی

سیانے کہتے ہیں کہ

ہر دروازے پہ مِنت اور مَنت نہیں چلتی

کچھ در بڑے مست ہوتے ہیں

مرضی سے کُھلتے ہیں بس اُس در پہ اپنے نام کی عرضی لگا کے آجاؤ دَر والے کی نظر پڑی تو پُکار لے گا

مَن چاہا تو عنایت بھی کر دیگا پڑے نہ رہنا

خود کو بھکاری نہ بنانا

بھیک سے پیٹ پلتا ہے دل نہیں.

مشتاق بھی اس بات پہ حیران تھی کہ یہ انفال نے کس لہجے میں بات کی اس قدر غصیلی تو نہیں ہے

مشقات اس بات پہ شرمندہ تھی چند لمحوں بعد مشقات نے معذرت کا پیغام میسج کی شکل میں بھیجا جس کے جواب میں عدی نے فقط " کوئی بات نہیں " لکھ کے بھیج دیا

عدی اور سلمان اچھے نمبروں سے پاس ہو چکے تھے اور اب ایک اچھی یونیورسٹی میں دونوں کا داخلہ بھی ہو گیا لیکن اس دفعہ دونوں کے ڈیپارٹمنٹ الگ تھے لیکن مشقات نے کسی الگ یونیورسٹی میں داخلہ لیا تھا اس لیے ملنا تو کافی مشکل تھا لیکن فون پہ رابطہ تھا

عدی کو اردو ادب سے بے حد لگاؤ تھا اب تو اس نے خود سے چھوٹی چھوٹی نظمیں بھی لکھنا شروع کر دی تھی لیکن یونیورسٹی میں داخلہ آئی ٹی ڈیپارٹمنٹ میں ہوا تھا

اس تمام عرصے میں ماضی کی تلخ یادیں ذہن سے اتر چکی تھیں اور ایک نئے دور کا آغاز تھا

لیکن انسان لاکھ کوشش کرے لیکن اپنے ماضی سے کبھی نہیں بھاگ سکتا کسی نہ کسی صورت میں وہ دوبارہ حال کا حصہ بن جاتا ہے

عدی نے محسوس کیا کہ کچھ دنوں سے کوئی اس کا تعاقب کر رہا ہے جہاں بھی جاتا ہے وہ شخص کسی طرح اس کے پیچھے ہی ہوتا ہے

شاید ہم اپنی انا کی تسکین کے لیے ہر حد سے گزر جانے سے بھی گریز نہیں کرتے بسا اوقات تو انسانی جان کی قدر بھی انا کے سامنے بے وقعت ہوتی ہے شیطان اسی بات کا فائدہ اٹھا کہ انسان کو ایسے اقدام پر اُکساتا ہے جس کا انجام تباہی کے سوا کچھ نہیں ہوتا

کچھ دن تو عدی نے اس بات پہ زیادہ توجہ نہ دی مگر جب یہ گھیرا اسے تنگ ہوتا دکھائی دیا تو اس نے ابا جی کو ساری بات بتائی کہ کوئی شخص چند دنوں سے گھر سے یونیورسٹی تک تعاقب کرتا ہے اور پھر غائب ہو جاتا ہے ابا جی سمجھ گئے تھے کہ یہ وہی پرانی کہانیوں کا شاخسانہ ہے اب سے ابا جی نے بذاتِ خود عدی کے ساتھ آنا جانا شروع کر دیا لیکن یہ معاملہ چند دن میں ہی تھم گیا لیکن شاید اک نیا طوفان دور کھڑا تماشہ دیکھ رہا تھا۔

## باب: ۵

رات کا پچھلہ پہر تھا عدی جو بستر پہ سونے کی ناکام کوشش کر رہا تھا نیند جیسے اس کی آنکھوں سے کوسوں دور کسی ویرانے میں بھٹک رہی تھی

عدی بستر سے اُٹھ کے کھڑکی کے پاس جا کھڑا ہوا جہاں سے آسمانوں پہ چمکنے والے لاتعداد ستارے جگمگا رہے تھے

اچانک فون کی سکرین پہ روشنی نمودار ہوئی دیکھا تو ایک انجان نمبر سے میسج موصول ہوا تھا نمبر کا بغور جائزہ لیا لیکن جان پہچان والا نہیں تھا

عدی نے تھوڑی دیر بعد پوچھا" کون؟

فوراً جواب آیا" میں انفال"

یہ میسج دیکھتے ہی عدی کی آنکھیں جیسے پتھرا گئیں اسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ اس پری وش کا پیغام آیا ہے جس نے اس کی نیندیں حرام کی ہوئی تھیں عدی نے فوراً حواس بحال کیے اور اتنی دیر میں وہی نمبر کال کی صورت میں سکرین پہ جگمگانے لگا عدی نے کپکپاتے ہاتھوں سے فون اُٹھایا

کچھ دیر کی خاموشی چھائی رہی

علیک سلیک کے بعد عدی نے کہا

یہ کوئی خواب لگ رہا ہے..... مجھے بلکل بھی توقع نہیں تھی

انفال بولی کچھ چیزیں خلافِ توقع بھی تو ہوسکتی ہیں یہ جہانِ ممکنات ہے ویسے میں متجسس تھی اس قدر اکھڑے لہجے اور بدلحاظی کی کوئی شکایت نہیں کی آپ نے میں اس بات سے برا محسوس کر رہی تھی

عدی بولا اس میں برا لگنے والی کوئی بات نہیں تھی چھوڑیں۔۔۔

مشقات نے مجھے بتایا تھا آپ کے بارے آپ کی سوچ کے بارے مجھے لگا تھا کہ میں نے آپ کے

ساتھ زیادتی کی ہے۔۔۔انفال نے کہا۔۔۔
آپ یہ باتیں کر کے مجھے ہی میری نظروں سے گرا رہی ہیں آپ ایسا نہ کہیں عدی نے کہا
اس بات پر انفال خاموش ہو گئی
کچھ دیر رسمی گفتگو ہوئی اور پھر کال کٹ گئی یہ باقاعدہ پہلی ادھوری ملاقات تھی جو تجسس اور شرمساری کے ملے جلے جذبات لیے ہوئی تھی
ساری رات کروٹیں بدلتے گزر گئی
اگلے روز ایسا ہوا کہ ابا جی نے طلب کر لیا اور کہا کے دیکھو اب سے تم اپنے والد کے ساتھ کاروبار میں ہاتھ بٹایا کرو تا کہ تم بھی سارے داؤ پیچ سیکھ سکو کل کلاں کو تم نے ہی تو سب کچھ سنبھالنا ہے عدی جوابا جی کے سامنے بت بنا بیٹھا تھا سوائے ہاں کے کچھ نہ کہہ سکا ابا جی نے زیادہ دباؤ نہیں ڈالا فقط وقت کے ساتھ چلنے کا بول رہے تھے
اور یہ بات عدی اچھی طرح سمجھتا تھا کہ وقت کی رفتار کو پکڑنے کے لیے کس قدر محنت کرنی پڑتی ہے انسان ہمیشہ سے وقت کے ساتھ رنگ بدلتا ہے اپنے طور طریقے سب کچھ بدل ڈالتا ہے کیوں کے زمانے کے ساتھ جو چلنا ہوتا ہے دُنیا داری بھی تو نبھانا ہوتی ہے
فون کی بیل بجی اور سکرین پہ سلمان کا نمبر تھا جس سے کافی دنوں سے ملاقات نہ ہو سکی تھی دونوں نے ریل کی پٹڑی سے ہٹ کے اس ٹیلہ نما جگہ جہاں ایک پرانا شریں کا درخت جس کے تنے آس پاس پھیلے تھے پہ ملنے کا وعدہ کیا جہاں سے لاتعداد مرتبہ سورج کو ڈھلتے دیکھا تھا
دونوں وہاں پہنچے تو گرمجوشی سے ملے جیسے برسوں سے بچھڑے ساتھی ہوں بیٹھ کے خوب باتیں ہوئی اردو ادب کا خوب چرچا رہا عدی نے تازہ لکھی ایک غزل کے چند اشعار بھی سنائے باتوں باتوں میں عدی نے سلمان کو کچھ دن پہلے آئی انفال کی کال کے بارے میں بتایا اور یہ بھی کہ اب سے والد صاحب کا ہاتھ بٹانا ہے تو مصروفیت بڑھ جائے گی اور پھر ایک دوسرے کو الوداع کہہ کے گھروں کو

لوٹ گئے

اگلے دن یونیورسٹی سے واپس آ کے کھانا کھایا اور والد صاحب کے دفتر کی طرف ہو لیا

عدی کے والد بیرونِ ملک سے کافی سرمایہ اکٹھا کر کے لائے تھے اور شہر کے وسط میں گھی کا کاروبار کر رہے تھے ایک بڑا سا گودام تھا جہاں پر سامان کا ڈھیر لگا تھا اور ساتھ میں دفتر بنایا تھا جہاں سے سارے معاملات کی دیکھ بھال کی جاتی تھی

عدی پہلی بار یہاں نہیں آیا تھا لیکن کام کی غرض سے پہلا چکر تھا

سارا دن والد صاحب کے ساتھ رہا اور ہر چیز کا بغور مشاہدہ کیا شام میں گھر واپس آ گیا

اتنے دنوں میں اس کے ذہن میں کچھ عجیب سا چل رہا تھا اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کے کیا کرے اس نے بارہا انفال کو میسج کرنے کا سوچا لیکن ہر بار ہی ہاتھ رُک جاتا

اسی کشمکش میں مزید دن گزر گئے لیکن انتظار کا یہ لمحہ تب اختتام کو پہنچا جب انفال کے میسج نے موبائل کی سکرین کو جگمگایا علیک سلیک کے بعد کچھ دیر رسمی گفتگو ہوئی اور انفال نے کہا

مجھے لگ رہا شاید آپ کے ذہن سے ناراضگی نہیں گئی ابھی تک

ہماری کیا مجال کہ ہم ناراض ہوں عدی نے کہا

اس پہ انفال بولی کہ اتنے دن سے کوئی رابطہ نہیں اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے

تو میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ آپ انتظار کر رہی تھی؟ عدی نے واپس سوال کر دیا

ہاں یا شاید نہیں۔۔۔۔انفال نے جواب دیا

عدی بولا میں بھی ہاں یا نہ کی کشمکش سے دوچار تھا

اُمید ہے کہ اب یہ دور ہو چکی ہو گی انفال نے کہا

یقیناً اب تو نہیں رہی عدی نے بات مکمل کرتے ہوئے کہا

اس کے بعد تھوڑی گفتگو ہوئی اور بات ختم ہو گئی یہ دورِ جدید میں موبائل جو ادھوری ملاقات کا ذریعہ

ہے لیکن یہ بالمشافہ ملاقات سے کم نہیں ہے ایسے لگتا ہے جیسے سامنے بیٹھے شخص سے روبرو گفتگو کر رہے ہوں

اس گفتگو کے بعد یہ سلسلہ بڑھتا گیا اور یہ انجان لوگ بہت اچھے دوست بن گئے لیکن اس کے باوجود جو راز عدی نے اپنے اندر دفن کیا تھا وہ ظاہر نہ کیا اس لیے بھی کہ لوگ آپ سے خوف زدہ ہو جاتے ہیں یا شاید دور بھی ہو جاتے ہیں کیونکہ ہر انسان کے اندر ایک قدرتی ڈر موجود ہوتا ہے

ابھی سب ٹھیک چل رہا تھا عدی کی کاروبار میں دلچسپی نے والد صاحب کو کافی متاثر کیا تھا یونیورسٹی کے ساتھ دفتری معاملات دیکھنا آسان کام نہیں تھا

ایک روز عدی یونیورسٹی میں کلاس لے رہا تھا کہ ماں جی کے نمبر سے کال موصول ہوئی اور فوراً گھر آنے کو کہا عدی عجلت میں گھر پہنچا تو خبر ملی کے گودام میں چوری ہوئی اور چور سارا سامان لے گئے ہیں اور گارڈ بے ہوشی کی حالت میں گودام کے اندر ملا یہ ایک بڑا دھچکا تھا کیونکہ چند دن قبل سامان کا ٹرک اتروایا تھا

عدی فوراً دفتر پہنچا جہاں والد صاحب غم میں نڈھال بیٹھے تھے اور پولیس بھی موقع پہ پہنچ گئی تھی اور سارے واقع کی جانچ کر رہی تھی اور ارد گرد سے تفتیش کر رہی تھی

یہ مالی طور پہ ایک بھاری نقصان تھا جس کی تلافی شاید ناممکن تھی چونکہ یہ اپنی نوعیت کی بڑی واردات تھی سو خبر جنگل میں آگ کی طرح پورے شہر میں پھیل گئی

دادا ابو نے والد صاحب کو صبر کی تلقین کی اور اللہ کی رضا پہ راضی رہنے کو کہا کیونکہ سوا صبر کے کوئی چارہ بھی نہیں تھا

عدی شام کے کھانے کے بعد کمرے میں بیٹھا تھا اسے کچھ سوجھ نہیں رہا تھا کہ لاشعوری طور پہ انفال کا نمبر ڈائل کیا اور کال ملا لی چند ہی لمحوں میں مانوس سی آواز نے سلام کیا عدی نے جواب دیا

انفال نے پوچھا کہ آپ کے گودام میں چوری ہوئی ہے کیا؟

عدی نے افسردگی کے ساتھ کہاہاں جی۔۔۔آپ کو کیسے پتا؟

انفال نے کہاابو بتارہے تھے۔۔۔تو مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ اس جگہ پہ تو آپکا ہی گودام ہے ویسے کتنا نقصان ہوا؟

یہی کوئی تیس سے پینتیس لاکھ کے قریب عدی نے جواب دیا

انفال نے کہا یہ تو بہت زیادہ ہے کچھ پتا چلا؟ کس نے کیا کیسے ہوا؟

ابھی تک تو کچھ نہیں لیکن پولیس پتا کررہی عدی نے جواب دیا

انفال نے حوصلہ دیتے ہوئے کہا آپ پریشان نہ ہوں اللہ بہتر کرنے والا ہے۔۔

عدی نے جواب دیا جی میں تو نہیں ہورہا لیکن ماں جی اور بابا صدمے میں ہیں

آپ انہیں حوصلہ دیں سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا انفال نے کہا

عدی نے اداس لہجے میں کہا سمجھایا تو ہے بس۔۔۔

آپ خوب محنت کرو یہ سب کچھ دوبارہ مل جائے گا انفال نے کہا

عدی نے کہاہاں! یہ مل تو جائے گا ہی۔۔۔

عدی کے لہجے سے افسردگی چھلک رہی تھی یہ وہ وقت ہوتا ہے جب انسان کو دوست اور دشمن کا پتا چلتا ہے

انفال ظاہری طور پہ کچھ کرتو نہ سکتی تھی لیکن عدی کے ساتھ جذباتی طور پہ کھڑی تھی اور ایک دوست ہونے کا حق ادا کررہی تھی

انفال انتہائی درد دِل رکھنے والی لڑکی تھی اس کی اچھائی باتوں سے ظاہر ہوتی تھی اور جو بات منہ پہ ہوتی وہی دل میں منافقت نہیں رکھتی تھی یہ باتیں تھیں جو عدی کو انفال کی طرف بے ساختہ لے جاتی تھی۔زندگی میں ایک دفعہ آپ کو کوئی ایسا مخلص شخص ضرور ملتا ہے جو بے لوث ہوکے آپ کے ساتھ کھڑا ہوآپ کے دکھ درد میں شریک ہوا کثر لوگ عجلت میں ایسے شخص کو گنوا دیتے ہیں لیکن عمر بھر پھر

شاید ہی ایسا کوئی مل سکے۔عدی بھی ان لوگوں میں سے تھا جسے وہ نایاب شخص میسر تھا
اس بھاری نقصان کے بعد مزید رقم نہ ہونے کی وجہ سے کاروبار ٹھپ ہوگیا اور پھر مجبوراً اسے بند کرنا پڑا اب آمدن کا کوئی ذریعہ نہیں تھا جس کی وجہ سے پڑھائی اور دوسرے اخراجات چل سکتے
اس کٹھن وقت میں عدی کے والد کو دوبارہ بیرونِ ملک جانا پڑا اگر چہ ان کے اس فیصلے پہ کوئی راضی نہیں تھا لیکن اس کے باوجود عدی کے مستقبل کے لیے یہ فیصلہ لینا پڑا اور عدی کے والد دوبارہ بیرونِ ملک چلے گئے اس سے یہ ہوا کہ پڑھائی کا خرچ اور گھریلو اخراجات آسانی سے چلنے لگے
عدی ایک صابر وشاکر ماں کا بیٹا تھا جس نے ہمیشہ مضبوط سہارا دیا دولت کی فراوانی سے لے کر یہاں تک کا سفر کٹھن اور مصیبتوں سے بھرا ہوا تھا جو زندہ دلی سے طے کیا تھا
اس سارے دور میں کوئی دوست کوئی رشتہ دار کام نہ آیا عدی کے ماموں جو کہ عرصہ دراز سے ناراض تھے انہوں نے بھی کبھی پلٹ کے دھیان نہیں دیا چھوٹی سی عمر میں تلخ تجربات کا ہو جانا انسان کو سنجیدہ کر دیتا ہے اس سارے عرصے میں ماں کے علاوہ کوئی چٹان کی طرح ساتھ کھڑا تھا تو وہ انفال تھی جو ہر لمحہ سائے کی طرح ساتھ تھی
مرد اکثر من پسند کی موجودگی میں دُنیا کی ساری کڑواہٹ بھول جاتا ہے غمِ دوراں سے بے خبر زندگی جینے کی طرف مائل ہوتا ہے من پسند کے ساتھ گزارا جانے والا ہر لمحہ حوصلے کو تقویت دیتا ہے
عدی اور انفال کو ایک دوسرے سے بے حد لگاؤ ہو گیا کب اس نے محبت کا روپ دھار لیا کسی کو پتا ہی نہ چلا لیکن اپنے دلوں میں یہ شعلے لیے جی رہے تھے اور اس بات کا اظہار اکثر اپنی شاعری اور تحریروں میں کرتا رہتا تھا جو کسی غریب کی جوڑی ہوئی رقم کی طرح سنبھال کے رکھی ہوئی تھی
انفال علمی وادبی لحاظ سے بھی ایک ذہین لڑکی تھی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو بہت باریکی سے دیکھتی جو اُس کی گفتگو سے صاف ظاہر ہوتا تھا۔۔۔وہ جس سے ایک دفعہ ہمکلام ہو تو وہ دوبارہ ملنے کی چاہت ضرور کرے اس واسطے تو احمد فرازؔ صاحب نے لکھا تھا کہ

سُنا ہے بولے تو باتوں سے پھول جھڑتے ہیں

یہ بات ہے تو چلو بات کر کے دیکھتے ہیں

## باب: ٦

عدی سے لگاؤ کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ انفال کے گھر والوں کا رویہ اُس کے ساتھ کچھ ٹھیک نہیں تھا
سمیعہ سے دوسری شادی کے بعد انفال کے ابو کی مکمل توجہ کا مرکز دوسرے بچے تھے جن کی وجہ سے وہ
یکسر نظر انداز ہو جاتی سمیعہ بھی اکثر اسی ٹوہ میں رہتی کہ کب کوئی بات ہو تو انفال کو زچ کر سکے اُس
نے کبھی اس بات کا گلہ تو نہ کیا مگر اس کی باتوں سے صاف ظاہر ہو جاتا
یہی وجہ تھی کہ دونوں رفتہ رفتہ قریب تر ہوتے گئے اُن کی سوچ، عادات رویے سب میں مماثلت پائی
جاتی تھی۔ روز بات کا دورانیہ بڑھتا چلا گیا اب کب رات ہوئی کب دن نکلا کچھ پتا نہیں ہوتا
ایک روز شام کے بعد دورانِ گفتگو انفال نے سوال کیا۔۔۔۔
محبت کیا ہے؟
عدی نے جواب دیا اس کے بہت سارے جواب ہو سکتے ہیں ہر شخص محبت کو مختلف نظریے سے دیکھتا
اس کی کہانی الگ ہے اور اس کا جواب بھی الگ ہے لیکن میری عقلِ کُل کے مطابق اس کی سادہ سی
تعریف یہ ہو سکتی ہے۔ محبت کا کوئی ایک روپ نہیں
محبت کے کئی چہرے ہیں اور ہر چہرہ نرالا اور خوبصورت ہے۔
محبت کبھی بلال بن کر ظلم سہتی ہے اور یا احد یا احد کہتی ہے۔
کبھی مجنوں بن کر لیلا کا در ہو کر رہ جاتی ہے۔
محبت کبھی سمندروں کی گہرائیوں میں غوطے لگاتی ہے اور کبھی پہاڑ کی اونچائی پر جا کر سانس لیتی ہے۔
محبت رسوا ہوتی ہے محبت رسوا کرتی بھی ہے، مگر جس سے ہو جائے اس سے خود سے ایک لمحہ بھی جدا
نہیں کرتی۔ محبت کبھی منصور بن کر سولی پر چڑھتی ہے اور کبھی وہی محبت شکل بدل کر جنید بغدادی کے
روپ میں فتوے پر مہر لگاتی ہے۔ محبت کی رمز کو پہچان لینا بہت دشوار ہے۔ جب محبت اپنی کیفیات کی

انتہا پر پہنچتی ہے تو درِ مصطفیٰ جا کر لامکاں کی سیر کو نکل جاتی ہے اور میراج کی شکل اختیار کرتی ہے۔بس اتنا جان لو محبت خدا کا وصف ہے وہ جسے جتنا چاہے عطا کر دیتا ہے محبت خدا کی شان ہے اور شاید یہی اس کی بہترین تعریف ہے۔

واہ! کیا خوب تعریف ہے اس سے بہترین شاید نہ ہو انفال نے کہا

آپ کہہ سکتی ہیں ایسا۔۔۔لیکن ہر کوئی اپنے نظریے سے بیان کرتا ہے۔۔۔ویسے آپ کس طرح اس کی تعریف کریں گی؟ عدی نے اُلٹا سوال کیا

میرے پاس اس کا کوئی خاطر خواہ جواب نہیں ہے لیکن آپ نے جو تعریف بیان کی ہے اس سے بہتر میں نے نہیں سُنی۔۔۔انفال نے کہا

شکریہ! مگر حیرت کی بات ہے کہ اس قدر ذہین لڑکی ہو اور اسے محبت کی تعریف ہی نہ پتا ہو عدی نے کہا آپ کو پھر کبھی اس کا جواب ضرور دوں گی۔۔۔انفال نے جواباً کہا

عدی نے کہا کہ مجھے اُس وقت کا شدت سے انتظار رہے گا۔۔۔۔پھر گھڑی پہ نظر دوڑائی تو تین بج رہے تھے عدی چونکا

ارے! مجھے تو صبح یونیورسٹی جانا ہے اور ٹائم دیکھو کیا ہو گیا عدی نے کہا

انفال بولی آپ سو جاؤ میں مزید ایک گھنٹہ پڑھوں گی پھر سونا ہے

صبح اُٹھا تو ماں جی نے آنکھوں کو دیکھ کے کہا کیا بات ہے رات سوئے نہیں؟؟

عدی بولا سویا تھا لیکن تھوڑا لیٹ

ماں جی نے ڈانٹتے ہوئے کہا وقت پہ سویا کرو اور اس بیماری سے دور رہا کرو جو ہاتھ میں پکڑی ہے یہی تمھیں ساری رات سونے نہیں دیتی

عدی مسکرایا ماں کو گلے لگا کہ بولا اچھا نا اب سے جلدی سویا کروں گا آپ ناشتہ بنا دیں مجھے یونیورسٹی جانا ہے۔۔۔

میں پہلے ہی بنا چکی تم ہاتھ منہ دھو کے جلدی سے آ جاؤ۔۔۔۔

عدی فوراً کھانے کے میز پر پہنچا اور تیزی سے ناشتہ کرنے لگا اس دوران فون پر انفال کا صبح بخیر کا میسج موصول ہوا جس نے عدی کے چہرے پر مسکراہٹ بکھیر دی

ہماری زندگی میں ایک ایسا شخص ضرور آتا ہے جو ہمارے لیے انرجی کا کام کرتا ہے اس سے رابطہ رہے تو ہم اندر سے بھی زندہ رہتے ہیں مگر جونہی رابطہ ختم ہو تو ہماری انرجی ختم ہونے لگتی ہے پھر ہمارے اندر ویرانیاں جنم لینے لگتی ہیں جو آسیب کی صورت میں ہمارا حلیہ تک بگاڑ دیتی ہیں لاکھ کوشش کے باوجود بھی انسان زندگی کی طرف نہیں لوٹ پاتا۔۔۔انفال وہی انرجی کا کام کر رہی تھی

ماں جی نے متجسس نظروں سے عدی کی طرف دیکھا عدی نے فوراً جواب دیا کہ دوست ہے ایک اسی کا میسج تھا ایسی کوئی بات نہیں ہے

ماں جی نے کہا دوست ہی رہے تو بہتر ہے ورنہ بات تو بہت بڑھ جائے گی جواب سن کے عدی ہڑ بڑا سا گیا جلدی سے اُٹھا اور ماں کے ماتھے کو بوسہ دیا اور یونیورسٹی کو چل دیا جہاں آج اس نے اسائنمنٹ جمع کروانی تھی

کیونکہ جلد ہی پہلے سمیسٹر کا اختتام تھا اور عدی کو پڑھائی کی فکر لگی رہتی تھی اور ان دنوں معمول کافی پریشان کن تھا لیکن پھر بھی جیسے تیسے پہلا سمیسٹر مکمل ہو گیا۔۔۔۔

خلیل جبران لکھتے ہیں کہ

"جب محبت تمھیں اشارہ کرے تو اس کے پیچھے جاؤ۔

باوجودیکہ اس کے راستے" مشکل اور دشوار گزار ہیں"۔۔۔۔

شاید عدی کے دل میں اُٹھنے والی محبت کی چنگاری جس نے طاقتور آگ کا روپ دھار لیا تھا جس کے شعلے آنکھوں سے ظاہر ہوتے تھے آس پاس کی چیزوں کو جلا کے راکھ کرنے کو کافی تھے

ایک طویل اندرونی جنگ کے بعد اپنے اندر کے بزدل کو شکست دے کر عدی نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنے

دل کی بات انفال کے گوش گزار کر دے گا اسے بتائے گا کہ دیکھو تمھاری روشنی کس قدر میری روح کو اجالا بخش رہی ہے تمھارے لفظوں کی حرارت مجھے روز نئی جہت عطا کر رہی ہے جس سے دُنیا کے وہ راز مجھ پہ افشاں ہو رہے ہیں جن کو تلاشتے سائنسدان مٹی میں مل گئے ہیں۔۔۔

دوسری طرف انفال کے دل میں بھی محبت مضبوطی سے اپنے پنجے گاڑھ چکی تھی عدی کی باتوں، احساسات اور آواز کی چاشنی نے ماحول میں ایسی مٹھاس گھولی تھی کہ ایسا ظاہر ہوتا تھا جیسے اب اس کے بعد شاید جہان کا اختتام ہے۔۔۔۔

اس طرح دونوں کے دلوں میں محبت کی جس کونپل نے اپنے ہونے کا عندیہ دیا تھا اب تناور درخت کے مراحل طے کرنے کو تیار تھی۔۔۔

دوسرے سمیسٹر کا آغاز تھا۔ بھاری نقصان کی وجہ سے جو حالات کشیدہ ہوئے تھا والد صاحب کی قربانی اور انتھک محنت سے قدرے بہتر ہو چکے تھے باپ وقت کا بادشاہ بھی ہو تو اپنی اولاد کو خود سے کامیاب دیکھنا چاہتا ہے اور اس کے لیے وہ زمانے بھر کی خاک چھانتا ہے لوگوں کے تلخ لہجے، کڑوی باتیں اور ساری دھتکار فقط اس واسطے برداشت کرتا ہے کہ اپنے جاں نشینوں کو بہتر مستقبل دے سکے تمام عمر کی محنت کی تھکان اس وقت اُتر جاتی ہے جب وہ اپنے وارث کو دین و دنیا میں کامیاب ہوتا دیکھتا ہے۔۔۔

## باب: ۷

چھٹی کا دن تھا عدی جو کے کافی دیر سے بیدار ہو چکا تھا لیکن ابھی تک بستر پر تھا باہر کا موسم خوشگوار تھا بارش کے آثار تھے اور ٹھنڈی ہوا کھڑکی پہ دستک دے رہی تھی

عدی نے بستر پر لیٹے ہی انفال کا نمبر ڈائل کیا اور کال ملا دی انفال جو اپنے معمول کے کام نپٹا کے فارغ ہو چکی تھی اور بیٹھ کے کتاب پڑھنے میں مصروف تھی ساتھ میں پڑی میز پہ رکھے ہوئے فون پہ عدی کا نمبر کال کی صورت میں ظاہر ہوا انفال نے فوراً کال اُٹھاتے ہی اپنے مخصوص انداز میں سلام کیا

وسلام! کیسی ہیں آپ؟؟ عدی نے پوچھا

ہمیشہ کی طرح بہت پیاری۔۔۔انفال نے شرارتاً کہا

وہ مجھے پتا ہے میں نے طبعیت کا پوچھا ہے۔۔عدی نے کہا

وہ تو ٹھیک ہے انفال نے مختصر جواب دیا

عدی نے یہ سوچ لیا تھا کہ اب وہ اپنے دل میں اُٹھنے والے جذبات کا اظہار کر دے گا اور اسے بتائے گا کہ وہ کس قدر اسے چاہتا ہے اسے معلوم تھا انفال بھی اسے پسند کرتی بار ہا باتوں باتوں میں اس نے کہا بھی لیکن وہ باقاعدہ اظہار محبت کرنا چاہتا تھا اور اس بارے میں کئی مرتبہ سوچ چکا تھا لیکن اس بار انفال کے روبرو بیٹھ اپنا دل کھول کے دکھانا چاہتا تھا اور بتانا چاہتا تھا کہ دیکھو یہ کس قدر چاہت سے لبریز ہے

مجھے آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے عدی نے تمہید باندھتے ہوئے کہا

آہاں؟ ایسی کونسی ضروری بات ہے؟؟ انفال نے پوچھا

وہ میں آپ کو مل کے بتاؤں گا عدی نے جواب دیا

اچھا جی !ایسی کونسی بات ہے جو ایسے فون پہ نہیں بتائی جا سکتی ؟؟؟ انفال نے پھر سوال کیا

عدی نے کہا اچھا سنو! میں چاہتا ہوں کہ ہم دُنیا کی بھیڑ میں ضروری وقت میں سے قیمتی لمحے نکال کے ایک دوسرے کے روبرو بیٹھیں

انفال نے پوچھا تو کیا یہ اتنا آسان ہے؟

آسان میں بنالوں گا عدی نے جواب دیا

ہاں تو پھر ٹھیک ہے روبرو بھی بیٹھ جائیں گے انفال نے کہا شام میں ساری تفصیل بتاؤں گا۔۔۔اچھا بتاؤ مشقات آج کل کہاں ہوتی ہے عدی نے سوال کیا

انفال نے جواب دیا کہ وہ مصروف لڑکی ہے اس نے یونیورسٹی میں داخلہ لیا ہے پھر گھر بھی بچوں کو پڑھاتی ہے

ہاں تبھی تو کوئی خبر نہیں ہے کالج کے بعد تو جیسے غائب ہی ہوگئی ہے عدی نے کہا

پھر شام عدی نے انفال کو ساری بات تفصیل سے بتائی اور مشقات سے بھی بات کر لی کیونکہ مشقات کی یونیورسٹی میں ملاقات رکھی گئی تھی دونوں بہت خوش تھے

لیکن شاید تقدیر اپنا فیصلہ اس سے پہلے سنا چکی تھی کچھ عرصہ قبل سے کوئی عدی کا مکمل دھیان رکھے ہوئے تھا لیکن اب کی بار یہ سب اس قدر چھپا کے کیا گیا کہ عدی کو بھنک بھی نہیں لگی

ملاقات سے ٹھیک دو دن پہلے عدی شام کا کھانا کھا کہ کمرے میں بیٹھا تھا کہ باہر دروازے پر زوردار دستک ہوئی عدی نے کھڑکی سے باہر جھانکا تو دس کے قریب آدمی اسلحہ کے ساتھ باہر کھڑے تھے

عدی نے فوراً جا کے ابا جی کو بتایا دروازہ اس بار مزید زور سے بجا اور باہر سے بولنے والوں کی آوازیں اندر تک آ رہی تھی

سب گھبرائے ہوئے تھے سب سے پہلے عدی نے چھت کے راستے والدہ کو ساتھ والے گھر میں چھپا دیا اور ابا جی اور عدی خود دوسری منزل پہ سٹور روم میں چھپ گئے وہ کمرہ ایسے بنا تھا کہ اگر کوئی گھر میں

داخل بھی ہوتا تو فوراً پتا چل جاتا پھر عدی اور ابا جی ساتھ والے گھروں میں پناہ لے سکتے تھے جب تیسری مرتبہ دستک ہوئی تو اس کے فوراً بعد گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہوئی اور سارے دروازے کو چھلنی کر دیا عدی کے پاس بھی اسلحہ موجود تھا لیکن ابا جی نے کسی بھی طرح کی کاروائی سے منع کر دیا عدی کا گھر شہر کے گنجان آباد علاقے کی ایک تنگ گلی میں تھا جہاں شام کے بعد سناٹا ہی ہوتا تھا کافی دیر کے بعد گولیوں کی گرج رک گئی اور ساتھ ہی موٹر سائیکلوں کے جانے کی آواز آئی اس کے باوجود بھی ابا جی نے عدی کو نکلنے سے منع کیا۔۔۔ کہ یہ کوئی چال ہو سکتی ہے۔۔۔تقریباً تین گھنٹے چھپے رہنے کے بعد جب گلی میں شور ہوا تو عدی اور ابا جی ساتھ والے گھر جہاں پہ ماں جی موجود تھی جن کی سانسیں رکی ہوئی تھی عدی کو دیکھ کے بحال ہوئی وہاں پہنچے پھر اسی وقت تینوں چہرے چھپا کے دوسرے شہر میں موجود عدی کی پھوپھو کی طرف روانہ ہو گئے گھر بلکل سنسان پڑا تھا دوبارہ جا کے دیکھا بھی نہیں کہ ہوا کیا ہے لیکن پتا تو تھا کہ یہ کیوں ہوا ہے

لیکن سب سے پہلے حفاظت تھی اور پھر کوئی عملی قدم تھا۔۔۔دوسرے شہر پہنچتے ہی عدی کے والد کو بتایا انہوں نے فوراً بھروسہ مند دوست کو کہہ کہ اسی شہر میں گھر کا بندوبست کیا اور رات کی تاریکی میں اسلحہ کی موجودگی میں عدی کے والد کے دوستوں کی مدد سے ضروری سامان اٹھایا اور ایک لمبا سفر کرنے کے بعد دوسرے شہر منتقل ہو گئے۔

اس دوران عدی کا نمبر مکمل طور پہ بند تھا ابا جی کے فون سے سب کچھ کیا جا رہا تھا

ملاقات کا دن گزر چکا تھا نہ عدی آیا نہ اُس کا فون۔۔۔۔

انفال کی حالت پتلی ہو چکی تھی اسے کچھ سوجھ نہیں رہا تھا

انفال نے فوراً مشتاق کو فون کیا اور سلمان کے ذریعے پتا کروانے کا بولا سلمان کو بھی اس بارے میں علم نہیں تھا کہ اصل میں ہوا کیا ہے مشتاق کے کہنے پہ فوراً عدی کے گھر پہنچا تو دروازے پر گولیوں کے نشان دیکھ کہ گھبرا گیا نشان اس قدر بڑے تھے کہ باہر سے کھڑے ہو کہ اندر کا نظارہ کیا جا سکتا تھا

سلمان نے جب محلے سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ عدی اور اس کی فیملی تو جا چکی۔۔۔۔کہاں گئی کسی کو کچھ معلوم نہیں

سلمان سکتے میں چلا گیا اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا اور پھر مشقات جو لگاتار فون کر رہی تھی اسے کیا جواب دیتا؟؟؟

سلمان نے دل بڑا کر کے مشقات کو ساری بات بتائی۔۔۔مشقات کو یقین ہی نہیں آ رہا تھا کیونکہ اس سے پہلے عدی نے اس لڑائی کا کبھی ذکر نہیں کیا تھا ایک دم سے سب حیرانی میں گم تھے

سلمان نے بار ہا عدی کا نمبر ملایا لیکن مسلسل بند جا رہا تھا اب عجیب عجیب خیالات جنم لینے لگے کیونکہ جو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا وہ ایک بھیانک منظر تھا سلمان صرف اللہ سے عدی اور اس کے گھر والوں کی سلامتی کی دعا کر رہا تھا

ادھر انفال حواس کھو بیٹھی تھی کہتے ہیں کہ اگر آپ کا محبوب اچانک بن بتائے چلا جائے تو یہ آپ کو پاگل کرنے کے لیے کافی ہے

انفال کی حالت بتا رہی تھی کہ وہ واقع پاگل ہو جائے گی تب اسے احساس ہوا کہ وہ عدی سے کس قدر محبت کرتی ہے وہ پھوٹ پھوٹ کے رو رہی تھی اور عدی کی سلامتی کے لیے دعائیں مانگ رہی تھی۔۔۔۔

# باب: ۸

عدی کو غائب ہوئے ایک ہفتے سے زیادہ کا وقت گزر گیا تھا لیکن ابھی تک کوئی خبر نہیں تھی نہ ہی سلمان کی طرف سے کوئی خاص پیغام آیا اس بات نے انفال کی نیندیں حرام کی ہوئیں تھیں انفال نے اس سے پہلے کبھی خود کو اتنا بے بس محسوس نہیں کیا تھا جتنا کہ ابھی کر رہی تھی
لیکن یہ آزمائش کا وقت ختم ہوا اور ٹھیک دس دن بعد ایک انجان نمبر سے کال موصول ہوئی
انفال نے فوراً اُٹھائی تو دوسری طرف بولنے والا عدی تھا ہاں وہی جو دس دن سے لاپتا تھا جس کے لیے ہزار منتیں مانگی گئی دعائیں کی گئیں۔۔۔
عدی نے پہلی سانس لی تھی کہ انفال نے پہچان لیا۔۔۔
آپ کہاں تھے؟؟؟؟ آپ کا نمبر بھی بند اور کوئی میسج تک نہیں؟؟؟ اور آپ کے گھر پہ گولیوں کے نشان کیسے تھے؟؟؟ آپ ٹھیک تو ہیں؟؟؟؟
انفال نے بغیر سانس لیے سوالوں کی بوچھاڑ کر دی اور خاموش ہوتے ہی رونا شروع کر دیا
کافی دیر تک روتی رہی جب سانسیں بحال ہوئی تو عدی نے کہا میں سب بتاتا ہوں تھوڑا پرسکون ہو جاؤ۔۔۔اچھا بتائیں ایسا کیا ہوا تھا؟؟؟ انفال نے سسکیوں بھری آواز میں کہا
عدی نے شروع دن سے لے کے ہونے والے واقعات بیان کیے۔۔۔۔وہ راز جو کئی سالوں سے اپنے سینے میں دفن کیے بیٹھا تھا بتا دیا کہ کس طرح گاؤں سے اس لڑائی کا آغاز ہوا جس کے اختتام کا کچھ پتہ نہیں ہے اور کچھ دن پہلے کا واقعہ بھی پرانی رنجش کا نتیجہ ہے عدی مسلسل بول رہا تھا اور انفال خاموشی سے آنسو بہائے سن رہی تھی اسے اس بات کا فیصلہ کرنے میں دشواری ہو رہی تھی کہ وہ اس کے بغیر بتائے جانے پہ ناراض ہو یا عدی کے خاندان پہ ٹوٹنے والی قیامت پہ افسردہ۔۔۔بہر حال انفال کے لیے یہ بات قیامت سے کم نہیں تھی۔۔۔

انفال نے خود کو سنبھالتے ہوئے عدی کو دلاسہ دیا۔۔ یہ وہ دلاسہ تھا جو گزرے دس دنوں میں اس قدر اپنائیت سے پہلی دفعہ ملا تھا۔۔۔

دنیا میں مصیبت زدہ لوگوں کو دلاسوں کا قحط ہمیشہ سے رہا ہے کیونکہ اس جدت نے لوگوں کو ایک دوسرے سے دور کر دیا ہے ہر کوئی ایک ایسی گہری کھائی کی طرف بھاگا جا رہا ہے جس سے واپسی ناممکن ہے

لیکن پھر اس دورِ ناگزیر میں کسی ایسے شخص کا میسر ہونا نعمت سے کم نہیں ہے جو آپ کو ٹوٹنے نہ دے جب آپ گر رہے ہوں تو وہ آپ کو سنبھالنے کی صلاحیت رکھتا ہو جو آپ کو دُنیا کی نظر سے نہیں بلکہ محبت کی نظر سے دیکھے۔۔۔اور وہ اس وقت بھی آپ کا ساتھ دے جب ساری دنیا آپ کو دُھتکار رہی ہو

اس چند دن پہلے ہوئی ہجرت نے عدی کے خاندان کو مکمل طور پہ توڑ کے رکھ دیا ابا جی کے مخبروں کے ذریعے پتا چلا تھا کہ اس کاروائی میں اس شخص کے بیٹے کا ہاتھ ہے جو سالوں پہلے احمد علی کے انتقام کا نشانہ بنا تھا

اب عدی مزید محتاط رہنے لگا ابا جی کو اس کی فکر کھائے جا رہی تھی والدہ بھی اکثر اوقات مصلحے پہ بیٹھی اس مشکل وقت کے ٹلنے کی دعائیں کرتی رہتی تھی عدی کا یونیورسٹی میں پہلا سمیسٹر ختم ہوا تھا تعلیم ادھوری رہ گئی جو فی الحال تو مکمل ہوتی نظر نہیں آ رہی تھی عدی نے انفال کے علاوہ کسی سے رابطہ نہیں کیا تھا اور انفال کو بھی کسی کو بتانے سے منع کیا تھا۔۔۔۔

عدی کے رویے میں تبدیلی آنا شروع ہوئی شاید وہ نہیں چاہتا تھا کہ انفال اس جنگ کا حصہ بنے اور اب سے اس نے انفال کو نظر انداز کرنا شروع کر دیا

جو کہ انفال نے فوراً بھانپ لیا پہلے تو سمجھتی رہی کہ کشیدہ حالات کی وجہ سے عدی ڈپریشن کا شکار ہے اس وجہ سے ایسا برتاؤ کر رہا ہے لیکن جب اس رویے نے طول پکڑنا شروع کیا تو اسے پریشانی ہونے

لگی۔ پھر اک روز اس نے عدی سے اس کی وجہ پوچھی لیکن عدی نے کوئی جواب نہ دیا جو اس بات کی دلیل تھی کہ کوئی نا کوئی بات تو ہے جو عدی چھپا رہا ہے مسلسل اصرار پر عدی نے کہا۔۔۔۔

انفال دیکھو میری زندگی بہت کٹھن ہے میں جن راستوں کا مسافر ہوں وہاں جگہ جگہ گہری کھائیاں ہیں۔۔۔ میں کبھی نہیں چاہوں گا کہ آپ یا آپ کا خاندان کسی بھی طرح سے اس کا حصہ بنے۔۔۔ مجھے یہ بھی نہیں پتا کہ میں کل جب دن نکلے گا تو میں اگلی شام بھی دیکھ پاؤں گا کے نہیں۔۔۔ ہر وقت دھڑ کا لگا رہتا ہے میں نے یہ سب پہلے نہیں بتایا تھا۔۔۔ ایسا لگتا تھا سب کچھ ٹھیک ہو گیا ہے لیکن مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ اس کی شروعات دوبارہ سے ہو جائے گی۔۔۔۔ انفال جواب دیے بغیر سب کچھ سن رہی تھی۔۔۔۔

اور سنو! اگر اللہ نہ کرے مجھے کچھ ہوتا ہے تو تم کس طرح برداشت کر پاؤ گی؟؟؟؟ عدی نے بات مکمل کرتے ہوئے کہا۔۔۔

انفال کچھ دیر تو خاموش رہی پھر ایک ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا۔۔۔

جب ہم نے سفر شروع کیا تھا تو مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ کا ماضی کیا ہے نہ مجھے یہ معلوم تھا کہ آپ کن راستوں کیمسافر ہیں۔۔۔ اب جب مجھے سب پتا چل گیا ہے تو میں پیچھے کیسے ہٹوں وہ بھی اس وقت میں جب آپ کو میری ضرورت ہے۔۔۔

اور اس وقت میں جب میں نا چاہتے ہوئے بھی آپ کی باتوں کی اسیر ہو چکی ہوں آپ کو بھی اس بات کا علم ہے کہ مجھے آپ سے کس قدر قربت ہے تو پھر قربت کا تقاضہ یہ نہیں کہ آپ کا عزیز مشکل میں گھرا ہو آپ کنارہ کر لیں۔۔۔ اب سے آپ کا سفر میرا سفر ہے۔۔۔ آپ کا دکھ میرا دکھ ہے میں ہر حال میں آپ کے ساتھ کھڑی ہوں بیشک وہ کتنا ہی دلخراش وقت کیوں نہ ہو۔۔۔۔۔ اور جہاں تک زندہ رہنے کی بات ہے آپ تو اس جہان کو فتح کرنے آئے ہیں اتنی آسانی سے نہیں جانے والے۔۔۔۔

اب عدی سمجھ چکا تھا کہ انفال پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں ہے اس لیے اس نے زیادہ بحث نہیں کی اور ہار مان لی۔۔۔

اس لمحے عدی خود کو دنیا کا خوش نصیب شخص تصور کر رہا تھا

جس مرد کی قسمت میں عورت کی وفا ہو اسے اپنی قسمت پہ ناز ہونا ہی چاہیے۔۔۔۔

عدی کے لیے بدترین دور کا آغاز ہو چکا تھا لیکن انفال اُس کے ساتھ چٹان کی طرح کھڑی تھی بس یہی ایک بات تھی جو اسے ٹوٹنے نہیں دیتی تھی

اس واقعہ کو کچھ مہینے گزر چکے تھے اور زندگی اب معمول پہ آنا شروع ہو گئی تھی اس نئے ماحول میں خود کو ڈھالنا انتہائی مشکل اور کٹھن مرحلہ تھا۔۔۔بہر حال اللہ آزمائش میں ڈالتا ہے اور اس سے نکلنے کی ترکیب بھی کرتا ہے

ابا جی نے اس واقعہ کا بہت گہرا اثر لیا تھا اس وجہ سے ان کی طبعیت مسلسل ناساز رہنے لگی بار ہا ہسپتال کے چکر کاٹنے پڑ رہے تھے لیکن وقتی افاقہ ہوتا پھر وہی حالت ہو جاتی۔۔۔

ایک تو عمر کا تقاضا تھا دوسرا اس عمر میں بیماری کا آلینا تکلیف سے خالی نہ تھا بیماری بھی تو ظاہری نہیں تھی یکا یک سینے میں درد اُٹھتا جو سارے وجود میں کپکپی طاری کر دیتا اور سارا وجود درد کی لپیٹ میں آجاتا اس وجہ سے بولنا بھی دشوار ہو جاتا

جیسے آخری وقت پہ زبان پر تالا لگ جاتا ہے درد سے جسم بے جان اور بے حرکت ہو کے رہ جاتا اچھی طرح معائنہ کروانے کے باوجود کچھ ظاہر نہیں ہو رہا تھا

عدی کے لیے یہ بہت تکلیف دہ بات تھی کہ اس کا پیارا آنکھوں کے سامنے اذیت میں مبتلا ہے

کئی دن اور رات یونہی ہسپتال کے بیڈ پہ پڑے رہنے کے بعد ایک شام انہوں نے آنکھیں کھولیں اور دھیمی سے سرگوشی کی۔۔۔۔۔عدی۔۔۔

عدی جو کہ نیم غنودگی کی حالت میں سر ہانے بیٹھا ہوا تھا اچانک چونکا اور ابا جی کے چہرے کے قریب جھک گیا۔۔۔۔

عدی۔۔۔ابا جی نے پھر سرگوشی کی

تم یہی میرے پاس رہو ابا جی نے کہا۔۔۔۔میں آپ کے پاس ہی ہوں آپ جلدی سے ٹھیک ہو جائیں ہم جلدی گھر جائیں گے عدی نے کہا۔۔ابا جی نے عدی کا ہاتھ تھام کے دبانے کی کوشش کی لیکن ہاتھوں میں طاقت نہ ہونے کی وجہ سے دبا نہ سکے۔۔۔

عدی سنو!اس دفعہ قدرے اونچی آواز میں بولے ان کی آواز کپکپا رہی تھی اور بولا نہیں جا رہا تھا

عدی نے فوراً ڈاکٹر کو بلایا۔۔۔۔ڈاکٹر نے نیند کا انجیکشن لگا دیا تا کہ وہ آرام کر سکیں اور ساتھ میں یہ ہدایت بھی دی کہ اب انہیں کچھ دن کی نیند کی ضرورت ہے کچھ دنوں تک یہ بہتر ہو جائیں گے۔۔۔انہیں تو آرام کی نیند سلا دیا گیا لیکن عدی کو اک پل چین نہیں تھا

عدی دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا تھا اور سوچ رہا تھا کہ

ہمیں نعمتوں کی بہتات سے اور کبھی قلت سے،کبھی کچھ کھو کر تو کبھی کچھ دے کر،کبھی بھاری نقصان اور کبھی بیش بہا فائدے سے آزمایا جاتا ہے

تا کہ معلوم ہو کہ ہم کس قدر صابر یا کس قدر ناشکرے ہیں لیکن اس سب کے باوجود فیصلہ یہی ہے کہ انسان خسارے میں ہے۔۔۔عدی کے منہ سے بیاختیار نکل گیا۔۔۔۔ہائے۔۔انسان خسارے میں ہے تو پھر یہ جھمیلا کیسا۔۔۔؟؟؟

ان بے ڈھنگم سوچوں میں گم کب اس کی آنکھ لگی ہوش ہی نہیں رہا اور اگلی صبح جب ڈاکٹر مریض کو دیکھنے آیا تب جا کے اُٹھا۔۔۔

اس سے چند دنوں تک تو سلسلہ یونہی چلتا رہا لیکن پھر طبیعت میں بہتری ہوئی اور ہوش بھی آ گیا تب عدی نے سکون کا سانس لیا

ہسپتال سی چھٹی لے کے گھر پہنچے اور ڈاکٹرز کی دی گئی ہدایت کے عین مطابق خیال رکھا
ابا جی کی طبعیت چند ہی دنوں میں سنبھل گئی اور اٹھنے بیٹھنے کے قابل ہو گئے
اس سارے عرصے میں انفال اور عدی مسلسل رابطے میں تھے ایک وہی تو تھی جس نے لمحہ بھر کو بھی اکیلا
نہیں چھوڑا اس لیے کہتے ہیں کہ رابطے تعلق کی جان ہوا کرتے ہیں ۔۔۔

# باب: ۹

عدی کی زندگی عجب موڑ پہ کھڑی تھی کشمکشِ زندگی نے اُن بھُول بھُلیوں میں بھٹکا دیا تھا جہاں سے نکلنے کا شاید ہی کوئی راستہ ہو۔۔تعلیم ادھوری، خواب ادھورے اور لاچاری کی سی کیفیت۔۔۔لیکن اس سب کے درمیان اگر کوئی سکون کا پل تھا تو وہ تھی انفال۔۔۔جو عدی کے ذہن کو فتح کر چکی تھی جس کا خیال آتے ہی سارے غم زائل ہو جاتے تھے جس کی شیریں آواز کانوں سے گزرتی ہوئی دل میں سما جاتی تھی

عدی بیٹھا وہ وقت یاد کر رہا تھا جب پہلی دفعہ اس کا سامنا انفال سے ہوا وہ کس طرح دم بخود ہو کے رہ گیا تھا کس طرح انفال نے اس کے ذہن کو ماؤف کر دیا تھا یہ احساس بھی کس قدر حسین احساس ہے نا۔۔۔جب کوئی شخص نظر کو بھلا لگے اور پھر وہ میسر بھی آ جائے۔۔۔عدی نے تخیل میں انفال کا اس قدر لاجواب نقشہ کھینچا تھا کہ جسے تصور کر کے زندگی سے سکون کے چند لمحے چرایا کرتا تھا

آج بھی رات اپنے اندر خلاؤں کا سا سکوت لیے آ پہنچی تھی ہر طرف گہری خامشی تھی چاند گھٹتا ہوا آدھا رہ گیا تھا پرندے اپنے گھونسلوں کی طرف غول در غول اُڑے جا رہے تھے۔۔۔عدی، انفال کو چشمِ تصور سے رات کی چاندنی میں دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ

رات کہ پچھلے پہر پریاں کیوں اُترتی ہیں۔۔پرندے جنگل میں اقامتگاہیں ویران چھوڑ کے تیری بستی میں آشیانے کیوں تلاش کرتے ہیں۔۔اور چاند طویل چکر کاٹنے کہ بعد بھی تمھارے ہی گھر کہ اوپر کیوں ٹھہر جاتا ہے۔۔یہ سب تمھارے لفظوں کے اسیر ہیں۔۔تم محوِ کلام ہو تو بہار اپنا ہونا بھول جاتی ہیں تم وہ خوشی ہو جس کے ملنے پہ کوئی محنت کش اپنی مزدوری سے مشتاقانہ دستبردار ہو جاتا ہے

تم تو وہ ہو جس کے ایک اشارے پر موت کا انتظار کرتے بوسیدہ زندان کے قیدی کو رہائی نصیب ہو جاتی ہے

اس سب میں اس کی اپنی ذات تو جیسے تھی ہی نہیں جب اسے اپنے ہونے کا احساس ہوا تو بے اختیار اس کے منہ سے یہی نکلا۔۔۔اور میں ۔۔۔۔میں تو وہ بالائے طاق سکہ ہوں جو کبھی فارحہ کے دور میں چلا کرتا تھا اور اب جسے کوئی ہاتھ نہیں لگا رہا۔۔۔انہیں خیالات میں گم کب آنکھ لگی پتا ہی نہیں چلا صبح دیر تک سوتا رہا جب اُٹھا تو سورج سر پہ آ چکا تھا ماں نے بھی اسی گمان میں نہیں اُٹھایا کے کئی راتوں سے مسلسل جاگتا رہا ہے۔۔۔

عدی نے ابا جی کی طبیعت دریافت کی جو قدرے بہتر دکھائی دے رہے تھے اور ماں کے پاس جا کے بیٹھ گیا جہاں وہ عدی کے لیے ناشتہ بنانے میں مصروف تھیں۔۔۔

ماں نے عدی کے چہرے کو غور سے دیکھا اور فکرمندی سے کہا کمزور ہو گئے ہو چند دنوں میں ہی۔۔۔وقت نے ایسا دبوچا ہے کہ راہِ فرار تو نظر ہی نہیں آ رہی عدی نے مایوس کن لہجے میں کہا اور تعلیم بھی نامکمل ہے اور ہم کب تک ایسے بھاگتے رہیں گے؟؟؟۔۔۔ماں نے حوصلہ دیتے ہوئے کہا کہ دیکھو اللہ سب دیکھ رہا ہے اور وہ کوئی سبیل تو ضرور کر دے گا۔۔۔لیکن یہ شاید ہمارے ان گناہوں کا کفارہ ہے جو کبھی ماضی میں ہم سے سرزد ہوئے تھے۔۔۔۔یہ تو انصاف کی بات نہیں کے گناہ کوئی کرے اور سزا کوئی بھگتے۔۔۔عدی نے غیر شعوری طور پہ یا شاید اکتاہٹ میں یہ بات کہہ دی تھی۔۔ماں نے ڈانٹتے ہوئے کہا بیٹا اللہ کے انصاف پہ سوال نہیں اٹھاتے اس نے اس طویل مشکلوں کا کوئی حل تو رکھا ہو گا جو ہمیں بظاہر نظر نہیں آ رہا اللہ اپنے بندوں کو اکیلا نہیں چھوڑتا۔۔۔اور دوبارہ مایوسی کی بات اپنے منہ پہ مت لانا۔۔۔کیونکہ مایوسی گناہ ہے۔۔۔اور ویسے بھی شکر، شکوے سے کہیں بہتر ہے۔۔۔اور ہاں جہاں تک بات تعلیم کی ہے تو وہ بھی مکمل ہو ہی جائے گی کچھ وقت صبر سے کام لو پھر پرائیویٹ طریقے سے پڑھ لینا۔۔۔ماں نے بات کو اس قدر خوش اسلوبی سے سمجھایا کہ عدی کے سارے وسوسے رفع ہو گئے

لیکن کچا ذہن لاکھ تسلی کے باوجود بھی ادھر اُدھر کی سوچنے ہی لگتا ہے عدی یقینی اور بے یقینی کی کیفیت

کے درمیان گھرا ہوا تھا

بہرحال ناشتہ کرنے کے بعد کمرے میں بیٹھ کے وہ کتاب پڑھنے لگا جو گزشتہ شام خرید کے لایا تھا یونہی بیٹھے بیٹھے اچانک اسے سلمان کا خیال آیا جس سے کئی مہینوں سے کوئی رابطہ نہیں۔۔۔رابطہ نہ رکھنے کی وجہ یہ نہیں تھی کے اسے یقین نہیں تھا بلکہ احمد علی کے ساتھ پیش آنے والے واقعہ کو نظر میں رکھتے ابا جی نے سختی سے منع کیا تھا اور یہ وقت کی ضرورت بھی تھی کے کچھ وقت کے لیے دنیا کی نظر سے اوجھل ہو جایا جائے۔۔۔خیر وقت تو بہت کچھ کرواتا ہے یہ تو اس کی بہت ہی چھوٹی سے ایک کڑی تھی۔۔۔

انفال جامعہ سے واپس آ چکی تھی اور آتے ہی جو سب سے پہلا کام کیا وہ عدی کو کال تھی۔۔۔عدی بڑے انہاک سے مطالعہ میں مصروف تھا کہ سائیڈ ٹیبل پر پڑے موبائل کی سکرین جگمگائی موبائل کو دیکھتے ہی اس کے چہرے پہ خوش کن مسکراہٹ دوڑ گئی۔۔

کیسے ہیں آپ؟؟؟انفال نے کہا۔۔۔مجھ سے ملنے کو آپ آئی ہیں؟؟؟۔۔۔بیٹھیئے میں بُلا کے لاتا ہوں۔۔عدی نے جواباً جون ایلیاء کا شعر کہہ دیا

آج تو بڑا شاعرانہ انداز ہے۔۔چلیں بتائیں پھر کیسے ہیں آپ؟؟۔۔کیا معمولاتِ زندگی ہے؟؟۔۔میں تو سمجھی تھی جو حالات چل رہے آپ عنقریب پھر غائب ہونے والے ہیں۔۔انفال نے ایک ہی وقت میں کئی سوال کر ڈالے۔۔۔ارے نہیں نہیں شہزادی ایسا نہیں اب میں نے کہا غائب ہونا ہے بس آپ کو سب پتا ہی ہے کہ ابا جی کی طبیعت اور پھر ہسپتال کے چکر سب کچھ مجھے ہی تو دیکھنا پڑتا ہے پھر ان کا خیال بھی تو رکھنا ضروری ہے نہ بس اسی لیے زندگی تھوڑی سی بے ترتیب ہوئی ہے۔۔۔اور جہاں تک بات غائب ہونے کی تو اب کی بار آپ کو ساتھ لے کے غائب ہوں گا۔۔۔عدی نے بات کو مکمل کرتے ہوئے شرارتاً کہا۔۔باتیں بنانا تو کوئی آپ سے سیکھے۔۔۔خیر اللہ کا شکر کے وہ صحتیاب ہو کہ لوٹ آئے مجھے انکی فکر رہتی تھی اللہ انہیں لمبی زندگی

دے۔۔۔انفال نے کہا۔۔۔
اگر رشتوں میں نبھانے والے مخلص ہوں تو پھر آفتوں کے آنے سے پہلے الہام ہونے لگتے ہیں
طویل گفتگو کے باوجود عدی بجھا بجھا سا لگ رہا تھا جیسے کوئی بات چھپانے کی کوشش کر رہا ہو
ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ قہقہے، شرارتیں، مزاق سب دکھاوا ہے اسے کوئی بات اندر سے پریشان کیے
ہوئے ہیں کافی دیر انتظار کے بعد آخر انفال نے کہا۔۔۔آپ بناوٹی کب سے ہو گئے ہیں؟؟؟
کیا مطلب؟؟ میں سمجھا نہیں عدی نے کہا۔۔۔میں کافی دیر سے محسوس کر رہی ہوں کے آپ کے
اندر اور باہر کی کیفیت ایک سی نہیں ہے۔۔۔جیسے کوئی بات کرنا چاہ رہے لیکن کر نہیں پا
رہے۔۔۔ایسی کیا بات ہے؟؟ عدی جواباً خاموش رہا۔۔۔یہ دیکھ کے انفال کے لہجے میں یک دم
نرمی آ گئی۔۔۔کوئی پریشانی کی بات ہے کیا؟؟؟
نہیں کوئی اہم بات نہیں ہے بس پریشان ہوں یا یوں کہہ لو کے اکتایا ہوا ہوں یا پھر کچھ اور۔۔۔عدی
نے کہا۔۔۔اچھا جو بھی بات ہے تفصیل سے بتا دیں میں سُن رہی انفال نے جواب دیا۔۔۔عدی
نے فوراً کہا کوئی بات نہیں ہے۔۔۔شاید اس سارے جھنجھٹ سے اکتایا ہوا ہوں نا جانے کب یہ ختم
ہوگا۔۔ہوگا بھی کہ نہیں۔۔۔گھر کی پریشانی الگ ہے۔۔۔وقت کا ضیاع الگ ہے دادا ابو کی الگ
پریشانی اتنا کچھ برداشت نہیں ہو رہا۔۔۔انفال بڑے تحمل سے بات سن رہی تھی
اور تو اور آپ سے ملنے کا وعدہ بھی تھا وہ بھی نبھا نہ ہو سکا۔۔۔سب بڑے ہی اطمینان سے سننے کے
بعد انفال نے کہا اور کوئی بات؟؟؟ نہیں بس یہی کچھ تھا جس نے عجب کشمکش میں ڈالا ہوا ہے۔۔۔
چلیں مان لیا کہ یہ سب پریشانیاں دل دہلانے والی اور چین وسکوں کو برباد کرنے والی ہیں لیکن فقط
پریشان ہونے سے کیا حاصل؟؟؟ سوا ذہنی اذیت کے۔۔۔
حاصل تو کچھ بھی نہیں عدی نے اداس لہجے میں جواب دیا۔۔۔
تو پھر خود کو تکلیف میں مبتلا کرنا چھوڑ دیں یہ سب مستقل طور پہ ایسا نہیں رہے گا۔۔۔میں یہ مانتی کے

ماضی کی تلخیوں کو بھلا کے آگے بڑھنا کس قدر دشوار ہے لیکن آگے تو پورا جہان ہے آپ تقدیر کے فیصلوں پہ سوا صبر کے کر بھی کیا سکتے ہیں؟؟؟

یہ بات تو بجا لیکن میں سوچتا کہ اگر سب یونہی چلتا رہا تو حالِ قریب میں کیا بنے گا۔۔۔ مستقبل کیا ہو گا۔۔؟؟؟

اللہ نے ضرور کوئی بہتر فیصلہ کیا ہوگا جس نے اس امتحان میں ڈالا ہے اس سے نکلنے کی ترکیب بھی کی ہوگی

اس لیے میں کہتی ہوں پیارے کہ خود کو بے حال کرنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا آپ کے خاندان کو آپ کی اشد ضرورت ہے سوا آپ کے ان کا ہے بھی کون؟؟؟ اس لیے خود کو مضبوط رکھیں اور وقت کے ساتھ چلیں کیونکہ زمانے کے وار کا تو کچھ بھروسہ ہی نہیں۔۔ کسے خبر آگے کتنی جھمیں آپ کی منتظر ہوں کتنے ہی دلخراش لمحے تاک میں بیٹھے ہوں ابھی سے دل چھوٹا کریں گے تو مسائل گھٹنے کی بجائے بڑھنے لگیں گے انفال نے بات کو مکمل کرتے ہوئے کہا۔۔۔ عدی کے تاثرات سے معلوم ہوتا تھا کہ انفال کی اس مدلل گفتگو نے کافی متاثر کیا اور قدرے مطمئن بھی لگ رہا تھا

عورت اگر من پسند ہو، تو وہ چند سیکنڈوں میں اس دنیا پر موجود بہت سی چیزوں کو شکست دینے کی طاقت رکھتی ہے

جیسے کہ ایک افسردہ مرد۔۔۔ پھر خوش گپیوں کے بعد خوشگوار ماحول میں خدا حافظ کہا اور کال کٹ گئی۔۔۔ اس دوران وقت کا احساس ہی نہیں ہوا سورج غروب ہونے کے عین قریب تھا عدی نے اُٹھ کے ابا جی کی طبعیت دریافت کی اور پھر کچھ دیر ٹہلنے کے لیے باہر کو نکل گیا۔۔۔

# باب: ۱۰

ابا جی کافی دن بستر پر پڑے رہنے کے بعد آج پہلی دفعہ اُٹھے تھے جیسے بلکل تندرست ہوں عدی یہ دیکھ کے بے انتہا خوش ہوا ابا جی نے باہر کی تازہ ہوا کھانے کی خواہش ظاہر کی عدی انہیں سہارا دیتے ہوئے باہر لے گیا اور کچھ وقت سیر کے بعد جب وہ تھک گئے تو ایک جگہ بیٹھ کے آسمان کو دیکھنے لگے۔۔۔پھر عدی سے کہا پُتر تجھے اک راز کی بات بتاؤں۔۔۔عدی نے ہاں میں سر ہلایا۔۔۔اور انکی طرف متوجہ ہوا

پُتر میں نے اک خوبصورت آسائش سے بھر پور زندگی گزاری ہے وقت کی تمام تر رعنائیوں سے لطف اندوز ہوا۔۔۔بے شمار علاقوں میں سفر کیا شاندار گھر میں رہا۔۔۔پورے علاقے میں میرے جیسا گبرو جوان نہیں تھا۔۔۔دو جنگیں بھی لڑیں لیکن شہادت نصیب نہ ہوئی

میں نے اس کمزور لمحے کا بھی سامنا کیا جب میرا اجگری یار میری گود میں سر رکھے شہید ہو گیا تھا لیکن میں تب بھی پہاڑ کی طرح کھڑا رہا میں زندگی کے نشیب وفراز میں اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہوا۔۔۔اور وہ وقت بھی دیکھا جب میرے سامنے میرا کنبہ اجڑ گیا۔۔۔اپنے شیر جیسے پتر کو کال کوٹھڑی میں جوانی کی دہائیاں گزارتے دیکھ کر بھی بے کس و بے بس نہ ہوا کیونکہ اللہ نے مجھے طاقت بخشی تھی لیکن جب ان دنوں موت کو اپنے سر پہ منڈلاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں تو اب جا کہ یہ راز آشکار ہو رہا ہے کہ یہ سب رونقیں محفلیں اور یہ متاع الدنیا سوا دھوکے کے کچھ نہیں۔۔۔

موت سے بڑھ کے کوئی حقیقت نہیں ہے پیدائش سے موت تک صرف چند ادھار سانسیں ہیں جو کبھی بھی واپس لی جاسکتی ہیں یہی زندگی کی حقیقیت ہے۔۔۔ابا جی نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا

میں نے تمہارے پیدا ہوتے ہی تمہیں اک شاندار زندگی دینے کا فیصلہ کیا تھا اور اس کے لیے تگ و دو کرتا رہا میری یہ خواہش تھی کہ تمہیں اپنی زندگی میں ترقی کرتے دیکھوں لیکن میں نہ کر سکا تمہارا جو حق

تھا تمہیں نہ دے سکا۔۔۔ابا جی زاروقطار آنسو بہار ہے تھے اور بولتے جا رہے تھے ان کا دل جیسے ڈوبتا جا رہا تھا اور وہ رُک رُک کے بات کر رہے تھے پھر ایک دم سے روتے روتے مسکرانے لگے جیسے کوئی بہت ہی حسین منظر دیکھ لیا ہو عدی خاموشی سے انہیں سن رہا تھا۔۔۔پھر بیٹھے بیٹھے ان کا سر چکرا گیا قریب تھا کہ وہ گر جاتے عدی نے بازوؤں کا سہارا دے کے سنبھال لیا۔۔۔۔عدی نے کہا ابا جی گھر چلتے ہیں لیکن انہوں نے اشارے سے منع کر دیا اور کہا کچھ وقت مجھے آزاد فضا میں گزارنے دو پھر پتا نہیں یہ نصیب ہو کہ نہ ہو۔۔۔عدی نے کہا آپ کو کچھ نہیں ہوگا آپ وہ سب دیکھیں گے جس کی آپ خواہش رکھتے ہیں آپ بہت جلد ٹھیک ہو جائیں گے۔۔۔۔

عدی ابا جی کے ساتھ کافی دیر خاموشی سے بیٹھا رہا ابا جی لگا تار آسمان کو تکے جا رہے تھے جیسے کوئی گمشدہ ستارے کو تلاش کر رہے ہوں حتیٰ کہ شام ڈھل گئی اور گہری سیاہی نے دن کے اجالوں کو اپنی آغوش میں لینا شروع کر دیا۔۔۔

عدی ابا جی کو لے کے گھر آیا اور بستر پہ لٹا دیا اس کے بعد وہ کبھی بستر سے نہیں اُٹھ سکے۔۔۔

عدی کے چہرے پر پریشانی نمایاں تھی رات تک ان کی طبیعت مزید بگڑتی چلی گئی رات کے پچھلے پہر اک زناٹے دار چیخ نے عدی کو چونکا دیا عدی نے فوراً ایمبولینس کو بلا لیا۔۔۔اس دوران عدی ابا جی کے پاس ہی تھا ابا جی نے عدی کو دھیمے سے آواز دی ان کی آنکھیں ڈوبتی جا رہی تھیں اور آواز بلکل بیٹھ گئی تھی سینے میں شدید درد کی وجہ سے بمشکل ہی بول پا رہے تھے

پھر دھیمے سے آواز دی عدی۔۔۔عدی نے فوراً جواب دیا۔۔۔۔میرا اب جانے کا وقت آ گیا ہے لڑکھڑاتے الفاظ مشکل سے ادا ہوئے تھے پھر کہنے لگے میں اپنا خاندان تمہارے حوالے کر رہا اس کا خیال رکھنا اور اپنا بھی۔۔۔۔عدی کی آنکھوں سے زاروقطار آنسو بہہ رہے تھے

ابا جی نے والدہ کو اشارے سے اپنے پاس بلایا اور بہت ہی پیار سے ان کے سر پہ ہاتھ رکھا اور کہا عدی کا خیال رکھنا۔۔۔نزع کے وقت بھی انہیں عدی کا ہی خیال تھا۔۔۔عدی نے اپنے والد کو بھی بیماری

کی اطلاع دے دی تھی جنہوں نے فوراً ٹکٹ کٹا کے واپسی کی تیاری کی۔۔۔

اتنی دیر میں ایمبولینس آ گئی انہیں ایمبولینس میں منتقل کیا گیا ابا جی نے عدی کا ہاتھ مضبوطی سے تھاما تھا جیسے کبھی بھی جدا نا ہونا چاہتے ہوں اور کہہ رہے ہوں کہ پتر میرا ہاتھ تھام کے مجھے اپنے پاس رکھ ہمیشہ کے لیے میں نہیں جانا چاہتا اور زبان سے ذکر الٰہی مسلسل جاری تھا عدی سامنے یوں بیٹھا تھا جیسے کوئی شخص دریا کنارے کھڑا اپنے قریبی کو ڈوبتا دیکھ رہا ہو اور کچھ کر بھی نہ سکتا ہو شدید افسردگی کے عالم میں ابا جی کو حوصلہ دے رہا تھا۔۔۔ابا جی نے پھر عدی کو آواز دی جو اُن کے گلے میں ہی اٹکی رہ گئی عدی نے کان قریب کر کے سننے کی کوشش کی کہ کیا کہہ رہے ہیں مگر وہ بیہوش ہو گئے اس کے بعد وہ کبھی بول ہی نہ سکے۔۔۔۔

جونہی ہسپتال پہنچے تو وہاں کا عملہ فوراً متحرک ہو گیا سب کے سب ان کی جان بچانے کو لگ گئے عدی سکتے کے عالم میں پاس کھڑا سب دیکھ رہا تھا۔۔۔

ڈاکٹروں نے عدی کے ہاتھ میں ادویات کی فہرست تھما دی جو وہ بجلی کی سی تیزی سے لے آیا۔۔ابا جی بیڈ پہ بیہوش پڑے اپنی زندگی کی آخری سانسیں لے رہے تھے

ابتدائی طبع معائنہ کرنے کے بعد پتا چلا کہ اُن کا دل پھٹ چکا ہے اور چند گھڑی کے مہمان ہیں۔۔۔عدی بیڈ کے پاس کھڑا یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا ڈاکٹر کس طرح جان بچانے کی تگ و دو کر رہے ہیں۔۔۔۔پھر اک لمحے کے لیے ان کی آنکھیں کھلی اور انہوں نے بس لمحہ بھر کو عدی کی طرف دیکھا جیسے کچھ کہنا چاہ رہے تھے لیکن زبان سے اک لفظ ادا نہ ہو سکا۔۔۔ہاتھ کے اشارے سے عدی کو پاس بلایا۔۔۔

عدی نے فوراً اُن کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا۔۔۔۔انہوں نے آخری دفعہ عدی کو آنکھ بھر کے دیکھا جیسے خدا حافظ کہہ رہے ہوں۔۔۔۔ابا جی کے ہاتھ کی گرفت ایک دم ڈھیلی پڑ گئی اور ان کی روح پرواز کر گئی عدی کے ہاتھ میں ابا جی کا بے جان ہاتھ رہ گیا تھا۔۔۔۔عدی چلایا وہ مر رہے

ہیں۔۔۔اور دھاڑیں مار کے رونے لگا۔۔۔والدہ دوڑی وارڈ میں داخل ہوئی اور عدی کو باہر جانے کا کہنے لگی لیکن عدی نے جانے سے انکار کر دیا ادھر ڈاکٹر پندرہ منٹ تک ناکام کوشش کرتے رہے لیکن حرکتِ قلب مکمل طور پہ بند ہو چکی تھی۔۔۔۔

تھک ہار کے ڈاکٹر نے ابا جی کو بے جان قرار دے کے وارڈ سے نکل گئے۔۔۔یہ سن کے والدہ تو جیسے سکتے میں چلی گئی تھی۔۔۔عدی ابا جی کے بے جان ہاتھوں کو تھامے رو رہا تھا اور انہیں بار بار اپنی آنکھوں سے لگا رہا تھا اسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ ابا جی اس دُنیا میں نہیں رہے۔۔۔

جب ان کے جسدِ خاکی کو ایمبولینس میں منتقل کیا جا رہا تھا عدی فرش پہ بیٹھا دھاڑیں مار مار کے رو رہا تھا اور ماں اسے سنبھالنے میں لگی ہوئی تھی

خیر عدی کے والد بھی اسی رات پہنچ چکے تھے ان کے لیے یہ ناقابلِ برداشت صدمہ تھا

ابا جی کی خواہش تھی کہ انہیں مرنے کے بعد ان کی ماں کے پہلو میں دفن کیا جائے یہ بات انہوں نے بارہا کہی تھی یہ اُن کی وصیت بھی تھی لیکن گاؤں میں جانا بھی خطرے سے خالی نہیں تھا

عدی کے بابا نے مخالفین کو غصے اور غم کے ملے جلے تاثرات بھرا پیغام بھجوایا اور یہ بات واضح کی کہ ہم کسی طرح کی بھی بدمزگی نہیں چاہتے ہیں اس سے فائدہ یہ ہوا کہ وہ سکون سے اپنے گھروں میں ٹھہرے رہے۔۔۔

ابا جی کے جسدِ خاکی کو گاؤں لایا گیا۔۔۔ہاں اسی گاؤں میں جہاں وہ شاندار حویلی جواب کھنڈر کا منظر پیش کر رہی تھی جس کا نقشہ مکمل طور پہ بدل چکا تھا اور اس کی ٹھاٹ باٹ کسی جھونپڑی کے برابر بھی نہیں رہی تھی جو اپنی بربادی کی داستان خود بیان کر رہی تھی۔۔۔آخری بار جب ابا جی وہاں سے نکلے ہوں گے تو کس حسرت سے اس حویلی کو دیکھا ہو گا انہیں کیا خبر تھی کہ جب وہ دوبارہ لوٹیں گے تو اُن کے پاس سانسیں ہی نہیں ہوں گی۔۔۔۔

جسدِ خاکی کو حویلی کے کھلے برآمدے میں رکھ دیا گیا لوگوں کا تو جیسے سیلاب آ گیا ہو آس پاس کے

گاؤں کے لوگ بڑی تعداد میں آئے تھے لوگ تو بہرحال اپنے محسن کے آخری دیدار کو آئے تھے لیکن ایک اور شخص جو غیروں کی طرح ہتھکڑیوں میں جکڑا لایا گیا وہ احمد علی تھا۔۔۔۔ہاں جی وہی احمد علی برسوں پہلے جس کی ایک غلطی سے سارا خاندان تباہ ہو گیا تھا۔۔۔آج اپنے ابا کے آخری دیدار کو آیا تھا۔

جنازہ اُٹھالیا گیا اور ابا جی اپنی حویلی اور اُس میں موجود اپنوں کو ہمیشہ کے لیے سوگوار چھوڑ کے چلے گئے ان کی خواہش کے مطابق انہیں ان کی والدہ کے پہلو میں دفنا دیا گیا اور اک عہد تھا جو تمام ہوا۔۔۔

## باب: ١١

سُرخی مائل ہلکے بادلوں میں غروب ہوتا سورج جو اپنی بے بسی کی داستان سناتا جارہا تھا جو کہہ رہا تھا دیکھو میرا دامن خالی۔۔تمام دن دھوپ کے قہر برسا کے بھی اب اپنے اختتام کو جارہا ہوں کچھ سیکھو مجھ سے تا کہ جب تمھیں بیری کے پتوں سے غسل دیا جانے لگے تو تمھارے بدن سے مشک بو رکی خوشبو ظاہر ہو جو یہ بتائے کے تمھارا اختتام کس قدر حسین تھا۔۔۔۔

تدفین سے فراغت کے بعد سبھی لوگوں نے اپنے گھروں کا راستہ ناپا لیکن عدی قبر کے اوپر سر رکھے لیٹا تھا جیسے تھکا ہارا بچہ ماں کی گود میں سر رکھ کہ سکون کے چند لمحے چراتا ہے۔۔۔احمد علی نے پولیس سے درخواست کے بعد عدی سے ملنے کی اجازت لی۔۔۔احمد علی نے پاس جاتے ہی عدی کو زور سے گلے لگایا اور اس قدر رویا کہ جیسے سزائے موت کے قیدی کی آخری ملاقات ہو۔۔۔۔کچھ دیر کے بعد خود کو سنبھالا اور عدی کا ماتھا چوما

عدی خاموشی سے بت بنا کھڑا تھا ابا جی کی وفات نے دماغ پہ گہرا اثر ڈالا تھا۔۔۔کچھ وقت خاموش رہنے کے بعد احمد علی نے خاموشی توڑی اور کہا

میں تمھارا گنہگار ہوں۔۔۔۔میں ہی ہوں جس کی بدولت تم لوگ ان حالاتوں سے دوچار ہو۔۔میری ہی وجہ سے دربدر کی ٹھوکریں کھانی پڑ رہی ہیں۔۔عدی سب کچھ خاموشی سے سن رہا تھا اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اس موقع پر یہ باتیں کرنی بھی بنتی ہیں کہ نہیں۔۔۔احمد علی مسلسل بول رہا تھا اور اپنے کیے پہ شرمندہ ہو رہا تھا اور اس سب صورتحال کا خود کو ذمہ دار ٹھہرا رہا تھا۔۔۔بہر حال ذمہ دار تو وہ تھا ہی اس میں کوئی دورائے بھی نہیں تھی لیکن عدی کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اس جگہ پہ یہ باتیں۔۔۔آخر مقصد کیا ہے؟؟

پھر ایک دم احمد علی کا چہرہ غصے سے زرد ہو گیا جیسے آنکھ سے شعلے نکل رہے ہوں اس کی شخصیت ہی ایسی روب دار تھی اس وقت کوئی بھی اسے دیکھتا تو یقیناً سہم جاتا۔۔۔عدی کے کان کے قریب ہوا اور آہستہ سے بولا میں بہت جلد آزاد ہونے والا ہوں۔۔۔میں آ کے خود تمھارے سب دکھوں کا مداوہ کروں گا۔۔۔یہ بات راز رکھنا میرے بچے کسی کو بھنک بھی نہیں لگنی چاہیے میں کسی خاص بندے کے ذریعے تم لوگوں سے رابطہ کروں گا بھائی کو بھی کچھ نہ بتانا۔۔میں خود ساری بات بتاؤں گا۔۔۔عدی نے فقط ہاں میں سر ہلایا اور احمد علی وہاں سے چل دیا۔۔۔عدی نے بات آئی گئی کر دی کے ابا جی کی وفات نے اس کا دماغ ہلا دیا ہے

یہ بھلا کیونکر ممکن ہو گا کہ عمر قید کا قیدی رہا ہو جائے۔۔

عدی نے لمحے بھر کو سوچا اور پھر ابا جی کی قبر پہ جا کہ بیٹھ گیا۔۔۔

احمد علی پولیس وین میں بیٹھ کے واپس چل دیا اس کے ساتھ چھ اہلکار تھے جو سب مصلح تھے وہ بڑی تیزی سے جیل کی جانب بڑھ رہے تھے

گاؤں چونکہ دور تھا تو انہیں راستے میں اک چھوٹا سا سنسان جنگل پڑتا تھا جہاں سے گزر کے انہیں جانا تھا

پولیس اس بات سے بے خبر تھی کہ ان کے سر پہ کیا قیامت ٹوٹنے والی ہے جونہی جنگل کے وسط میں پہنچے تو اچانک ایک درخت نے راستہ کاٹا اور گاڑی کو روکنا پڑا ابھی گاڑی رکی ہی تھی کے درختوں کے پیچھے سے فائرنگ ہونا شروع ہو گئی۔۔۔یہ حملہ اس قدر تیز اور خلافِ توقع تھا کہ سب حواس باختہ ہو کہ چھپنے لگے تا کہ کسی محفوظ جگہ سے جوابی کاروائی کریں۔۔۔لیکن انہیں سنبھلنے کا موقع ہی نہ ملا۔۔۔اس دوران وہ قیدی کو بھول ہی گئے ابھی فائرنگ کا سلسلہ جاری تھا کہ درختوں کی اوٹ سے دو آدمی چپکے سے نیچے اترے اور احمد علی کو لے کے فرار ہو گئے۔۔۔

پولیس نے فوراً اضافی نفری طلب کی لیکن ان کے آنے تک یہ جنگل کی دوسری طرف سے فرار ہو چکے

تھے پولیس نے اپنی عزت بچانے کی خاطر اس معاملے کو دبائے رکھا اور خفیہ طور پر تلاش شروع کر دی لیکن احمد علی کا کوئی پتا نہیں تھا۔۔۔

عُمر قید کے قیدی کا بھاگ جانا کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا جب انہیں کسی طرح بھی کوئی سراغ نہ ملا تو پھر یہ خبر کو پھیلا دیا گیا اور کھلے طریقے سے واقعہ کی چھان بین شروع کر دی

اس سلسلے میں سب سے پہلے پولیس عدی کے گھر پہنچی کیونکہ بھاگنے سے پہلے آخری بات عدی سے ہی ہوئی تھی اور شک کی بنیاد پر عدی کو گرفتار کر لیا گیا اور پوچھ گچھ کی گئی لیکن عدی نے اپنی زبان پہ جیسے تالا لگا لیا تھا لاکھ پوچھنے پہ بھی ایک لفظ اپنے منہ سے نہیں نکالا کہ جس سے دوبارہ کسی پریشانی کا سامنا کرنا پڑے۔۔۔

جب کوئی خاطر خواہ جواب نہ مل سکا تو عدی کو رہا کر دیا گیا۔۔۔

جب دوبارہ پولیس نے تنگ کرنا شروع کیا تو عدی کے خاندان نے احمد علی سے لاتعلقی کا اعلان کر دیا اور پولیس کو بتایا کے آج سے ڈیڑھ سال پہلے ہم نے اسے اپنی منقولہ غیر منقولہ جائیداد سے عاق کر دیا تھا اور اس کا ثبوت بھی موجود تھا اور یہ کہ ڈیڑھ سال کے عرصہ میں ہم اس سے کبھی ملنے بھی نہیں گئے۔۔۔

بات یوں ہے کہ ڈیڑھ سال قبل جب ابا جی احمد علی سے ملنے گئے تو احمد علی نے ابا جی کو کہا کہ اسے عاق کر دیں اور آج کے بعد مجھے کوئی بھی ملنے نہ آئے۔۔۔ یہ بات کافی حیران کر دینے والی تھی لیکن احمد علی نے اپنے عزائم ظاہر کیے بغیر واضح کر دیا کہ وہ کیا کرنے والا ہے

خیر ابا جی نے ایسا ہی کیا اور اعلانیہ طور پر عاق کر دیا اور اس کا ثبوت بھی پاس رکھ لیا

اب احمد علی کو اس موقع کی تلاش تھی کہ کب اسے جیل سے باہر لے جایا جائے گا۔۔۔۔

اس واقعہ سے مخالفین سہم کے رہ گئے تھے کہ اب ہوگا کیا کسی بھی وقت کچھ بھی ہوسکتا تھا لیکن ایسا کچھ نہ ہوا احمد علی کافی وقت کے لیے روپوش ہوگیا تھا۔۔۔

اباجی کوگزرے کئی مہینے ہو چکے تھے مگر عدی کا خاندان جیسے ٹوٹ کے رہ گیا تھا اور یہ کہ یہ حالات کسی بڑی مصیبت کا پیش خیمہ بھی ہو سکتے تھے خیر وقت کب کسی کے لیے رُکا ہے۔۔۔

مصیبتوں کا یہ دور جواب چلا تھا انفال اس میں عدی کے ساتھ پہلے سے زیادہ مضبوطی سے کھڑی تھی۔۔۔

اندھے کو کیا چاہیے؟؟؟ دو آنکھیں۔۔۔جب کوئی حالات کے تھکے ہارے شخص کو کہیں سے محبت بھرے چند جملے نصیب ہو جائیں تو اس کی ساری تھکن اتر جاتی ہے۔۔۔ورنہ دُنیا تو سوا گرانے کے کچھ نہیں کرتی۔۔۔

شام کا کھانا تیار تھا ماں نے کھانے کے لیے سب کو آواز دی۔۔۔سب میں تھا بھی کون۔۔۔عدی اور اس کے بابا اور وہ ننھی سے مروہ جسے چار سال قبل گود لیا گیا تھا۔۔

مروہ،عدی کی پھوپھوزاد بہن تھی لیکن اس کی ماں اس کی ولادت کے کچھ دن بعد ہی چل بسی تھی اور تب ہی ماں نے اسے گود لینے کا فیصلہ کر لیا تھا اباجی نے بھی اس کی تائید کی تھی اور عدی بھی اس پر بہت خوش تھا

جب مروہ کے والد سے بات کی گئی پہلے تو اس نے انکار کر دیا مگر حالات کے پیشِ نظر اس کو یہ فیصلہ لینا پڑا اور مروہ کو گود لے لیا گیا لیکن قسمت کو شاید کچھ اور ہی منظور تھا اس سے کچھ ماہ بعد ہی مروہ کے ابو بھی دُنیا سے چلے گئے۔۔۔

جوں جوں وہ بڑی ہوتی گئی اس کی ننھی منی شرارتوں نے بھی گھر کا ماحول ٹھیک کر دیا تھا سب سے بڑھ کے اباجی کو عدی کی طرح ہی اس سے بھی لگاؤ تھا

عدی کے بابا اسے اپنی بیٹی مانتے تھے اور اس کے تربیت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اب وہ چار سال کی ہو چکی تھی اور سارے گھر میں پری کی طرح اُڑی پھرتی تھی

عدی کی والدہ نہایت سلیقے سے اس کی تربیت کا خیال رکھ رہے تھے

کھانے کے میز پر بھی وہ گھر کا مکمل فرد گنی جاتی تھی۔۔۔اس کی توتلی زبان سے ادا ہونے والے الفاظوں سے سب ہی لطف اندوز ہوتے۔۔۔

مروہ عدی کی گود میں بیٹھی تھی عدی خود بھی کھا رہا تھا اور اسے بھی کھلا رہا تھا

تم نے مستقبل کا کیا سوچا ہے؟؟؟؟؟ عدی کے بابا نے پوچھا

بابا گریجوایشن کا داخلہ بھجوا دیا ہے چند ماہ بعد اس کے امتحان ہیں تو تیاری میں مصروف ہوں بس۔۔۔

یہ بہت اچھی بات ہے کہ تمھیں اس کا اچھے سے خیال ہے۔۔۔

ہاں! اگر یہی سوچتا رہا کے حالات ٹھیک ہوں گے تو ہی کچھ کروں گا تو پھر آگے تو ٹھیک ہوتے نظر نہیں آرہے۔۔۔

ہاں ہم جیسوں کی زندگی ویسے بھی کٹھن ہی ہوتی ہے عدی نے بات کو مکمل کرتے ہوئے کہا

ہاں ٹھیک جو تمھیں اچھا لگے وہ کرو لیکن ہمیشہ اس راستے پہ چلنے سے پہلے تمام پہلوؤں کو غور سے دیکھ لینا کیونکہ آگے تمہیں زندگی میں مزید امتحانات سے گزرنا پڑے گا۔۔۔اور پرانے واقعات کو ذہن سے نکال کے خود کو آگے بڑھاؤ ماضی کو دیکھتے رہنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا لیکن یہ بھی نہیں کہ ماضی کو مکمل بھلا دو۔۔۔اس سے سبق حاصل کرو اور وہ غلطیاں کبھی نہ دوہرانا جو ماضی میں ہو چکی ہوں۔۔۔یہ سب سے بڑی حماقت ہوتی ہے بابا نے بات مکمل کرتے ہوئے کہا

عدی نے ہاں میں سر ہلایا۔۔۔۔

ساتھ ہی ماں نے بات ٹوکتے ہوئے کہا کھانا تو کھانے دیں اسے وہ یہیں ہے جی بھر کے نصیحتیں کر لیجئیے گا بعد میں۔۔۔

سب اس بات پہ خاموش ہو گئے اور کھانا کھانے لگے۔۔۔۔

ویسے یہ چچا کی کوئی خبر نہیں آئی ابھی تک اور کس طرح بھاگے یہ بھی کوئی پتا نہیں ہے عدی نے فکرمندی سے پوچھا

اُس نے بہت بڑا کام کیا ہے اب کچھ وقت کے لیے غائب ہونا ہی بہتر اس کے لیے تم فکر نہ کرو وہ ضرور رابطہ کرے گا ابھی حالات بہتر ہونے کا انتظار کر رہا ہو گا۔۔۔میں نے بھی اسے کئی برسوں سے نہیں دیکھا تھا لیکن جب وہ ابا کے جنازے پہ آیا تو بلکل ہی بدلا ہوا تھا خیر کوئی وجہ تو ضرور رہی ہوگی اس کے پیچھے بھی۔۔۔۔بابا نے بات کو ختم کرتے ہوئے کہا

وہ کہتے نہ کہ کسی شر میں اچھائی بھی چھپی ہوتی ہے لیکن ہمیں خبر نہیں ہوتی ہے

عدی کے خاندان کو احمد علی کے فرار ہونے سے یہ فائدہ ہوا کہ مخالفین دبک کہ بیٹھ گئے تھے جیسے پہلے کچھ مہینوں بعد سر اُٹھانے لگتے تھے اب ایسے حالات نہیں رہے تھے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ سب سے چھپ کے ان کی حفاظت کر رہا ہو

اب تک یہ بات ایک معمہ ہی تھی کہ وہ کہاں ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ فرار کیسے ہو گیا۔۔۔۔

لیکن یہ بات تو واضح تھی کہ مخالفین کی سانسیں خشک ہوئی پڑی تھیں انہیں اسی بات کا ڈر تھا کہ انہوں نے چند ایک سال میں جو قیامت بپا کی تھی جس میں عدی کا خاندان بمشکل جان بچا کہ بھاگا تھا اس کا بدلہ ضرور لیا جائے گا اب وہ یقیناً مفاہمت کا رستہ ڈھونڈیں گے عدی تو چاہتا ہی یہ تھا کہ سب آرام و سکون سے زندگی بسر کریں۔۔۔

یہی اک موڑ عدی کے خاندان کے لیے مثبت ثابت ہوا اور اس کے بعد زندگی کی پرانی گرہیں ایک ایک کر کے کھلتی گئیں۔۔۔

خیر! سکون تو آج کل کوئی کون و مکاں سے پرے کی چیز لگتا ہے جو کسی صورت حاصل ہی نہیں ہوتا کوئی نہ کوئی چیز اس میں حائل ہی رہتی ہے

اگر حائل نہ بھی ہو تو انسان اپنا سکون خود برباد کرنے پہ تل جاتا ہے

اسی لیے تو کہتے ہیں زندگی سمجھ میں آئے کہاں سے۔۔۔۔

## باب: ۱۲

کہتے ہیں انتظار کسی کا بھی ہو ایک دفعہ کلیجہ منہ کو آ ہی جاتا ہے۔ بہت سارے ایسے لمحات ہوتے جن کے انتظار میں زندگی کے قیمتی سال لگ جاتے ہیں لیکن آخر میں ہاتھ کچھ بھی نہیں آتا۔

خیر ہم تو ٹھہرے جلد باز اور ناشکرے

ہم حقیقتاً ہر چیز میں اس قدر جلد باز ہیں کہ انتظار یا تو ہم مجبوری میں کرتے ہیں یا کرتے ہی نہیں اور اللہ ہمیں انہی باتوں سے آزماتا ہے کسی طویل اور کٹھن راہ پر گامزن کر کے ہمارا صبر آزماتا ہے وہ انتظار جو اللہ کی نسبت سے ہو سب سے افضل ہے، کم از کم یہ تو یقین ہوتا ہے نہ کہ رب ہمیں اس لمبے سفر کہ بدلے ایسی راحت سے نواز دے گا جس کا ہم نے کبھی گمان بھی نہیں کیا۔

اس لیے انتظار کریں بہترین وقت کا، بہترین فیصلے کا، کیوں کہ میرا اللہ کسی کا صبر رائیگاں نہیں جانے دیتا۔۔۔۔۔

اب وقت کافی حد تک تبدیل ہو چکا تھا زندگی معمول کے مطابق آ چکی تھی جیسے لمبے عرصے کی شامِ غم کے بعد خوشی کا سورج طلوع ہوا ہو عدی کے ذہن سے تناؤ کم ہو چکا تھا گریجوایشن کے امتحان قریب تھے اور وہ تیاری میں جُتا ہوا تھا

انفال بھی عدی کو دیکھ کہ بے حد خوش تھی کیونکہ وہ زندگی کی طرف لوٹ رہا تھا اب اُن کے درمیان تکلفات بلکل نہیں رہے تھے

اور گھنٹوں بے بات کی باتیں ہوا کرتی تھی کبھی تو ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایسی بات بھی ہوتی تھی کہ جو بنا مطلب کے ہوتی لیکن عدی کو پھر بھی سننی پڑتی تھی

انفال کا بات کرنے کا طریقے یوں تھا کہ جب بھی اسے کوئی اہم بات بتانی ہوتی تھی تو پہلے وہ تمہید باندھتی تھی اس بات کا مکمل پس منظر پیش کرتی اور پھر وہ بات بتاتی

اس سے فرق نہیں پڑتا تھا کہ وہ ایک ہی بات کتنی دفعہ دوہرا رہی ہے بس عدی کی ڈیوٹی سننے کی تھی سو وہ لگا تار سنتا جاتا تھا

ان کا تعلق اس قدر شفاف اور نفرت سے پاک تھا کہ ملاوٹ کا تو گمان بھی نہیں ہوتا تھا

اس کی سب سے بڑی وجہ تھی احترام۔۔۔۔جو دونوں اک دوسرے کا بے حد کرتے تھے

اصل میں ہماری کسی کو دی جانے والی عزت، احترام اور اہمیت ہی محبت ہوتی ہے لیکن ہم اسے سمجھنے میں غلطی کر جاتے ہیں۔۔

روزانہ شام کے کھانے کے بعد بات کرنا تو جیسے واجب تھا اک شام یونہی بات ہو رہی تھی کہ عدی نے کہا۔۔۔

یہ مشقات کہاں ہوتی آج کل۔۔۔

آپ کو آج کیسے یاد آ گئی مشقات کی انفال نے کہا۔۔۔

ارے! میں کیسے بھول سکتا اسے وہ تو میری محسن ہے اسی کی وجہ سے تو آپ سے ملن ہوا تھا میں اپنے اوپر کیے گئے احسانات نہیں بھولتا۔۔۔عدی نے جواب دیتے ہوئے کہا

ہاں وہ تو مجھے اچھی طرح معلوم ہے بھلا مجھ سے بہتر یہ بات کون جانے گا۔۔۔۔ہاں وہ آج کل یونیورسٹی ہی جا رہی ہے آپ کے بارے میں پوچھتی رہتی ہے انفال نے کہا

آہاں؟؟؟ تو کیا پوچھتی میرے بارے میں؟؟؟

کچھ نہیں یہی کہ کیسا ہے، کیا کرتا ہے، کدھر ہے بس یہی کچھ۔۔۔

ہاں میں بھی ویسے کس قدر بے مروت ہو گیا ہوں کہ زندگی میں چند دوست بنائے انہیں بھی بھول گیا عدی نے اداس ہوتے ہوئے کہا

اسے بھولنا نہیں کہتے آپ یقیناً یاد کرتے ہوں گے لیکن وقت کی ضرورت تھی کہ سب سے دوری اختیار کی جائے

یہ سب کے بھلے میں بھی تھا انفال نے عدی کی حمایت میں جواب دیتے ہوئے کہا

خیر میں جلد ہی اس سے رابطہ کروں گا اور سلمان سے بھی تو کوئی رابطہ نہیں رہا وہ بھی کیا سوچتا ہوگا شاید ناراض ہوگا۔۔۔اس کی والدہ بھی مجھ سے کتنی شفقت سے پیش آتی تھیں بلکل اپنے بیٹے کی طرح۔۔

آپ اس بات کو زیادہ مت سوچیں اس سے رابطہ کریں گے تو اسے اپنی بات سمجھا دینا وہ یقیناً بات سمجھے گا انفال نے کہا

ہاں! میں ایسا ہی کروں گا۔۔۔

عدی اور انفال ایک دوسرے کو اس قدر سمجھتے تھے کہ کبھی بحث کی نوبت ہی نہیں آئی تھی

اس خوش اسلوبی سے نبھا ہو رہا تھا جیسے صدیوں سے ایک دوسرے کے ساتھ ہوں

کئی دفعہ انسان کسی کے ساتھ سالوں گزارنے کے بعد بھی اجنبی ہی رہتا اور کبھی چند لمحوں میں صدیوں کا تعلق محسوس ہونے لگتا ہے

یہی بات ان کے رشتے میں خاص تھی۔۔۔۔

اکثر مختلف موضوعات کو لے کر علمی بحث ہوتی رہتی تھی لیکن ان میں جو ایک چیز مشترک تھی وہ کہ دونوں جون ایلیاء کو بہت پسند کرتے تھے

بلکہ یوں کہہ لیں کہ انفال کو جون ایلیاء بھی اس لیے پسند تھا کہ وہ عدی کا پسندیدہ تھا

انفال ہمیشہ اس کی پسند، ناپسند کا خیال رکھتی تھی۔۔۔کوشش کرتی کے عدی کے مزاج کے خلاف کوئی کام نہ کرے۔۔۔

یہی حال عدی کا بھی تھا اس کی حد درجہ یہی کوشش ہوتی کے انفال کی پسندیدہ چیزوں کو اہمیت دے اور کرتا بھی ایسا ہی تھا

محبت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ محبوب کی رضا میں راضی رہا جائے۔۔۔

جلال الدین رومی لکھتے ہیں کہ۔۔۔

محبت ایک مکمل چیز ہے، ہم محض ٹکڑے ہیں۔۔۔

ہم فقط ٹکڑے ہی تو ہیں جو مختلف زاویوں سے ملکر محبت کو مکمل کرتے ہیں ان ٹکڑوں کو محبت اپنے لیے خود تراشتی ہے تا کہ یہ سانچے میں بہترین طریقے سے سما سکے۔۔۔

وصالِ یار کی خواہش تو ازل سے محبّ کے سینے میں جنم لیتی رہی ہے

عدی کو کمرے میں بیٹھے کچھ دیر پرانا وہ وعدہ یاد آ رہا تھا جو اس نے انفال سے کیا تھا۔۔۔ وہی وعدہ وصل۔۔۔ جو نبھایا نہ گیا تھا اُس کی خلش ابھی بھی سینے میں محسوس ہوتی تھی

اس میں کوئی شک نہیں کے انفال نے کبھی اس بات کا طعنہ نہیں دیا یہی اس کی شخصیت کا خاصا تھا یا یہ کہہ لیں کہ اس کی محبت تھی۔۔۔

عدی نے انن فانن یہ فیصلہ کیا کہ اس وعدے کو نبھائے گا اور وہ یہ سب انفال کو بتائے بغیر کرے گا اور اس طرح سے کرے گا کہ انفال دنگ رہ جائے گی۔۔۔۔

عدی نے فوراً انفال کو کال کی اور اسے کہا کے مشقات کو کہو کہ مجھ سے رابطہ کرے۔۔۔۔

انفال نے تعجب سے پوچھا کہ خیر تو ہے اچانک۔۔۔عدی نے بات کاٹتے ہوئے کہا کہ میں سب پرانے دوستوں سے گلے دور کروں گا اس لیے کہا ہے۔۔۔

میں نے سلمان کے پرانے نمبر پر بھی رابطہ کیا لیکن وہ بند جا رہا تھا

اس بات نے انفال کو مطمئن کر دیا لیکن عدی کے ذہن میں تو خرافاتی خیال نے جنم لے لیا تھا

انفال یہ بتا کہ کے مشقات تھوڑی دیر تک کال کرتی ہے خود کسی ضروری کام سے چلی گئی

اور عدی خود کو ذہنی طور پہ تیار کر رہا تھا کہ اسے کہنا کیا ہے کیونکہ جیسی وہ تھی اس نے تو فون پہ سر پھاڑ دینا تھا خیر کچھ دیر بعد مشقات کی کال آ گئی سلام دعا کے بعد سب سے پہلے تو اس نے بڑے مہذب طریقے سے ابا جی کے انتقال پہ افسوس کا اظہار کیا کیونکہ وہ اچھے سے جانتی تھی کہ عدی کی اپنے دادا

سے کس قدر روالہانہ محبت تھی پھر ماما بابا کا پوچھتے ہی سیدھی اپنی لائن پہ آ گئی۔۔۔۔

عدی کے بچے۔۔۔۔ یہ بتا کہ غائب کہاں تھا کچھ اتا پتا نہیں نہ رابطہ ایسی بھی کیا مجبوری تھی۔۔۔مشقات نے غصے میں پوچھا اور ساتھ کتنے ہی سوال کر ڈالے۔۔۔۔عدی نے چپ کرواتے ہوئے کہا ارے سنو تو میں بتا تا ہوں نا سب۔۔۔۔

تم تو رہنے ہی دو انفال نے مجھے سب بتا دیا تھا مجھے افسوس ہوا تھا اور فکر ہو رہی تھی تمھارے گھر والوں کی مشقات نے دکھی لہجے میں کہا۔۔۔۔

مشقات کے چہرے کے تاثرات اس قدر تیزی سے بدلتے تھے کہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ یہ کب ہنستے ہنستے رو دے گی۔

اور کب اچھے بھلے موڈ سے غصے میں آ جائے گی۔۔۔۔عدی کو فوراً شرارت سوجھی اور جواب دیتے ہوئے کہا تمھیں مجھ سے سن لینا چاہیے۔۔۔۔ہاں تم ہی سنا دو تو اچھا ہے۔۔

مشقات ابھی بھی دکھی لہجے میں تھی۔۔۔

عدی نے کہا اچھا سنو! تمھیں پتا ہے نا کے ہم کس طرح غائب ہو گئے تھے کسی کو کچھ خبر نہیں تھی میں نے اس لیے تم سے رابطہ نہیں رکھا کہ تمہارے لیے کوئی مسئلہ نہ ہو

اگر ایسا ہوتا کل کو پولیس نمبروں کی تفصیل نکلواتی اور تمہارے گھر تک پہنچ جاتی تو تم کیا جواب دیتی۔۔۔۔

مشقات نے فوراً ڈرتے ہوئے جواب دیا۔۔۔

ہائے! میں تو مر ہی جاتی میرے بابا تو مجھے زندہ ہی نہ چھوڑتے۔۔۔

عدی نے فوراً بات کو بڑھاتے ہوئے کہا۔۔۔

ہے نا؟؟ تو اسی لیے میں نے سوچا کہ تم سے رابطہ ہی نہ کروں۔۔۔ یہ تو بہت ہی اچھا کیا پھر تو مشقات نے کہا

لیکن اسے بات کی سمجھ ہی نہیں آئی تھی اسے پتا ہی نہیں چلا کے عدی اسے پاگل بنا رہا ہے بھلا پولیس اس کے گھر کیا لینے آتی۔۔۔اور وہ ہاں میں ہاں ملاتی گئی

لیکن جب اسے بات کی سمجھ آئی تو غصے سے جھلملا اُٹھی اور بولی کہ تم اس موقعہ پر بھی میرا مزاق اُڑانے سے باز نہیں آئے۔۔میں کتنے غور سے تمھاری بات سن رہی تھی۔۔۔تم واقع ہی فضول لڑکے ہو۔۔۔

اچھا اچھا ناراض مت ہو اچھا معذرت۔۔۔۔اس کے بعد عدی نے سنجیدگی سے ساری روداد سنائی اس نے بڑے ہی تجسس سے سنی۔۔۔۔سلمان کے بارے میں پوچھنے پر کہنے لگی چھ ماہ سے نمبر بند ہی جا رہا اس کا بھی تم دونوں ایک جیسے ہی ہو۔۔۔۔

## باب: ۱۳

میں نے بھی چندروز پہلے رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی مگر نمبر مسلسل بندہی جارہا تھاعدی نے مشتاقات کی تائید کرتے ہوئے کہا

میں جب بھی تمھارے شہرآؤں گاتواس کے گھر ضرور جاؤں گاعدی نے کہا۔۔۔۔۔۔ہاں تم آہی نا جاؤ کہیں۔۔۔مشتاقات نے شرارتاً کہا

ہاں میں سچ کہہ رہا ہوں اسی سلسلے میں بات بھی کرنی تھی تم سے

مشتاقات نے سنجیدگی سے کہا ایسی کیا بات تھی۔۔۔

تمھیں پتا ہے نا کہ پہلے بھی انفال سے ملنا چاہا تھا لیکن کس قدر مسائل سے دوچار ہوگیا تھا پھر بھاگنا پڑا۔۔۔

ہاں ہاں مجھے سب پتا ہے تم بات بتاؤ کیا ہے۔۔۔؟؟؟مشتاقات نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔۔۔

میں چاہتا ہوں کہ انفال کو سرپرائز دوں اور تم اس میں میری مدد کروگی لیکن یہ بات انفال کو بلکل پتا نہیں چلنی چاہیے۔۔۔عدی نے کہا

مشتاقات بولی وہ سب تو ٹھیک ہے لیکن میں مدد کیسے کروں گی۔۔۔؟؟؟

تم اسے بہانے سے اپنے ساتھ یونیورسٹی لے کر جاؤ گی میں وہاں موجود ہوں گاعدی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا

مشتاقات جھٹ سے بولی واہ جی واہ! یہ تو جیسے بہت آسان ہے ناوہ ہرگز نہیں مانے گی۔۔۔میں اسے اچھے سے جانتی ہوں

وہ سب مجھ پہ چھوڑ دو میں اسے کہہ دوں گا۔۔۔کیونکہ عدی جانتا تھا کہ جب بھی یہ بات ہوگی تو انفال اس سے ضرور پوچھے گی۔۔۔

ہاں تم اسے کہہ دینا باقی میں سنبھال لوں گی ۔۔ ویسے تمہارے لیے آنا آسان ہے کیا؟؟؟مشقات نے سوال کیا
عدی نے کہا آسان تو نہیں ہے لیکن آسان بنانا پڑے گا نا ۔۔تم فکر نہ کرو وہ سب میں دیکھ لوں گا ۔۔
چلو اب مجھے کہیں جانا ہے کل مکمل تفصیل کے ساتھ بتا دوں گا کہ کرنا کیا ہے اور کب کرنا ہے ۔۔۔
مشقات جس یونیورسٹی میں پڑھتی تھی اس کا شمار شہر کی بڑی یونیورسٹی میں ہوتا تھا ۔اس میں ایک الگ ہی جہان تھا رنگینیوں سے بھرپور فضا تھی جو ہر آنے والے کے دل کو مو لیتی تھی
لیکن عدی کو جو سب سے بڑا مسئلہ درپیش تھا جسے وہ نظر انداز کر رہا تھا وہ تھا دوسرے شہر جانا ۔۔۔
اس ڈر کے باوجود کہ اگر انفال آ گئی وہ پھر نہ جا سکا تو کتنی ہی دلسوز بات ہو گی ۔۔۔
اس کے باوجود عدی نے ساری تیاری مکمل کر لی اور جانے کی تاریخ اور وقت مقرر کر لیا ۔۔۔
اور اس کے بارے میں مشقات کو بھی بتا دیا کہ فلاں وقت فلاں تاریخ کو وہ آئے گا ۔۔۔اس کے مطابق مشقات نے انفال سے بات بھی کر لی تھی لیکن اس نے ابھی حامی نہیں بھری تھی ۔۔۔۔
اگلے ہی دن بات کہ دوران ہی انفال جھجکتے ہوئے بولی کہ وہ مشقات اپنے ساتھ یونیورسٹی جانے کا کہہ رہی ہے اُن کا کوئی فنکشن ہے تو مجھے زبردستی منا رہی کہ تم بھی ساتھ چلو ۔۔۔
ہاں !اگر تمہارا دل ہے تو ساتھ چلی جاؤ عدی نے دھیمے سے لہجے میں کہا ۔۔۔
ویسے تو دل نہیں ہے لیکن میں جامعہ کے لیے ایک تقریر لکھ رہی ہو اس حوالے سے مجھے اک کتاب کی ضرورت تھی  تو وہاں بڑی لائبریری ہے وہاں سے دیکھ لوں گی ایسا سوچا ہے میں نے
آپ کیا کہتے ؟؟؟انفال نے کہا
نہیں کوئی مسئلہ نہیں تم چلی جانا ۔۔۔عدی نے کہا
عدی نے اس موضوع پر بہت زیادہ بات نہیں کی تا کہ انفال کو شک نہ ہو جائے یا وہ اپنا ارادہ نہ بدل دے یہ پہلی مرتبہ تھا کہ عدی نے اتنا بڑا کام کر دیا اور انفال کو بھنک بھی نہ لگنے دی ۔۔۔۔

جیسے تیسے کر کے آخر وہ دن آ ہی گیا جس کا انتظار تھا اور جس کے لیے اتنی مشقت اُٹھانی پڑ رہی تھی۔۔۔

عدی صبح جلدی اُٹھ گیا تھا۔۔۔اُٹھتے ہی کمرے میں لگے بڑے آئینے کے سامنے کھڑا ہو کے خود کو دیکھنے لگا اور سوچنے لگا جب اُسے پہلی دفعہ دیکھوں گا تو کیا کہوں گا انہیں خیالات میں گم تھا کہ اچانک گھڑی پر نظر پڑی وقت تو جیسے اُڑا جا رہا تھا۔

الماری سے کالا کرتا پاجامہ نکالا جو انفال کو بہت پسند تھا۔۔اُسی کی پسند کا پرفیوم لگایا اور گلے میں اُس کی پسند کی شال رکھ لی۔۔۔تیار ہو کہ دوبارہ آئینے کے سامنے کھڑا ہو گیا اور خود کلامی کرتے ہوئے کہنے لگا پیارے تو لگ رہے ہو۔۔۔۔چلو عدی بیٹا اب نکلو وقت پہ نہ پہنچے تو پھر ساری عمر پچھتاتے رہو گے۔۔

عدی جب گھر سے روانہ ہوا تو آٹھ بج چکے تھے اور دو گھنٹے کی مسافت طے کر کے یونیورسٹی پہنچنا تھا مشقات کو اس بارے میں اطلاع دے دی تھی کہ وہ گھر سے نکل چکا ہے انفال اس سے بے خبر معمول کے مطابق اُٹھی کیونکہ انہیں بارہ بجے یونیورسٹی جانا تھا

اسے کیا خبر تھی کہ آج کا دن اس کا یادگار ہونے والا ہے

عدی ٹھیک گیارہ بجے یونیورسٹی پہنچ چکا تھا

یونیورسٹی کے مختلف ڈیپارٹمنٹ تھے اور سب کی الگ الگ عمارتیں تھیں گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہی سامنے ایک خوبصورت لان تھا جس میں گھاس لگی تھی جو بہت عمدگی سے تراشی گئی تھی اس میں تھوڑے وقفے پر بیٹھنے کے لیے بینچ رکھے گئے تھے لان کے چاروں طرف طرح طرح کہ پھولوں کی کیاریاں بنی ہوئی تھی جس میں لگے پھولوں کی بھینی خوشبو سے پورا لان مہک رہا تھا

لان سے آگے جا کہ بلڈنگ کا مرکزی دروازہ تھا جہاں داخل ہوتے ہی ایک وسیع ہال تھا جس کی ایک سائیڈ پر کرسیاں لگی ہوئی تھی

عدی اسی ہال میں بیٹھا انتظار کررہا تھا مشقات نے اسے بتادیا تھا کہ وہ گھر سے نکل چکے ہیں۔۔۔یہ سننا تھا کہ عدی کے ہاتھ پاؤں تو جیسے پھول ہی گئے تھے سانس ایک دم تیز ہوچکی تھی جوں جوں وہ قریب آرہے تھے دل کی دھڑکن مزید تیز ہوتی جارہی تھی

ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے انفال کو دیکھتے ہی جان نکل جائے گی

عدی جیسے اپنے حواس کھو رہا تھا پھر اک دم ٹھنڈی سانس لی تھوڑا پانی پیا اور پرسکون ہو کے بیٹھ گیا

جونہی دونوں یونیورسٹی کے گیٹ پہ پہنچی تو مشقات نے عدی کو بتادیا عدی فوراً لان میں آگیا عدی دور سے دونوں کو آتے ہوئے دیکھ سکتا تھا

جب انہیں قریب آتا دیکھا تو لان میں موجود ایک درخت کے پیچھے چھپ گیا تا کہ انفال اسے دیکھ نہ سکے وہ چاہتا تھا کہ اس کا سامنا اچانک ہو نہ کہ انفال اسے دور سے ہی دیکھ لے۔۔۔

دونوں چلتے ہوئے لان کے پاس سے ہوتے ہوئے مرکزی دروازے سے ہال میں داخل ہوئیں تو عدی بھاگ کے ان کے پیچھے چلا گیا

انفال کو معلوم ہی نہیں تھا کہ جس عدی کو ایک نظر دیکھنے کے لیے اس نے کتنا صبر کیا تھا وہ یہیں آس پاس ہی ہے

سب کچھ عین منصوبہ بندی کے مطابق ہوا تھا اور اس وقت انفال عدی کے بلکل سامنے تھی اور عدی انہیں آسانی سے دیکھ سکتا تھا پھر وہ چپکے سے نظروں سے بچتا ہوا انفال کے بلکل پیچھے جا کھڑا ہوا۔۔۔ابھی تک انفال اسے دیکھ نہیں پائی تھی۔۔۔

انفال نے یونیورسٹی میں نظر دوڑاتے ہوئے کہا یہ تو کسی محل کی طرح بنی ہے بہت ہی خوبصورت ہے۔۔۔۔

عدی جو انفال کے بلکل پیچھے کھڑا تھا بولا" لیکن تم سے خوبصورت تو کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔۔۔دُنیا کی کوئی شے بھی نہیں"۔۔۔یہ سُنتے ہی انفال نے پیچھے مڑ کے دیکھا تو دیکھتی ہی رہ گئی اس کی زبان سے

بمشکل یہ لفظ نکلا کہ " آپ "اس کے بعد اس سے کچھ نہیں کہا گیا
وہ جیسے سکتے میں چلی گئی ہو نظریں عدی کے چہرے پہ جم گئی تھی
بنا کچھ بولے کتنی دیر بس دیکھتی ہی رہی
بولتی بھی کیا وہ تو کبھی گمان ہی نہیں کر سکتی تھی کہ ایسا بھی ممکن ہوسکتا ہے
کچھ دیر عدی کو دیکھنے کے بعد اک دم مشقات کی طرف دیکھا جس نے فوراً ہی کہا اس میں میرا قصور نہیں ہے مجھے نہ ایسے دیکھو
انفال نے پھر عدی کی طرف چہرہ پھیرا اور مسکراتے ہوئے کہا دُنیا میں اس سے خوبصورت نظارہ کہیں نہیں ہوسکتا
پھر تینوں لان میں چلے گئے اور وہاں لگے بینچ پہ بیٹھ گئے انفال لگا تار عدی کو تکے جا رہی تھی
عدی نے آنکھ کے اشارے سے پوچھا کہ کیا دیکھ رہی ہو
انفال نے کہا میں تو بس یہ یقین کرنے کی کوشش کر رہی ہوں کہ آپ میرے سامنے بیٹھے ہیں۔۔میں چاہتی ہوں یہ لمحے ہمیشہ کہ لیے یہیں رک جائیں کس قدر حسین دن ہے
انفال ایک نازک اندام غزال آنکھوں والی خوبصورت سی لڑکی تھی سفید سوٹ میں ملبوس سر پہ سیاہ اسٹالر سے حجاب کیا تھا۔۔۔میانہ قد، پرسکون چہرہ جس پر حیرانگی کے آثار نمایاں تھے مسکراتے ہوئے اس کے گال قدرتی طور پر اندر کو پچک جاتے جو انتہائی خوبصورت لگتے تھے عدی تو بس دیکھتا ہی رہ گیا یہ پہلی نظر کا تاثر تھا جو انفال نے عدی کے دماغ پہ چھوڑا تھا
پھر اک دم سیدھی ہو کہ بیٹھ گئی جیسے اسے احساس ہو گیا ہو کہ وہ یہاں اکیلے نہیں بیٹھے اور بھی لوگ موجود ہیں
پھر کہنے لگی یہ کس قدر اُجڑا ہوا چہرہ ہے جیسے زمانے کی گرد سے اٹا ہو، آنکھیں کس قدر گہری ہو گئی ہیں یہ کیا حالت بنا رکھی ہے آپ نے؟؟؟

عدی نے غور سے انفال کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا کہ یہ حالت بس تب تک تھی جب تک ان غزال آنکھوں نے اس چہرے کو نہیں دیکھا تھا اب سے سب حالتیں درست ہو جائیں گی

مشقات انہیں یہ کہہ کہ چلی گئی تھی کہ وہ کلاس میں جا رہی یہاں تمہیں کوئی کچھ نہیں کہے گا اگر کوئی مسئلہ ہو تو بتا دینا۔۔۔

کپڑے بچ رہے ہیں آپ پہ انفال نے تعریف کرتے ہوئے کہا

عدی نے جواباً کہا ہاں تمہاری پسند کے جو ہیں جچیں گے تو ضرور۔۔۔ یہ سن کہ انفال مسکرانے لگی

## باب: ۱۴

عدی،انفال کے چاند سے چہرے کو دیکھتے ہوئے دل میں کہہ رہا تھا کہ

اے!مُونسِ جاں میں نے دُنیا کے تمام شاعروں کی کتابیں کھنگال لی مگر کہیں ایسے الفاظ نہیں پائے جو تمھارے حسین چہرے کی لطافت بیان کر سکیں

ساری دُنیا مل کر بھی ایسا پیمانہ ایجاد کرنے سے قاصر ہے جو تمھاری مخمُور آنکھوں کی گہرائی ماپ سکے۔۔۔

دُنیا کی تمام خوشیاں تیری مُسکراہٹ سے منصوب کی جاتی ہیں

اے حسین شخص تو کسی غریب کی وہ جمع پونجی ہے جسے تمام عمر بچا کے رکھا گیا ہو

تُو وہ تاج محل ہے جسے بنا کے معماروں کے ہاتھ کاٹ دیے گئے

تُو وہ حسین چندر مکھی ہے جس کی آغوش میں ہزاروں تتلیاں خوشبو کے لیے منڈلاتی رہتی ہیں

تُو تو وہ ہے جو رات میں بے حجاب نکل آئے تو سارے جُگنُو تم سے نور پانے کے لیے اردگرد آ بیٹھتے ہیں۔۔۔

دونوں اک دوسرے میں اس قدر کھوئے تھے کہ یہ احساس ہی نہ رہا کہ وقت کسی بے لگام گھوڑے کی طرح بھاگتا جا رہا ہے

عدی نے کہا ابھی ہم وقت کی قید میں اک دوسرے سے مل رہے مگر اک وقت آئے گا جب ہمارے پاس وقت کی کوئی قید نہیں ہوگی تب ہمارے پاس آخری سانس تک مہلت ہوگی

اس پر انفال صرف مسکرا دی۔۔۔۔

مستقبل کے بارے میں کیا خیال ہے؟؟؟ انفال نے پوچھا

ہائے! ہر کوئی یہی سوال کرتا ہے انفال۔۔۔

لیکن پھر بھی پہلے تو گریجوایشن کے امتحان دوں گا۔۔۔

اُس کے بعد؟؟؟انفال نے پھر سوال کیا

اُس کے بعد کا تو ابھی سوچا نہیں ہے۔۔۔ بابا کا خیال ہے کہ یہاں ہی کوئی چھوٹا سا کاروبار کر لیں تو بہتر ہے ملک سے باہر جا کہ محنت کرنا تو بہت مشکل کام ہے۔۔۔عدی نے جواب دیا

یہ بہت اچھا خیال ہے اپنے وطن جیسی تو کوئی شے نہیں باہر تو ایسے ہے جیسے انسان کوئی قید کاٹ رہا ہو انفال نے تائید کرتے ہوئے کہا

ہم جیسے تو اپنے وطن میں بھی قید کاٹتے ہیں اپنا گھر ،اپنا شہر اپنا ملک سب جیل محسوس ہوتا ہے جیسے یہاں سے فرار کی کوئی راہ ہی نہ ہو عدی نے اداس ہوتے ہوئے کہا

ایسی باتیں نہیں کرتے۔۔۔ جہاں اتنا سب کچھ ٹھیک ہو گیا ہے یہ وقت بھی گزر ہی جائے گا۔۔۔

اچھا! مروہ کے بارے میں بتائیں۔۔یار وہ کتنی پیاری ہے نا بلکل چھوٹی منی سی۔۔کتنا پیارا بولتی ہے انفال نے بات کو بدلتے ہوئے سوال کیا

ہاں! وہ تو بہت تیز ہوتی جا رہی سارا دن ماں اُس کے پیچھے ہی ہوتی ہیں بابا بھی اسی کے ساتھ مگن رہتے ہیں اور اب تو اس کی عمر ہو گئی سکول جانے کی بس جلد ہی سکول جایا کرے گی عدی نے ایک ہی دفعہ ساری تفصیل بتا دی

مجھے کبھی خیال آتا ہے کہ جب وہ بڑی ہو گی اسے پتا چلے گا کہ اس کے ماں باپ کون تھے تو کتنا دکھ ہو گا اسے۔۔۔خیر شاید اسے بہتر ماں باپ مل گئے ہیں جو اچھا خیال رکھ سکتے اس کا انفال نے کہا

عدی نے گھڑی کی طرف نظر دوڑائی تو تین بج چکے تھے چونک کے بولا وقت کا تو پتا ہی نہیں چلا کہاں گیا ہے۔۔۔

اس پہ انفال خاموش رہی

اتنی دیر میں مشتاق بھی آ چکی تھی تینوں نے کنٹین پہ بیٹھ کے کھانا کھایا

عدی نے کہا کہ ابھی جانے کا وقت ہو رہا ہے انفال کا تو جیسے اچانک چہرہ ہی اتر گیا وہ نہیں چاہتی تھی کہ یہ لمحے کبھی بھی ختم ہوں

عدی نے انفال سے کہا ہاتھ آگے کرو انفال نے ہاتھ آگے بڑھایا تو

عدی نے اُس کا ہاتھ تھام کہ اک خوبصورت سے گھڑی اس کی کلائی پہ باندھ دی اور کہا کہ یہ میری یاد دلاتی رہے گی۔۔۔۔

انفال خوشی اور غم کے ملے جلے تاثرات لیے خاموشی سے تکے جا رہی تھے

کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد انفال نے کہا بہت شکریہ اور خاموشی سے بیٹھ گئی

عدی نے اسے دیکھتے ہوئے کہا یہ کیا تمہارا تو چہرہ ہی لٹک گیا ہے یہ سننا تھا کہ انفال کی آنکھوں سے آنسو بہہ گئے عدی نے قریب ہو کہ آنسو پونچھتے ہوئے کہا کہ تمہاری آنکھوں میں آنسو نہیں جچتے وہ دوبارہ ضرور ملیں گے

انفال کچھ دیر تو یونہی بیٹھی رہی پھر خود کو سنبھالتے ہوئے کہا کہ میں اُمید کرتی ہوں کہ دوبارہ جب بھی ہم ملیں تو اس طرح اچانک کچھ نہ ہو

عدی نے ہاں میں سر ہلایا

اور تینوں کنٹین سے نکل کہ مرکزی دروازے پر پہنچ گئے جہاں سے انہیں دو الگ الگ سمتوں میں جانا تھا

عدی نے جدا ہونے سے پہلے جیب میں ہاتھ ڈالا اور اک خوبصورت سا گلاب کا پھول نکال کے انفال کو تھما دیا

انفال نے جذباتی لہجے ہی ایک دفعہ دوبارہ شکریہ ادا کیا اور پھر اجازت چاہی۔۔۔پھر دونوں نے پرنم آنکھوں سے ایک دوسرے کو خدا حافظ کہا۔۔۔انفال اور مشقات دونوں اک سمت کو چل دیں انفال نے چلتے ہوئے مڑ کے دیکھا تو عدی وہیں کھڑا انہیں جاتا ہوا دیکھ رہا تھا اسے ایک شعر یاد آ رہا تھا

یہ ہم جو تجھے جاتا ہوا دیکھ رہے ہیں

ایسے تو چلی جائے گی بینائی ہماری

جب انفال  آنکھوں سے اوجھل ہو گئی تو عدی بوجھل قدموں سے مخالف سمت کو چل دیا۔۔۔

عدی وہاں سے نکلا تو چار بج چکے تھے اسے شام ڈھلنے سے پہلے گھر پہنچنا تھا لیکن اسے سلمان کا خیال آ رہا تھا جس سے اک عرصہ دراز سے کوئی رابطہ نہیں تھا وہ نا چاہتے ہوئے بھی سلمان کے گھر کی جانب چل دیا  سلمان کے گھر  آنا جانا اتنا زیادہ تھا کہ وہ آنکھیں بند کر کے بھی اس کے گھر جا سکتا تھا اسے آج بھی وہ رستہ ذہن نشین تھا جو کچھ عرصہ پہلے اس کی راہ گزر ہوا کرتا تھا

عدی تیز قدموں سے چلتے ہوئے اس کے گھر جا رہا تھا وہی گلیاں وہی سڑکیں کچھ بھی تو نہیں بدلا تھا کچھ دیر کے بعد وہ سلمان کی گلی کے عین سامنے تھا جب سلمان کے گھر کے دروازے پہ پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کے گھر پہ تالا لگا ہوا ہے یہ دیکھ کر اسے انتہائی دکھ ہوا

اس نے محلے والوں سے پوچھا تو جواب ملا کہ آج صبح ہی وہ اسلام آباد گئے ہیں۔۔۔

عدی فوراً بس سٹینڈ پہنچا اور وہاں سے گاڑی میں سوار ہو کہ دن ڈھلنے سے پہلے گھر پہنچ گیا یہ اس کی زندگی کا اک یادگار دن تھا جو لمحے اس کہ ذہن میں ہمیشہ کے لیے قید ہو گئے انفال کا وہ معصوم چہرہ، غزال آنکھوں نے جیسے سحر طاری کر دیا ہو

شام میں کھانا کھاتے ہی سونے کو چلا گیا اور اگلے دن اس کی آنکھ تب کھلی جب مروہ کو توتلی زبان سے بھائی کہتے ہوئے سنا۔۔۔

مروہ کا عدی کے ساتھ بہت لگاؤ تھا اس کے گھر آنے سے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے بہار آ گئی ہو اب تو بڑی ہو چکی تھی سارے گھر میں دوڑتی پھرتی تھی اس کی نامکمل باتوں سے سب ہی بہت محظوظ ہوتے تھے

ابھی اس کی عمر پانچ برس تھی لیکن بلا کی ذہین تھی اس وجہ سے اسے جلد سکول داخل کروا دیا گیا
عدی اور اس کی والدہ اسے سکول چھوڑنے گئے تھے تب عدی کو اپنا بچپن یاد آ گیا جب والدہ اسے
سکول چھوڑنے گئیں تھیں اور کس طرح وہ مطمئن تھا
ماں اکثر اسے یہ قصہ سنایا کرتی تھیں۔۔۔مروہ بھی اسی طرح پراعتماد طریقے سے کلاس میں بیٹھ گئی
اور عدی والدہ کے ساتھ گھر آ گیا اسے سکول سے لانے اور چھوڑنے کی ڈیوٹی بابا کی تھی۔۔۔
کیونکہ بابا نے پاکستان میں اپنا سکریپ کا کاروبار شروع کر دیا تھا اور اس دفعہ پیسے زیادہ نہیں
لگائے تھے لیکن جتنی جمع پونجی تھی سب کی سب کاروبار میں لگا دی تھی
اب نہ تو زمین رہی تھی نہ گھر لے دے کے گاؤں والی ایک حویلی بچی تھی جسے لاکھ اصرار کے باوجود
نہیں بیچا تھا کیونکہ وہ ابا جی کی نشانی تھی
اب حالات تو بہتر تھے لیکن گاؤں جانا اب بھی خطرے سے خالی نہیں تھا عدی کا خاندان اب
دوسرے شہر میں اک کرائے کے گھر میں اپنی نئی زندگی کا آغاز کر چکے تھے
بابا بھی اپنے ابا کی طرح سخی دل، نڈر اور عقل مند شخص تھے وہ ایسا فیصلہ کبھی بھی نہیں کرتے تھے جس
سے خاندان کو نقصان ہو
اس طرح کم از کم زندگی اپنی راہ پر تو گامزن ہو چکی تھی
کاروبار بھی ٹھیک ہی چل رہا تھا یہاں ابا جی کو اک شخص ملا تھا جو تھا تو محلے دار لیکن انتہائی پاجی اور کمینہ
قسم کا انسان تھا
وہ شادی شدہ شخص تھا قد میں لمبا اور چہرے سے وجاہت جھلکتی تھی کام دھندہ بلکل نہیں کرتا تھا
اس کی چھ بیٹیاں تھیں سب ابھی بلکل چھوٹی تھیں ابا اکثر ترس کھا کہ اس کی مدد کر دیا کرتے تھے لیکن
اب اس کا وطیرا بن چکا تھا کہ آئے روز دروازے پہ دستک دے دیتا بابا پھر بھی اس کی مدد کر دیتے تھے
بابا کو نہیں معلوم تھا کہ وہ کرتا کیا ہے کچھ وقت تو ایسا ہی چلتا رہا لیکن جب تحقیق کی تو پتا چلا کہ وہ ایک

جواری ہے جو مختلف لوگوں سے پیسے اینٹھ کے جوے میں لگا دیتا ہے اور اس کی بیوی بچے در بدر پھرتے رہتے ہیں اس کے بعد بابا نے اسے پیسے دینا تو بند کر دیے مگر اس کے بیوی بچوں کی مدد کرتے رہتے تھے

پھر اس نے پیچھا نہ چھوڑا کبھی اس عہد سے کہ اب جوا نہیں کھیلوں گا پیسے لے جاتا اور کبھی کسی اور بہانے سے۔۔۔

اک روز جوے کے اڈے سے اسے پولیس پکڑ کے لے گئی کوئی اس کا والی وارث نہ تھا جو اس کے پیچھے جاتا بابا نے خدا ترسی کر کے اسے چھڑوا دیا لیکن وہ اپنی حرکتوں سے کبھی باز نہ آیا۔۔۔

# باب: ۱۵

عدی کے بابا کا کاروبار قدرے بہتر چل رہا تھا اتنی آمدن ہو جاتی تھی کہ گھر کے اخراجات آسانی سے پورے ہو رہے تھے
اب پہلے والا رئیسانہ دور تو نہیں رہا تھا لیکن اس کے باوجود اُن کی دریادلی میں کمی نہیں آئی تھی
زندگی اپنے معمول کے مطابق جارہی تھی عدی نے گریجوایشن کے امتحان دے دیے تھے اور بابا کے ساتھ دوکان پر ہوتا تھا
عدی کی شروع سے خواہش تھی کہ اچھی تعلیم حاصل کرے لیکن حالات نے موقع ہی نہیں دیا
بابا کی عمر بھی کافی ہو چکی تھی عدی کی کوشش ہوتی تھی کہ کاروبار کو زیادہ سے زیادہ خود وقت دے آج کل تو فارغ ہونے کی وجہ سے سارا وقت ہی عدی دوکان پہ رہتا تھا اور بابا کو زیادہ سے زیادہ آرام ہی کرواتا تھا۔۔۔
اُس کی ایک وجہ یہ تھی کہ بابا کو کچھ عرصے سے سینے میں درد کی شکایت ہو رہی تھی سارے ٹیسٹ تو نارمل آرہے تھے اچھے سے معائنہ کروانے بعد بھی کچھ ظاہر نہیں ہوا تھا۔۔۔
ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ بیماری بھی ابا جی کی نوعیت کی ہے اِس سے پریشانی میں مزید اضافہ ہو گیا کیونکہ آخری وقت تک ابا جی کی بیماری کا بھی ادراک نہیں ہو سکا تھا
اس وجہ سے ماں بھی پریشان تھیں کیونکہ خاندان اب مزید نقصان برداشت نہیں کر سکتا تھا
لیکن اللہ انسان کی طاقت سے زیادہ اُس پہ بوجھ نہیں ڈالتا۔۔۔جیسے لوہا انتہائی درجہ حرارت پہ جا کر پگھلتا ہے تو اُسے اپنی مرضی کی شکل میں ڈھالا جا سکتا ہے ویسے ہی انسان زندگی میں آنے والی مصیبتوں سے اپنی انا، نفرت، کینہ، بغض کو پگھلا کے محبت کی شکل ڈھالتا ہے یہی محبت ہمیں مضبوط تر بنا دیتی ہے۔۔۔۔

مصیبتیں ہمیں اپنے رب کے حضور مقرب بننے کا موقع دیتی ہیں تاکہ ہم اپنے رب کو زیادہ سے زیادہ یاد کر کے اُس کی خوشنودی حاصل کریں۔۔۔

ویسے اگر سوچا جائے تو کیا خوبصورت تصور ہوگا کہ ہم اپنے رب کو اس وقت یاد کر رہے ہوں جب سارا جہان ہمیں اکیلا چھوڑ چکا ہو، کوئی ہمارا پرسانِ حال نہ ہو اور نہ کوئی غم خوار ہو تو وہ عرشِ بریں پر ہماری فریاد سُن رہا ہو اپنے شایانِ شان مسکرا رہا ہو کہ میرا بندہ اس مشکل گھڑی میں بھی مجھے بھولا نہیں یہ کس قدر حسین تصور ہوگا کہ ہم اپنے رب کی نظر میں ہوں گے وہ کیا ہی کرم کی نظر ہوگی، وہ نظر کیا ہی محبت کی نظر ہوگی جو ستر ماؤں کی پیار بھری نظروں سے بھی افضل ہوگی۔۔۔۔۔

بس یہی بھروسہ عدی کا حوصلہ بڑھا دیتا تھا کیونکہ اُس کی تربیت ہی ایسے ماحول میں ہوئی تھی جہاں رب سے تعلق کو بہت اہم سمجھا جاتا تھا اس لیے عدی بھی اِن چیزوں سے گھبراتا نہیں تھا۔۔۔

بابا کی طبعیت مسلسل اتار چڑھاؤ کا شکار ہو چکی تھی کبھی مکمل صحتیاب نظر آنے لگتے تو کبھی اتنا بیمار ہو جاتے کہ اُن سے ہلا بھی نہ جاتا تھا دوکان کی ساری ذمہ داری اب عدی پر تھی کاروبار کے حالات بھی کچھ اچھے نہیں رہے تھے بڑھتی مہنگائی اور بدلتی حکومتوں کی وجہ سے کام تو جیسے بند ہی ہو گئے تھے۔۔۔

پھر وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔۔۔اک روز عدی دوکان پہ بیٹھا حساب کتاب میں مصروف تھا کہ گھر سے ماں جی کی کال موصول ہوئی کہ بابا کی طبیعت اچانک خراب ہوگئی ہے اور انہیں شدید درد کے دورے پڑ رہے ہیں عدی نے دوکان ملازم کے حوالے کی اور اسے ہدایت دے کے گھر کو دوڑا

وہاں پہنچا تو بابا درد کی لپیٹ میں تھے ان سے بولا بھی نہیں جا رہا تھا عدی نے فوراً ایمبولینس کو بلوا لیا اور بابا کو لے کے ہسپتال چلے گئے جہاں انہیں ابتدائی طبی امداد دی گئی اور طبیعت سنبھل گئی لیکن اس مرتبہ رپورٹیں کچھ ٹھیک نہیں آئی تھیں۔۔۔

اِن کے دل کے دو وال عنقریب بند ہونے والے ہیں جن سے ان کی جان بھی جا سکتی ہے ڈاکٹر نے عدی سے کہا

یہ سُن کہ تو عدی کے پاؤں تلے سے جیسے زمین نکل گئی ہو۔۔۔اس کا علاج کیا ہے؟؟؟؟عدی نے پوچھا

اس کو بہترین حل یہ ہے کہ آپ انہیں لاہور کے بڑے ہسپتال پنجاب کارڈیالوجی میں لے جائیں۔۔۔وہاں ان کا علاج بہتر ہوسکتا ہے وہ آپ کو بہتر طریقے سے بتا سکتے ہیں۔۔۔ابھی کے لیے تو اِن کی طبیعت بہتر ہے اگر جلد از جلد علاج نہ کروایا تو پریشانی کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔۔۔۔

عدی نے فوراً ماں جی سے مشورہ کیا اور انہیں لاہور لے جانے کا فیصلہ کیا۔۔۔

وہاں جا کہ انہیں داخل کروا دیا گیا اور مکمل رپورٹیں آنے کے بعد پتا چلا کے دل کے دونوں وال تبدیل کرنے پڑیں گے اور اس کے لیے بھی آٹھ لاکھ کی خطیر رقم درکار ہوگی۔۔۔

یہ بات تو بہت پریشان کن تھی کیونکہ سب کچھ جمع کرنے کے باوجود بھی تین لاکھ سے زیادہ نہیں تھے۔۔۔

اس لیے اک رشتہ دار سے پانچ لاکھ اُدھار لے کہ جمع کروا دیے گئی اور پھر کچھ دن تک آپریشن کی تاریخ مل گئی۔۔۔۔

عدی کے لیے یہ بہت ہی پریشان کن صورتحال تھی جمع پونجی مکمل طور پہ ختم ہو چکی تھی جو تھا وہ سب کا سب علاج پہ لگا دیا اور مزید یہ کہ اک خطیر رقم کے مقروض بھی ہو گئے۔۔۔۔

ڈاکٹر نے کہا ہے کہ دو دن بعد اُن کا آپریشن ہے عدی نے ماں سے کہا۔۔۔عدی کے چہرے سے پریشانی جھلک رہی تھی۔۔۔

کوئی بات نہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے اللہ ہمارے لیے بہتر کرے گا ماں نے کہا۔۔۔

اور انہوں نے اک دستاویز پر دستخط بھی لے لیے ہیں کہ اگر آپریشن کے دوران کچھ ہو جاتا ہے تو ہم ذمہ دار نہیں ہوگے۔۔۔عدی نے کہا

یہ بات سن کے ماں جی کے چہرے پہ پریشانی کے آثار نمایاں ہوئے لیکن پھر بھی انہوں نے عدی کی

ہمت بندھاتے ہوئے کہا کوئی بات نہیں ہوگا تو وہی جو رب کو منظور ہوگا ہم صرف کوشش ہی کر سکتے ہیں۔۔۔۔

اس بات پہ عدی کے چہرے پر اک جھوٹی سے مسکراہٹ پھیل گئی۔۔۔اور جا کہ ہال میں لگے بینچ پر بیٹھ گیا۔۔۔

بینچ پر بیٹھتے ہی بے بسی سے سے کو پیچھے کی جانب لٹکا کے آنکھیں موندلیں جیسے صدیوں سے سفر پر ہو اور تھک ہار کہ اک جگہ پناہ کو رکا ہو۔۔۔عدی کو وہ وقت یاد آ رہا تھا جب ابا جی کو اپنی آنکھوں کے سامنے کھویا تھا تب کس طرح تڑپا تھا لاکھ کوشش کے باوجود بھی اُنہیں بچا نہیں سکا تھا عدی نے فوراً اس خیال کو جھٹک دیا

اور بے اختیار بولا کہ نہیں نہیں ایسا نہیں ہوسکتا۔۔اُس کی آواز اتنی اونچی تھی کہ پاس بیٹھے تین چار لوگوں نے با آسانی سنی ہوگی

ساتھ بیٹھے ادھیڑ عمر بزرگ نے کہا کہ بیٹا پریشان لگ رہے ہو۔۔۔جو شخص اس ہسپتال میں بیٹھا ہو تو وہ یقیناً پریشان ہی ہوگا عدی نے بیزاری سے جواب دیا۔۔۔

بیٹا تم تو غصہ ہی کر گئے بوڑھے شخص نے نہایت پیار سے کہا اس بات کا عدی نے کوئی جواب نہیں دیا اُس کا ذہن اور ہی خیالات میں کھویا ہوا تھا

کچھ دیر گزرنے کے بعد وہ بوڑھا شخص پھر بولا کہ تم یہاں کس کے لیے آئے ہو؟؟؟؟ عدی نے بغیر دیکھے جواب دیا کہ میرے بابا یہاں داخل ہیں انہیں دل کا مسئلہ ہے۔۔۔۔

وہ بوڑھا شخص جس کی عمر قریباً ستر سال تھی چہرے پہ جھریاں، گال چپٹے اور آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں چہرے پہ داڑھی تھی جو مکمل سفید ہو چکی تھی۔۔کرتا کے نیچے کھلی شلوار پہنی تھی اور سر کو ڈھانپنے کے لیے ایک کپڑا رکھا ہوا تھا۔۔۔شکل وصورت سے معتبر اور سمجھدار شخص معلوم ہوتا تھا۔۔کہنے لگا میں اِس اُدھیڑ عمری میں بھی اپنے باپ کی کمی محسوس کرتا ہوں ایسا لگتا ہے جیسے میرے سر پہ اک گھنا

سایہ تھا جواب نہیں رہا۔۔۔اور یہ بات کرتے ہوئے اس کی آواز بھر آئی عدی جو بے دھیانی سے اس کی بات سُن رہا تھا چونک کہ اس کی طرف دیکھا جو نظریں جھکائے بول رہا تھا۔۔عدی کا رویہ ایک دم بدل گیا اسے شرمندگی ہو رہی تھی کہ کس طرح اس نے بوڑھے آدمی کیساتھ بدتمیزی کی تھی۔۔۔عدی بولا بابا جی آپ یہاں کس کے ساتھ آئے ہیں۔۔۔بوڑھے نے جواب دیا کہ میرا جوان بیٹا ہے ڈاکٹر کہتے ہیں اس کے دل کا سائز بڑھ گیا ہے اور اس کے بچنے کی کوئی اُمید نہیں ہے یہ بات کرتے ہوئے بوڑھے شخص کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے

کہنے لگا کہ میرا اس کے سوا کوئی سہارا نہیں ہے میں نے ہر جگہ اس کے علاج کی کوشش کی لیکن سب نے یہی کہا کہ اس کے بچنے کی اُمید نہیں ہے

ہمارے گاؤں میں کسی کے گھر مہمان آئے تھے وہ پڑھے لکھے معلوم ہوتے تھے جب ان سے ذکر کیا تو انہوں نے مجھے یہاں کا پتہ دیا کہ یہاں سے شاید کوئی سبیل نکل آئے

عدی نے بوڑھے شخص کو حوصلہ دیا اور ان سے ڈھیروں دعائیں لیں۔۔۔۔عدی نے اپنے رویے پر معذرت کی جس پر بوڑھے شخص نے کہا تم نہایت اچھے خاندان سے معلوم ہوتے ہو۔۔اللہ تمھیں کامیاب کرے اور تمہارے بابا کا سایہ ہمیشہ سلامت رکھے۔۔۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ شاید ہمارے ہی غم سب سے معتبر ہیں اگر ہم دوسروں کو ٹٹولیں تو اندازہ ہوگا کہ ہمارے غم تو جیسے کچھ ہے ہی نہیں۔۔۔

یہ دُنیا ایسے بے شمار قصوں سے بھری پڑی ہے اگر ہمیں سب معلوم ہو جائے تو شاید ہمارا دل اس درد کی شدت کو برداشت ہی نہ کر سکے اور پھٹ جائے۔۔۔اس کے باوجود ستم یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں لوگ اپنے رویے، باتوں اور حرکتوں سے لوگوں کو تکلیف میں مبتلا کرتے ہیں اور ڈھٹائی سے اس تماشے کا مزہ لیتے ہیں کسی کو پریشانی میں دیکھ کہ اس کی مدد کی بجائے اسی کو کوسنے لگتے ہیں یہ تو تمہارے اپنے کاموں کا نتیجہ ہے چاہے انہیں سرے سے کوئی بات کا علم ہی نہ ہو۔۔۔

# باب: ١٦

باباکے آپریشن کوایک دن باقی تھاعدی کی ہمت تو جیسے جواب دے رہی تھی کیونکہ ہسپتال کا ماحول ہی عجیب تھاہراک گھنٹے میں کسی نہ کسی کہ مرنے کی وجہ سے عزیزوں کیرونے کی آوازآتی رہتی تھی جس نے عدی کو عجیب ہی وسوسوں میں ڈال دیا تھا

اس کی طبیعت اس قدر بیزاراور چڑچڑی ہوچکی تھی کہ اک لمحہ بھی وہاں ٹھہرنے کو جی نہیں چاہتا تھا

حساس لوگوں کیساتھ یہی مسئلہ ہوتا کہ وہ کسی کے غم کو بھی سنجیدگی سے لیتے ہیں

عدی انہیں خیالوں میں میں گُم ہسپتال میں بیٹھا تھا کہ اس کے موبائل کی گھنٹی بجی دیکھا تو انفال کی کال تھی

سلام دعا کہ بعد عدی بولا کہ

اگرآپ اب بھی نہ آتی تو شاید میرادل بھی عنقریب جیسے پھٹ ہی جاتا۔۔۔۔

ایسا تو نہ بولیں میں تو یہیں ہوں ہروقت آپ کے ساتھ۔۔۔پریشان کیوں ہوتے ہیں۔۔۔دل بڑا کیا کریں۔۔۔

بے چین شخص کو دُنیا کی کوئی چیز سکون نہیں بخش سکتی سوااس کی من پسند عورت کے۔۔۔۔۔

عدی کا مزاج بھی ایسا ہی تھا وہ جتنا مرضی پریشان ہولیکن جب بھی انفال کی آوازاس کے کانوں میں پڑتی تھی اس کے سارے غم زائل ہوجاتے تھے اک نئی روح جنم لیتی تھی جو تازہ جذبے اور محبت سے بھرپور ہوتی تھی۔۔۔

عدی نے کہا اب آپ آ گئی ہونا تو سب ٹھیک ہوجائے گا۔۔۔وہ ہمیشہ یہی جملہ کہا کرتا تھا۔۔۔اور ہر دفعہ انفال کہا کرتی تھی کہ ہاں! میں تو ہوں ہی ہمیشہ۔۔۔۔

انفال کے یہ الفاظ عدی کو جیسے تقویت بخشتے تھے۔۔۔

پھر عدی نے بوڑھے شخص کے ساتھ آنے والا واقعہ من وعن بیان کر دیا۔۔۔

انفال کہنے لگی حقیقتاً اس دُنیا میں بہت غم ہے ہم اپنے چھوٹے چھوٹے دکھوں کو غموں کا پہاڑ جانتے ہیں لیکن یہ اس قدر ہلکے ہوتے ہیں کہ روئی کی طرح ہماری زندگیوں سے اُڑ جاتے ہیں۔۔۔

عدی خاموشی سے سُن رہا تھا جب بھی انفال کسی سنجیدہ موضوع پہ بات کرتی تھی تو عدی کبھی بھی اس کی بات نہ کاٹتا بلکہ تحمل سے سنتا تھا۔۔۔۔

بہترین سامع ہونا دُنیا کی بہترین چیزوں میں سے ایک ہے اچھا بولنے سے زیادہ اہم اچھا سننا اور اسے سمجھنا ہے اور یہ خصوصیت دونوں میں پائی جاتی تھی۔۔

لمبی گفتگو کے بعد کال بند ہو گئی اس کے باوجود میسج پہ دونوں ساری رات ہی بات کرتے رہے کیونکہ انفال نہیں چاہتی تھی کہ عدی کسی بھی طرح تذبذب کا شکار ہو۔۔۔

صبح دس بجے آپریشن کا وقت تھا آپریشن تھیٹر جانے سے پہلے عدی نے بابا کو حوصلہ دیا اور آپریشن تھیٹر کے باہر لگی کُرسیوں پہ والدہ کے ساتھ بیٹھ کے انتظار کرنے لگا۔۔۔

ڈاکٹرز نے یہ بلکل نہیں بتایا تھا کہ آپریشن میں کتنی دیر لگے گی۔۔اسے بار بار وہ دستاویز ذہن میں آ رہی تھی جس پہ اس کے دستخط لیے گئے تھے

عجیب ہی طرح کے وسوسوں نے اسے گھیرا ہوا تھا بابا کو آپریشن تھیٹر گئے دو گھنٹے سے زیادہ کا وقت ہو گزر چکا تھا لیکن ابھی تک وہ باہر نہیں آئے تھے

کئی مریض جو ان سے بعد میں گئے تھے باہر آ چکے تھے عدی کے دل کی دھڑکن تو آپے سے باہر ہو رہی تھی اب یہ خیال کہ کہیں کچھ ہو تو نہیں گیا جو اتنی دیر لگا رہے ہیں

بار بار آپریشن تھیٹر کے سامنے جاتا اور اندر جھانکنے کی کوشش کرتا لیکن یہ کوشش بھی بے سود ہی رہی۔۔۔

جوں جوں وقت بڑھتا جا رہا تھا عدی کی حالت بھی پتلی ہوتی جا رہی تھی جو مریض وقفے وقفے سے

باہر آ رہے تھے وہ بھی آنا بند ہو چکے تھے

عدی سے بلکل بھی انتظار نہیں ہو رہا تھا دل ڈوبتا ہی جا رہا تھا

وقت دیکھا تو دو بج چکے تھے یعنی آپریشن شروع ہوئے بھی چار گھنٹے گزر چکے تھے۔۔۔لیکن ابھی تک کوئی خبر نہیں۔۔۔ہر ایک لمحہ گراں گزر رہا تھا

ٹھیک ایک گھنٹے بعد انہیں باہر لایا گیا عدی بھاگ کے ان طرف لپکا۔۔۔وہ بیہوش تھے ڈاکٹر نے بتایا کہ آپریشن کامیاب رہا ہے ابھی کچھ دیر میں انہیں ہوش آ جائے گا۔۔۔

عدی نے سکھ کا سانس لیا اور ماں کے گلے سے لپٹ گیا۔۔۔

انہیں وارڈ میں منتقل کر دیا گیا تھا

جب انہیں ہوش آیا تو صرف ایک ہی شخص کو ہدایات کے ساتھ ملنے کی اجازت دی گئی

پہلے والدہ گئیں اور کچھ دیر بعد عدی کو بھی بلا لیا گیا عدی کو دیکھ وہ مسکرا رہے تھے

ڈاکٹر نے انہیں بولنے سے منع کیا تھا سو کوئی بات نہ ہو سکی

کچھ دن وارڈ میں رکھنے کے بعد جب ان کی طبیعت سنبھل گئی تو ضروری ہدایات کے ساتھ گھر جانے کی اجازت دے دی گئی

جب عدی اپنے بابا کو گھر لے جانے کے لیے ہسپتال سے باہر لے کے آیا عین اسی وقت وہ بوڑھا شخص جس کی ملاقات عدی سے کچھ دن پہلے ہوئی تھی اپنے جوان بیٹے کی لاش کو سامنے رکھے رو رہا تھا۔۔۔بابا کو گاڑی میں منتقل کرنے کے بعد انہیں انتظار کرنے کو کہا اور خود اس بوڑھے شخص کے پاس چلا گیا وہ بوڑھا شخص عدی کو دیکھتے ہی اس کے گلے لگ کے خوب رویا۔۔۔

کچھ دیر کے بعد عدی نے اسے دلاسہ دینے کی کوشش کی لیکن جس شخص کا جوان بیٹا چلا جائے اس کو الفاظ کیا ہی تسلی دے سکتے تھے۔۔۔عدی نے پھر بھی اس بوڑھے شخص کو صبر کا کہتا رہا یہ روایتی طریقہ ہے جو ہم فقط ایک دوسرے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔۔۔اور وہاں سے چل دیا۔۔۔گاڑی میں

بیٹھے ماں اور بابا یہ سب دیکھ رہے تھے جب انہوں نے دریافت کیا تو عدی نے سارا ماجرہ بیان کر دیا۔۔

عدی بخیر و عافیت انہیں گھر لے کہ پہنچ گیا تب جا کہ اس کی جان میں جان آئی۔۔۔۔

زندگی میں ایک ایسا کمزور وقت ضرور آتا ہے جو ہماری زندگی کے اگلے سفر کا تعین کرتا ہے یا تو ہم سنبھل جاتے ہیں یا پھر گر جاتے ہیں اور وقت کی رفتار سے اتنا پیچھے رہ جاتے کہ ہمیں دوبارہ اُٹھنے کے لیے سالوں لگ جاتے ہیں۔۔۔

یہی سب عدی کے ساتھ ہو رہا تھا حالات اک دم بدل گئے تھے قرض سر پہ چڑھ چکا تھا اور کاروبار بلکل ٹھپ ہو چکا تھا

جن سے قرض لیا تھا وہ بھی بار بار تقاضا کر رہے تھے اب کوئی جائیداد تو بچی نہ تھی کہ اسے بیچ کر وہ قرض ادا ہو جاتا

عدی نے بابا سے مشورے کے بعد دوکان فروخت کر دی اور اس سے اتنی رقم ہاتھ لگ گئی تھی کہ قرض با آسانی ادا ہو جاتا۔۔۔

یہاں سے عدی کے تاریک ترین دور کا آغاز تھا۔۔۔

عدی نوکری کی تلاش میں سارا دن مارا مارا پھرنے کے بعد شام کو گھر لوٹا تو آتے ہی کمرے میں پڑے بیڈ پر گر گیا۔۔۔ بدن تھکاوٹ سے چُور تھا بیزاری کی سی کیفیت تھی اور ذہن میں ہزاروں سوچیں جنم لے رہی تھیں۔۔۔اس سے پہلے کبھی ایسے کٹھن دور سے نہیں گزرا تھا وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس پہ ایسا وقت بھی آئے گا کہ چند سکوں کی نوکری کے لیے دفتروں کے دھکے کھانے پڑیں گے۔شاید مڈل کلاس لڑکوں کی زندگی اتنی آسان نہیں ہوتی جتنی نظر آتی ہے۔۔۔بظاہر تو خوش نظر آتے لیکن اُن کے اندر ایک جنگ جاری ہوتی ہے گھر کی ذمہ داریاں، ماں، باپ، بہن، بھائیوں کی فکر۔۔۔اور اگر کہیں اس سب میں محبت اپنا قدم رکھ دے تو سب سے بڑھ کہ اس کی فکر۔۔۔ایک

جہان ہوتا جسے فتح کرنا ہوتا ہے لیکن یہ سب کے بس کی بات نہیں ہوتی۔۔۔۔

وہ انہی خیالوں میں گم تھا کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور ماں جی پانی کا گلاس ہاتھ میں لیے کمرے میں داخل ہوئیں۔۔۔عدی کی طرف دیکھا تو چہرہ مرجھایا ہوا لگ رہا تھا چہرے پہ ابھی بھی گرد جمی ہوئی تھی گلاس عدی کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہنے لگیں کہ تھک گئے ہونا۔۔۔کوئی بات نہیں تم پریشان مت ہو تمہارے لیے بہت ہی اچھا ہوگا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔۔۔۔

عدی نے چہرے پہ جھوٹی مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا کہ۔۔نہیں نہیں !ابھی کِیا ہی کیا ہے کہ تھک جاؤں ابھی بہت لمبا سفر ہے۔۔ویسے بھی والدین کے لیے محنت کرنے سے کوئی تھکتا تھوڑی ہے۔۔۔

بھیڑیا ساری عمر شکار کرتا ہے اور اپنے بچوں کو کھلا کہ جوان کرتا ہے لیکن جب وہ بوڑھا ہو جاتا ہے اس قابل نہیں رہتا کہ شکار پہ جائے تو اس کی اولاد اسے گھر بٹھا دیتی ہے اور اس کے لیے شکار کر کے لاتی ہے اسے کھلاتی ہے یہی نسل در نسل چلتا رہتا ہے اسی لیے بھیڑیے کو والدین کے ساتھ وفاداری سے منصوب کیا جاتا ہے۔وہ تو جانور ہیں لیکن ہم تو پھر بھی انسان ہیں جو اشرف المخلوقات ہے۔۔۔

آپ بس میرے لیے دعا کریں کہ جلدی سے کوئی نوکری مل جائے۔ماں نے مسکراتے ہوئے کہا کہ اس بات کی فکر نہ کرو جس کے ذمے رزق ہے وہ یقیناً کوئی رستہ نکال دے گا تم اپنی محنت جاری رکھو اتنے میں مروہ کمرے میں داخل ہوئی اور بھاگتی ہوئی بیڈ پر چڑھ کے عدی کی گود میں بیٹھ گئی اور کافی دیر تک عدی کے ساتھ اپنی توتلی زبان میں باتیں کرتی رہی۔ان چند منٹوں میں عدی کی ساری تھکان ہی اُتر گئی۔۔۔ایسا لگ ہی نہیں رہا تھا کہ یہ سارا دن زمانے کی خاک چھانتا رہا ہے۔۔۔مرد سارا دن باہر کام کرتا ہے طرح طرح کے لوگوں کی باتیں سنتا ہے۔جب شام میں گھر لوٹتا ہے تو اگر سکون کے چند پل ہی نصیب ہو جائیں تو اس کی ساری تھکاوٹ جاتی رہتی ہے۔۔۔

## باب: ۱۷

عدی کافی دیر سے مروہ کے ساتھ کھیل رہا تھا اور ماں جی ساتھ کرسی پر بیٹھیں انہیں دیکھ رہی تھیں
ماں نے اچانک سوال کیا کہ یہ انفال کون ہے؟؟؟؟
عدی جو مروہ کے ساتھ ہنس رہا تھا یک دم ساکت ہو گیا جیسے کسی بہت ہی وزنی چیز اس پہ رکھ دی گئی ہو۔۔۔
ماں نے اس دفعہ سنجیدگی سے پوچھا کہ یہ انفال ہے کون؟؟؟
اس بار عدی نے خاموشی توڑی اور اپنے حواس بحال کرتے ہوئے کہا کہ میں آپ کو تفصیلاً بتا دوں گا آپ مجھے کچھ وقت دیں۔۔۔
اچھا چلو ٹھیک ہے۔۔۔ ماں جی نے بات ختم کرتے ہوئے کہا
تو آپ میرا موبائل چیک کرتی ہیں؟؟؟ عدی نے ماں سے مزاق میں کہا
نہیں! اک صبح میں تمہارے کمرے میں آئی تو فون کی سکرین پر کسی انفال کے میسج آئے پڑے تھے۔۔۔۔
آپ کو وضاحت دینے کی ضرورت نہیں ہے ماں۔۔۔ آپ چیک بھی کر لیں تو ایسا کچھ تو ہے نہیں اس میں عدی نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔۔۔
ماں یہ کہتے ہوئے کمرے سے نکل گئیں کے اُٹھ کے نہا لو میں تمہارے لیے کھانا بنا دیتی ہوں۔۔۔۔
عدی کے لیے یہ ایک معمہ تھا کہ والدہ کو انفال کے بارے میں کس طرح بتایا جائے
بعض اوقات تو عدی، انفال کے ساتھ مل کر خرافاتی منصوبے بنایا کرتا تھا کہ اس طرح سے ماں جی کو بتاؤں گا لیکن یہ کام تو خود بخود ہو گیا تھا سارے منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے تھے
شام کے کھانے کے بعد انفال کی کال آ گئی اور اس کو سارے دن کا احوال بیان کیا

اور یہ بھی بتایا کہ والدہ آپ کے بارے میں پوچھ رہی تھیں اس بات کا انفال کو بہت تجسس تھا کہ آخر ماں جی اس کے بارے میں کیا رائے قائم کریں گی عدی نے ماں جی کی جو تصویر انفال کے سامنے کھینچی تھی اس سے وہ اندازہ کر سکتی تھی کہ وہ بہت ہی شائستگی سے برتاؤ کریں گی۔۔۔

اس رات دیر تک بات ہوتی رہی کیونکہ اگلے روز انفال کو جامعہ سے چھٹی تھی اور عدی تو ویسے ہی فارغ تھا

انفال کا عدی کے خاندان سے بے حد لگاؤ تھا وہ تخیلاتی طور پہ خود کو انہی کا ایک فرد سمجھتی تھی اور تھا بھی ایسا ہی جس قدر اس کا عدی کی زندگی میں عمل دخل تھا اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ انہی کے گھر کا ایک فرد ہے۔۔۔

اگلی صبح عدی دیر سے جاگا۔۔۔فون سائیڈ ٹیبل پر پڑا تھا

اُٹھا تو انفال کی بے شمار کالز اور میسیجز آئے پڑے تھے عدی نے گھبرا کے فون اُٹھایا اور اسی وقت انفال کو فون کیا

کچھ دیر کے بعد انفال نے فون اُٹھا لیا۔۔۔

خیریت تھی؟؟؟ عدی نے پوچھا

لیکن انفال نے آگے سے کوئی جواب نہ دیا۔۔۔بتاؤ تو سہی کیا ہوا ہے میں تو فون سائیڈ پہ رکھ کے سویا ہوا تھا پتا ہی نہیں چلا۔۔۔عدی نے پھر کہا۔۔۔

اس بار انفال نے بغیر کچھ بولے رونا شروع کر دیا۔۔۔عدی کو جیسے دھچکا سا لگا فوراً دوبارہ پوچھا کہ ماجرہ کیا ہے کچھ تو بتاؤ۔۔۔لیکن انفال لگاتار روئے جا رہی تھی۔۔۔عدی نے پہلے انفال کو چپ کروایا اور پھر پوچھا بتاؤ کیا ہوا ہے؟؟؟؟

انفال نے سانسیں بحال کرتے ہوئے بتایا کہ اس کے ابو صبح جلدی کام پہ نکل گئے تھے اور سمیعہ جو اس کی سوتیلی ماں تھی اپنی ماں کے ہاں گئی ہوئی تھی تو اس وقت انفال گھر میں اکیلی تھی۔۔۔

اُس کا خالہ زاد جسے بھائی سمجھا جاتا تھا گھر آیا۔۔۔باہر کا دروازہ کھلا تھا سو وہ اندر گھس آیا اور آ کے گھر والوں کے بارے میں پوچھنے لگا۔۔۔یہ کہتے ہوئے انفال دوبارہ رونے لگ گئی۔۔۔۔

عدی نے حوصلہ دیتے ہوئے کہا کہ بات مکمل کرلو۔۔۔پھر انفال بولی کہ میں نے اسے بتایا کہ گھر کوئی نہیں ہے آپ شام میں چکر لگا لینا تب ابو آ جائیں گے۔۔۔

میں یہ کہہ کہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی ایک دفعہ وہ باہر کو جانے لگا لیکن اچانک میرے پیچھے کمرے کی جانب آ گیا

میں گھبرا گئی اور اسے کہا کہ۔۔۔یہاں کوئی نہیں ہے جاؤ یہاں سے شام کو آنا لیکن وہ اچانک میری طرف لپکا اور اپنا ہاتھ میری طرف بڑھا دیا میں نے اس کا ہاتھ زور سے جھٹکا اور کمرے میں داخل ہوتے ہی کمرہ اندر سے بند کر دیا۔۔۔

اور میرے رونے کی آواز سن کہ وہ فوراً بھاگ نکلا۔۔۔یہ بات بتاتے ہوئے اس کی ہچکی بندھ گئی تھی اور مسلسل روئے جا رہی تھی۔۔۔۔

وقت کی اس مسافت میں عدی اپنے ساتھ ہونے والی زیادتیاں اور زمانے کے سارے وار برداشت کر رہا تھا لیکن اسے بلکل بھی گوارہ نہیں تھا کہ انفال کو کوئی کانٹا بھی چبھے۔وہ انفال کو لے کہ جنون کی حد تک پاگل تھا۔۔۔اس پاگل پن کو انفال کے علاوہ کوئی کنٹرول نہیں کر سکتا تھا۔۔۔

عدی نے انفال سے اس بارے میں ساری تفصیل پوچھ لی۔۔۔

اس کا کونسا ہاتھ تمہاری جانب بڑھا تھا؟؟؟عدی نے پوچھا

دایاں۔۔۔انفال نے جواب دیا

اس کے بعد عدی نے انفال کو حوصلہ دیا اور کہا کہ فکر نہ کرو سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔اور کافی دیر تک انفال سے بات ہوتی رہی جس سے وہ پرسکون ہو گئی۔۔۔

عدی غصے سے لال پیلا ہوا جا رہا تھا اس سے یہ بات برداشت ہی نہیں ہو رہی تھی کہ کسی نے انفال کو

ہاتھ لگانے کی کوشش کی ہے اس کا من کر رہا تھا کہ اسی وقت اُڑ کے وہاں جائے اور اسے جان سے ہی مار دے جس نے یہ حرکت کرنے کی کوشش کی ہے۔۔۔مرد تو پسندیدہ عورت کو چھونے والی ہوا کا بھی دشمن ہوتا ہے لیکن یہاں تو معاملہ ہی اُلٹ تھا۔۔

شام میں جب انفال کے ابو گھر آئے جن کا نام حمید تھا تو انفال نے سارا واقعہ تفصیل سے بیان کر دیا۔۔۔حمید صاحب تھوڑا جذباتی قسم کے آدمی تھے اسی وقت اُٹھے اور انفال کی خالہ جو اسی شہر میں رہتی تھی کی طرف چل دیے اور ان کے گھر جا کہ ہنگامہ بپا کر دیا کہ آپ کے بیٹے کی ہمت کیسے ہوئی ہمارے گھر جا کہ ایسی حرکت کرنے کی میں اسے جان سے مار ڈالوں گا۔۔۔وہاں موجود خالہ کے شوہر اور ان کے دوسرے بیٹوں نے انہیں پرسکون کیا اور کہا کہ ہم ابھی اس کو بلا کے پوچھ لیتے ہیں اسے فوراً بلا لیا گیا جب پوچھا گیا تو اس نے من گھڑت کہانی سنا دی کہ مجھے تو انفال نے خود کہا تھا آنے کو۔۔۔

یہ بات سنتے ہی حمید صاحب غصے میں آ گئے اور کہا کہ یہ کمینہ انسان میری بیٹی پہ الزام لگا رہا ہے۔۔۔اس نے فوراً کہا کہ آپ یہ بات خود انفال سے پوچھ لیں۔۔۔۔اس بات پہ انفال کی خالہ بولی کہ اگر وہ کہہ رہا ہے تو آپ انفال سے پوچھ لیں تا کہ بات صاف ہو جائے ایسے ہمارے بیٹے پہ گھٹیا الزام نہ تھوپیں۔۔۔

اس کے بعد حمید صاحب اپنے گھر لوٹ آئے۔۔۔انفال کو علم ہی نہیں تھا کہ اک نئی مصیبت نے جنم لے لیا ہے۔۔۔

حمید صاحب نے گھر پہنچتے ہی انفال سے دوبارہ پوچھا اور اسے بتایا کہ وہ لڑکا یہ کہہ رہا کہ تم نے اسے بلایا۔ یہ بات سنتے ہی انفال کانپ کے رہ گئی اور رونا شروع کر دیا۔۔۔اور بولی کہ ابو وہ گھٹیا شخص بکواس کر رہا ہے

اس پہ حمید صاحب نے اسے سینے سے لگا کہ چپ کروا دیا۔۔۔بات کافی بڑھ گئی تھی تقریباً سارے

خاندان میں پھیل گئی تھی۔۔۔۔لیکن فیصلہ یہ ہوا کہ اس لڑکے کا اس گھر میں آنا جانا بند ہو گیا۔۔۔کیونکہ ایک تو رشتہ داری کا معاملہ تھا دوسرا حمید صاحب نے مصلحت سے کام لیتے ہوئے یہ بلکل گوارہ نہ کیا کہ ان کی بیٹی کی عزت کو سر عام اچھالا جائے اس لیے بہتر یہی سمجھا کہ بات ختم ہو جائے۔۔۔

اصل میں حمید صاحب، انفال کے خالو کے ساتھ مل کے اپنا کاروبار چلا رہے تھے اور ایک عرصہ دراز سے اکٹھے تھے وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کوئی اپنا اس قسم کی گھٹیا حرکت کر سکتا ہے۔۔۔۔

جب یہ تفصیل عدی کو پتا چلی کہ کس طرح انفال پہ یہ گھٹیا الزام لگایا گیا وہ آپے سے باہر ہو گیا اسے سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی کہ کیا کرے

خود کو پر سکون کیا اور اپنے پھوپھوزاد بھائی ارحم کو کال کی اور اسے بتایا کہ اس کی مدد کی ضرورت ہے۔۔۔عدی اور ارحم دونوں میں بے حد پیار تھا بچپن اکٹھا گزرا تھا لیکن کالج جانے کے بعد ارحم کا اُٹھنا بیٹھنا تبدیل ہو گیا اس کا تعلق ایک تنظیم کے ساتھ جڑ گیا جن کا کام فقط لڑائی جھگڑے ہی تھا ارحم ماں باپ کی اکلوتا بیٹا تھا اس کے باوجود وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتا تھا۔۔۔

ارحم جلدی بات سن۔۔۔عدی نے فون کرتے ہی کہا

ہاں حکم کر بھائی کیا ہوا۔۔۔ارحم نے جواب دیا

پھر عدی نے ارحم کو ساری تفصیل بتائی۔۔۔

ارحم نے ساری بات سن کہ کہا کے بھائی تم بس یہ بتاؤ اس کا کرنا کیا ہے باقی مجھ پہ چھوڑ دو۔۔۔

عدی نے کہا کہ اس کا دایاں بازو توڑنا ہے خیال رہے کہ دایاں ہی ٹوٹے۔۔۔ارحم نے کہا بھائی فکر ہی نہ کرو کام ہو جائے گا

ارحم کا تعلق بھی اسی شہر سے تھا جہاں سے انفال تھی اس لیے وہ شہر کے چپے چپے سے واقف تھا۔۔۔

اور ہاں یاد رہے کہ کہیں بھی میرا یا اس واقعے کا ذکر نہ ہو۔۔۔ارحم نے کہا بس اب باقی مجھ پہ چھوڑ دو

کسی کو کچھ پتا ہی نہیں چلے گا کہ اصل میں ہوا کیا ہے۔۔۔پھر کچھ دیر ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد فون کاٹ دیا۔۔۔

ٹھیک تین دن کے بعد وہ ارحم کے ہتھے چڑھ گیا اور ارحم اپنے دوستوں کے ساتھ تھا اس نے اس کی خوب دھلائی کی اور بازو بھی توڑ دیا۔۔۔اور بظاہر ایسے ہی لگا جیسے یہ لڑکوں کی آپسی لڑائی تھی لیکن کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ کام عدی نے کروایا ہے۔۔۔۔

# باب: ۱۸

جب یہ بات انفال تک پہنچی تو انفال نے فوراً عدی سے پوچھا کہ یہ کیسے ہوا۔۔۔لیکن عدی نے کوئی تسلی بخش جواب نہ دیا

انفال کو سوجھ گئی کے عدی کا اس کے ساتھ کوئی نہ کوئی تعلق ضرور ہے۔۔۔۔۔

عدی یہ کس نے کیا ہے مجھے بتاؤ؟؟؟؟

کہیں آپ تو نہیں آئے تھے؟؟؟؟؟انفال نے یکے بعد دیگرے سوال کر دیے۔۔۔

عدی نے سنجیدگی سے کہا میں نہیں آیا تھا۔۔۔

لیکن یہ کس نے کیا ہے؟؟؟؟؟انفال نے پھر سوال کیا

عدی تھوڑا غصے میں بولا کہ تمہیں کوئی ہاتھ لگائے تو میں کیا دیکھتا رہوں گا؟؟؟

اگر کسی نے دوبارہ ایسی حرکت کرنے کی کوشش کی تو ابھی صرف بازو ٹوٹا ہے جسم میں مزید ہڈیاں بھی ہوتی ہیں۔۔۔۔

انفال تو ہکی بکی رہ گئی کہ یہ کیسے ممکن ہے۔۔۔انفال نے بھانپ لیا تھا کہ عدی اس وقت غصے میں ہے اور اتنے شدید غصے میں آج سے پہلے کبھی نہیں آیا تھا سو اس نے بہت ہی پیار سے کہا۔۔۔۔۔۔

عدی یہ کوئی طریقہ نہیں ہے یقیناً میں بھی چاہتی تھی کہ اس کمینے کا منہ توڑ دوں لیکن کسی کی بد دعا لینا اچھی بات نہیں ہے

اس نے غلطی کی اسے سزا مل ہی جانی تھی۔۔۔

عدی نے بات کاٹتے ہوئے کہا کہ یہاں سزا خود نہ دی جائے تو قیامت سے پہلے تو نہیں ملنے والی ان جیسوں کا یہی علاج ہے۔۔۔

اچھا چلو جو بھی ہوا ٹھیک ہو گیا خود کو تھوڑا پرسکون رکھیں اور بھول جائیں کے کچھ ہوا بھی تھا کہ نہیں

اسے سزا مل گئی ہے وہ یقیناً اس سے سبق حاصل کرے گا۔۔۔

ہمم۔۔۔عدی نے ایک حرفی جواب دیا

اب آگے سے ایسا کوئی کام نہیں کرنا آپ کی بہت مہربانی ہوگی یہ رویہ اچھا نہیں ہے۔۔۔

اچھا۔۔۔عدی نے پھر مختصر جواب دیا جیسے اسے کسی بات کا اثر ہی نہیں ہو رہا

انفال نے بات بدلتے ہوئے کہا کہ آپ نے نوکری کے لیے اپلائی کیا تھا کوئی جواب آیا؟؟؟؟

نہیں ابھی تک تو کوئی جواب نہیں آیا۔۔۔عدی نے پھر مختصر جواب دیا

اچھا میں کب سے بول رہی ہوں اور آپ ایک دو لفظ میں جواب دے رہے ہیں۔۔۔دیکھیں میں یہ نہیں کہہ رہی کہ آپ نے غلط کیا ہی آپ اپنی جگہ درست ہیں میں صرف یہ کہہ رہی کہ اس حد تک نہیں جایا کرتے۔۔۔باقی مجھے پتا آپ نے جو کیا میری وجہ سے کیا ہے میں جانتی ہوں اس بات کو۔۔۔آپ کو پہلے کبھی بھی اتنے غصے میں نہیں دیکھا میں خود حیران ہوئی ہوں۔۔۔

لیکن ابھی موڈ ٹھیک کریں اور جو ہو گیا اسے بھول جائیں میں بھی بھول گئی ہوں کیونکہ تلخ باتیں بھلا دینا ہی بہتر ہوتا ہے۔۔۔

میں کوشش کروں گی کہ احتیاط برتوں اور کبھی بھی ایسا موقع دوبارہ نہ آئے انفال نے یہ کہتے ہوئے بات مکمل کی اور خاموش ہو گئی

عدی نے اس پر بھی کوئی جواب نہ دیا تو

انفال اداسی اور محبت سے بھرپور لہجے میں بولی

تو خوابِ طلسم تھا، تو میری گلی کا راہ گیر تھا، تو تو وہ سادھو تھا جو امید جگا دیتا ہے، تو وہ سیارہ تھا جو خلا کو پر کر دیتا ہے، تو وہ کتاب تھی جو بوسیدہ نہیں ہوتی، تو وہ ماہگیر تھا جو کبھی خالی ہاتھ گھر نہ گیا، اب تجھے کیا ہو گیا ہے؟

اس پہ عدی نے کہا میں اب ٹھیک ہوں بس اپنا خیال رکھا کرو۔۔۔اب تو شاعرانہ گفتگو کرنے لگ گئی

ہو۔۔

آپ ہونا خیال رکھنے کو انفال نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔۔۔

انفال نے کہا ویسے میں نے بھی سوچا ہے کہ میں بھی اب سے ایسی ہی بن جاؤں اگر کوئی مجھے کچھ کہے تو میں بات کرنے کی بجائے اس کا سر پھاڑ دوں اور ساتھ زوردار قہقہہ لگایا۔۔۔

ہاں ہاں ٹھیک ہے جو جی میں آئے کر دینا میں دیکھ لوں گا عدی نے ہنستے ہوئے جواب دیا

انفال دل میں خوش بھی تھی کہ کوئی تو ہے جو اس کے لیے اس حد تک بھی جا سکتا ہے لیکن ساتھ میں پریشان بھی تھی۔۔۔خیر بات ختم ہو گئی لیکن انفال نے یہ بات جان کے ہی دم لیا کہ آخر یہ ہوا کیسے تھا اور کس نے کیا تھا۔۔۔

نوکری کے لیے درخواست دیے کافی دن گزر چکے تھے لیکن کوئی جواب نہیں آیا تھا عدی مزید فارغ رہنا برداشت نہیں کر سکتا تھا اس لیے ایک بڑے سپر اسٹور پر نوکری کا پتا کیا انہوں نے حامی بھر لی تنخواہ کافی کم تھی لیکن عدی نے اسی کو غنیمت جانا اور کام کرنے لگ گیا یہ نوکری وقت کی ضرورت بھی تھی اور گھر والوں کے اخراجات بھی پورے کرنے تھے

یہاں سے اس کی محنت کے دن شروع ہو گئے جو لگاتار چلتے ہی رہے۔۔۔انفال نے اپنی آنکھوں سے عدی کے عروج سے زوال تک کا سفر دیکھا تھا لیکن جب عدی پر کٹھن وقت آیا تو بجائے ساتھ چھوڑنے کے مزید مضبوطی سے اس کے ساتھ رہی۔۔۔

زندگی میں اکثر لوگ ہمارے عروج میں تو ہمارے ساتھ جڑ جاتے ہیں لیکن جونہی زوال شروع ہوتا نظر آئے تو کنارہ کر جاتے ہیں اسی لیے کہتے ہیں کہ چڑھتے سورج کو سلام ہے لیکن نشیب و فراز تو رب کی جانب سے ہوتے ہیں کبھی وہ لے کے آزماتا اور کبھی بیش بہا نواز کے۔۔۔ہے تو آزمائش ہی۔۔۔بس طریقے مختلف۔۔۔۔

وقت نے نے کروٹ لی پلک جھپکتے ہی چھ ماہ کا عرصہ گزر گیا سردیوں کا اختتام تھا اور گرمیوں کی آمد آمد

تھی۔۔۔بہار کے آنے سے درختوں پہ نئے پتوں نے جنم لینا شروع کر دیا تھا جو خزاں میں جھڑ چکے تھے۔۔۔

ننھے پھول کے پودوں میں بھی خوشی کا سماں تھا ہلکے سے ہوا کے جھونکے سے بھی جھومتے پھرتے تھے۔۔۔ہر طرف خوشی کا سماں تھا لیکن ایک شخص کے اندر ابھی بھی خزاں نے ڈیرے ڈالے ہوئے تھے اس کے اندر پت جھڑ کا موسم ابھی عروج پر تھا ویرانیاں چہرے پہ عیاں تھیں اداسیوں نے حلیہ بگاڑ رکھا تھا وہ شخص عدی تھا جو کام سے رات گئے واپس آیا تھا اور آدھی شب چھت پہ بیٹھا آسمان پر چاند کو تک رہا تھا جو اپنے جوبن پر تھا جس کی روشنی نے ہر سُو اجالا کیا ہوا تھا اور ہلکے سے چلنے والی ہوا اسے فرحت بخش رہی تھی۔۔۔۔وہ خیالوں کے سمندر میں غوطہ زن تھا کہ انفال کال کی صورت میں تنہائی میں مُخل ہوئی۔۔۔علیک سلیک کے بعد بولی کیا کر رہے ہیں؟؟؟

میں تو چھت پہ بیٹھا چاند کو دیکھ رہا ہوں جو انتہائی حسین لگ رہا ہے عدی نے کہا اور آپ کیا کر رہی۔۔۔واپس سوال کر دیا

میں رات کے اس پہر چائے کا کپ ہاتھ میں لیے آپ سے بات کر رہی۔۔۔انفال نے کہا

آہاں! تو آپ نے چاند نہیں دیکھا آج کا؟؟؟ عدی نے کہا

نہیں تو۔۔۔انفال نے مختصر جواب دیا

پھر اُٹھو اور چھت پہ جاؤ اور دیکھو چاند کو کتنا خوبصورت ہے۔۔۔۔عدی نے کہا

انفال نے عدی کی بات کبھی نہیں ٹالی تھی اس کی ہر خواہش جو اس منسلک ہوتی پوری کرنے کی کوشش کرتی تھی

اچھا جی! آپ کہتے تو میں بھی دیکھ لیتی ہوں۔۔۔انفال نے مؤدبانہ جواب دیا

اور کمرے سے اُٹھ کے چھت پہ پڑی ایک کرسی پر جا بیٹھی اور آسمان میں چاند کو تکنے لگی۔۔۔کتنا خوبصورت چاند ہے آج کا۔۔۔انفال نے کہا

عدی بولا تمہیں تھوڑے سے فاصلے پہ مدھم سا ستارہ نظر آ رہا ہے؟؟؟

ہاں میں اسے دیکھ رہی ہوں کیا خاص بات ہے اس ستارے میں؟؟؟انفال نے سوال کیا

وہ ستارے کی قسمت بھی بلکل مجھ جیسی ہے جو اپنے چاند سے کوسوں دور ہے۔۔۔عدی نے کہا

لیکن مجھے لگتا ہے وہ ستارہ میں ہوں جو خود کبھی چاند کے پاس نہیں جا سکتا ہاں اگر چاند چاہے تو خود چل کے اس کے پاس آ جاتا ہے انفال نے جواب دیا۔۔۔عدی نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور کہا

میرے خیال کے عکس میں اک پرچھائی ہے پرچھائی تنہائی سے منسلک ہے اور تنہائی پر تمہاری ذات کا سایہ ہے کسی روز یہ تنہائی مٹ جائے گی اور مجھے تمہاری قربت نصیب ہوگی۔۔۔پھر کبھی راتیں چاند کو دیکھتے نہیں گزریں گی کیونکہ چاند بذاتِ خود میرے آنگن میں اترا ہوگا۔۔۔

عدی کے الفاظوں نے انفال پہ جادو سا کر دیا اور انجان سی اداسی نے اس کے دل کو جکڑ لیا۔۔۔

انفال نے بات بدلتے ہوئے کہا کہ کام کیسا جا رہا آج کل۔۔۔

عدی نے کہا کہ بس چل ہی رہا ہے میں کسی اور کام کی تلاش میں ہوں جو اس سے بہتر ہو یہاں پر گزارہ مشکل ہے اور کام بھی۔۔۔انفال نے کہا کبھی مجھے ایسے لگتا ہے کہ مرد اپنی ساری زندگی عورت کے لیے ہی گزار دیتا ہے وہ عورت ماں ہو، بہن ہو، یا بیوی ہو اس کی کوشش ہوتی کہ اپنی جان تک ان کے لیے وار دے۔۔۔لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ عورت کی طرف سے مرد کو اس کے حصے کی قدر اور محبت ملی ہی نہیں عورت ہمیشہ مرد سے نالاں ہی رہی ہے۔۔۔

تم نے کتنی خوبصورت بات کہی ہے اکثر مردوں کو اپنی حیات میں تو محبت نصیب ہی نہیں ہوتی۔۔۔تمام عمر لوگوں کی تلخ باتیں سنتے گزار دیتا جب آرام کا وقت آتا تو آگے کو نکل جاتا۔۔۔

اور وہ پھول ان کی قبر کی زینت بن جاتے جو کبھی زندگی میں اُن کا مقدر ہی نہیں بنے۔۔۔

اس کے بعد دونوں نے ایک دوسرے کو خدا حافظ کہا اور اس امید پر سونے چلے گئے کہ رب نے موقع دیا تو صبح بات ہوگی۔۔۔

## باب: ۱۹

چھ ماہ سے عدی اسٹور پر کام کر رہا تھا اس سے بمشکل ہی گھر کے اخراجات چل رہے تھے والدین بھی عدی کو دیکھ کہ پریشان ہوتے تھے بابا بار ہا کہہ چکے تھے کہ وہ بھی کوئی کام تلاش کر کے محنت کریں گے لیکن عدی نے منع کر دیا

ایک روز یوں ہوا کہ عدی اسٹور پر کام میں مصروف تھا کہ وہاں ایک شخص جو حلیے سے کسی کمپنی کا ملازم لگتا تھا آیا اور اسٹور کے مالک سے اجازت لے کہ اندر آ گیا

عدی سمجھا شاید وہ کچھ ڈھونڈ رہا ہے تو اس کے پاس چلا گیا اس نے مختلف چیزوں کے بارے میں پوچھنے کے بعد کہا کہ

تم یہاں نوکری کرتے ہو؟؟

عدی نے ہاں میں سر ہلایا پھر اس نے فوراً پوچھا کہ یہاں تنخواہ کتنی ہے؟؟

عدی نے جواب دیا کہ بس اللہ کا شکر اتنی ہے کہ گزارہ ہو جاتا ہے۔۔۔

اس نے پھر کہا بس گزارہ ہوتا؟؟؟ تمہاری تعلیم کتنی ہے؟؟؟

گریجوایشن ابھی مکمل ہوا ہے۔۔۔۔عدی نے جواب دیا

تو تم کوئی بہتر نوکری کیوں نہیں کرتے؟؟؟ اس نے پھر سوال کیا

عدی نے کہا کہ میں کافی جگہ درخواست دی تھی لیکن کوئی جواب ہی نہیں آیا۔۔۔۔

اگر میں تمہیں بہتر موقع دلوا دوں تو؟؟؟ ساتھ ہی اس نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ ایک کمپنی میں کام کے لیے لڑکے کی ضرورت ہے وہاں تنخواہ اچھی ہوگی تمہاری۔۔۔۔

عدی نے جواب دیا ضرورت تو ہے مجھے لیکن آپ یہ احسان کیوں کریں گے مجھ پہ؟؟؟

اس نے کہا کہ ایک بھائی سمجھ کر اور جاتے ہوئے اپنا فون نمبر عدی کو دے دیا۔۔۔

اگلے روز کام سے چھٹی کر کے عدی نے اس کو فون کیا اور اس کے بتائے ہوئے دفتر پہنچ گیا جہاں اس کی ملاقات حیدر نامی شخص سے ہوئی جو وہاں کا انچارج تھا

اس نے عدی کو مکمل تفصیل سے کام سمجھا دیا جو کرنا تھا عدی کو کام پسند آیا اور اسے یہ بول کہ کے دو یا تین دن میں کام پر آ جائے گا گھر آ گیا۔۔۔

ماں کو بتایا وہ بہت خوش ہوئیں اور ڈھیروں دعائیں دیں۔۔۔

اگلے دنوں اسٹور سے کام مکمل کیا اور پھر دوسری جگہ منتقل ہو گیا۔۔۔ یہاں پر کام کی نوعیت ایسی تھی کہ کافی وقت نکل آتا تھا۔۔۔ عدی نے کو اک پرائیویٹ سکول میں پارٹ ٹائم نوکری بھی مل گئی

ابھی زندگی مزید مصروف ہوگئی پہلے وہاں جاب پہ پھر اسکول میں جب رات گئے تھکا ہارا لوٹتا تو بستر پہ دھڑم سے گر جاتا اور اگلے روز پھر سے وہی معمول۔۔۔

جیسے چاند اپنے مدار میں رہتے  زمین کے گرد چکر کاٹتا ہے نہ اس دور جاتا نہ قریب آتا۔۔۔ ویسے عدی کے تمام چکر فقط انفال کے گرد ہوتے تھے کوئی بھی بات ہو انفال سے چھپی نہیں تھی۔۔۔ انفال کو علم تھا کہ عدی کس شاہانہ زندگی سے اک مشقت والی زندگی گزار رہا ہے۔۔۔ اس لیے وہ اس کی ہر خوشی ہر غمی میں برابر کی شریک رہتی تھی اب بھی یہی ہوا تھا

جب انفال کو بتایا کہ اس کی نئی نوکری لگ گئی ہے تو بے حد خوشی ہوئی۔۔۔ اس لیے نہیں کہ اسے کسی قسم کا مطلب تھا بلکہ یہ اس کی قربت کا قدرتی ردِعمل تھا اور یہ کہ عدی اس کے لیے جنون کی حد تک پاگل بھی تھا۔۔۔

چھٹی کا دن تھا اور عدی دیر تک سویا رہا۔۔۔ اُٹھا تو مروہ کو آواز دی وہ اب اتنی بڑی تو ہو گئی تھی کہ عدی کے روزمرہ کے چھوٹے چھوٹے کام کر دیتی تھی جیسے پانی لا کے دینا کمرے میں کھانا دے دینا وغیرہ وغیرہ۔۔۔

لیکن وہ ابھی بھی سو رہی تھی سو ماں جی آواز سُن کے کمرے میں آ گئیں۔۔۔

اور بیڈ پہ اس کے ساتھ بیٹھ گئیں۔۔۔سارے ہفتے میں ایک ہی دن تھا جب ماں بیٹا مل بیٹھے تھے۔۔ماں جی نے کام کے بارے میں پوچھا۔۔۔ماں کو بھی بہت دکھ تھا کہ بیٹا اپنی تعلیم مکمل نہیں کر سکا۔۔۔

تھوڑی دیر بعد عدی بولا کہ ماں جی آپ نے اُس دن پوچھا تھا کہ انفال کون ہے؟؟؟ تو میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔۔میں نہیں چاہتا کہ آپ کسی غلط فہمی میں رہیں یا یہ سمجھیں کہ میں غلط راہ پر چل نکلا ہوں ماں جی تحمل سے اس کی بات سن کے بولی کے بتاؤ وہ کون ہے، کہاں رہتی ہے، کیا کرتی ہے۔۔۔

عدی نے ساری تفصیل سے اس کے بارے میں بتا دیا۔۔۔

سب کچھ سننے کے بعد ماں جی کے چہرے پہ پریشانی کے آثار نمایاں ہوئے۔۔۔اور کہنے لگیں کہ دیکھو ٹھیک ہے اگر وہ تمہیں پسند ہے تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن تمہیں اپنے ماضی کے بارے میں پتا ہے نا؟؟؟

عدی نے بات کاٹتے ہوئے کہا کہ اسے بھی سب کچھ معلوم ہے ماں وہ جانتی ہے۔۔۔

لیکن اس کے گھر والے؟؟؟ ماں نے سوال کیا

اس پہ عدی نے نہ میں سر ہلایا۔۔۔

تو سب سوچ سمجھ کہ فیصلہ کرنا مجھے پتا ہے اب تم سمجھدار ہو اور بہتر فیصلے کی طاقت رکھتے ہو لیکن پھر بھی سارے پہلو دیکھ لینا ہم تمہارے فیصلے کا احترام کریں گے۔۔۔ماں نے بات ختم کرتے ہوئے کہا اور کمرے سے چلی گئیں

عدی عجب تذبذب کا شکار تھا کیونکہ اس کی آنکھوں پہ محبت نے ایک پٹی باندھ رکھی جو شاید ماں نے ایک جھٹکے میں اتار دی تھی جس نے اسے خیالوں سے نکل کے سوچنے پر مجبور کر دیا۔۔عدی نے فیصلہ کیا کہ اس بارے میں انفال سے بات کرے گا

شام میں جب انفال کی کال آئی تو عدی کشمکش میں مبتلا تھا اس نے ماں جی سے ہونے والی ساری بات انفال کو بتائی اور کہا کہ

اب آپ بتاؤ جب وقت آئے گا تو کیا میرا ساتھ دو گی؟؟؟

اس پہ انفال نے کہا کہ ماں جی اپنی جگہ پر ٹھیک ہیں ان کی پریشانی جائز ہے لیکن اگر میں نے ساتھ چھوڑنا ہوتا تو تب ہی چھوڑ دیتی جب مجھے آپ کی حقیقت معلوم ہوئی تھی میرے پاس وہ سب سے بڑا جواز ہوتا آپ کو چھوڑنے کا۔۔

آپ نے چاہا بھی تھا کہ میں آپ سے کنارہ کرلوں لیکن ایسا نہ ہوسکا۔۔۔اگر میں چاہتی تو تب آپ سے کنارہ کرلیتی جب آپ کی ساری جمع پونجی ضائع ہوگئی لیکن میں تب بھی آپ کے ساتھ کھڑی رہی۔۔۔اور آپ کو کیسا ثبوت چاہیے میری وفاداری کا۔۔۔انفال نے بات مکمل کرتے ہوئے کہا۔۔

عدی نے جواب دیا مجھے پورا یقین ہے مجھے بھروسہ ہے کہ آپ ہمیشہ ساتھ نبھائیں گی لیکن میں نے آپ سے وہ بات کہی جو ماں نے مجھ سے کہی تھی۔۔

اس پہ انفال نے کہا کہ انہیں بتا دیجیئے گا کہ میں آپ کے ساتھ ہر حال میں کھڑی ہوں بس۔۔۔۔

چند منٹوں میں عدی کے سارے شبہات رفع دفع ہوگئے۔۔۔

عوت اگر نبھانے پہ آجائے تو سمندر جیسی موجوں سے بھی لڑ جاتی ہے اگر بدلنے پہ آئے تو ایک پل میں آنکھیں پھیر لیتی ہے۔۔

عدی کو کام کرتے مہینہ مکمل ہونے والا تھا جب کام پہ پہنچا تو دیکھتا ہے کہ وہاں سے سامان اُٹھایا جارہا ہے جب اس نے حیدر سے پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ کمپنی کسی اور نے خرید لی ہے اب گودام کہیں اور منتقل ہوجائے گا۔۔۔

عدی حیران تھا کہ ایسا کیسے ہوسکتا ہے انہوں نے پہلے اطلاع بھی نہیں دی۔۔۔

عدی نے کہا کہ نوکری کا کیا ہوگا؟؟؟

اب آپ کوکوئی اور دیکھنی پڑے گی۔۔۔حیدر نے جواب دیا

تو تنخواہ کب ملے گی؟؟؟عدی نے پوچھا

کونسی تنخواہ؟؟؟ایک مہینہ مکمل نہیں ہوا ابھی ہماری کمپنی کی پالیسی ہے کہ پہلا مہینہ ٹرینگ کا ہوتا ہے اس میں تنخواہ نہیں ملتی۔۔۔حیدر نے جواب دیا

عدی کا تو جیسے دماغ گھوم گیا اور بولا۔۔۔یہ کیا بکواس کرر ہے ہو میں نے پورا مہینہ کام کیا ہے اور تم اب یہ بول رہے کہ وہ ٹرینگ کا مہینہ تھا۔۔۔۔یہ پہلے تو نہیں بتایا تھا۔۔۔

دیکھولڑکے یہی طریقہ ہے یہی ہماری پالیسی ہے اگر تمہیں کام کرنا ہے تو نئے گودام میں چلے جاؤ اور وہ تمہیں اگلے مہینے تنخواہ دے دیں گے۔۔۔

عدی بولا کہ بھائی دیکھو میں نے یہاں کام کیا ہے اور میری تنخواہ بھی یہیں سے بنتی ہے

حیدر نے آنکھیں پھیرتے ہوئے کہا کہ یہاں سے کچھ نہیں ہے۔۔۔

عدی ایک دم غصے میں آ گیا اور حیدر کو گریبان سے پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا جس کے نتیجے میں سامنے سے اس کی شرٹ پھٹ گئی۔۔

وہ بھی غصے میں آ گیا دونوں کے درمیان شدید جھگڑا ہوا وہاں موجود لڑکوں نے دونوں کو چھڑایا۔۔۔

گارڈ نے عدی کو دفتر سے باہر نکال دیا۔۔۔اب یہ تو طے تھا کہ عدی تنخواہ سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے

عدی مایوسی کے عالم میں باہر بنی سیڑھیوں پہ بیٹھا تھا۔۔۔اور اس کے ذہن جیسے پریشانی سے پھٹنے والا تھا کیونکہ اسی تنخواہ کے بھروسے گھر کا کرایہ، بابا کی ادویات اور دیگر اخراجات پورے ہونے تھے۔۔۔

عدی یہ سوچ رہا تھا کہ اب وہ یہ سب کیسے پورا کرے گا کیونکہ سکول سے ملنے والی تنخواہ تو اتنی نہیں تھی جو سارے اخراجات برداشت کر لیتی۔۔۔

کئی دفعہ اللہ ہمارے لیے ایک در بند کرتا ہے اور اس کے بدلے میں کئی نئے در کھول دیتا ہے۔۔۔
عدی پریشانی کے عالم میں سیڑھیوں پہ بیٹھا تھا کہ بلکل ساتھ چائے والے ٹھیلے پر بیٹھا لڑکا یہ سب دیکھ رہا تھا۔۔۔
وہ اُٹھ کے عدی کے پاس آیا اور بولا کیا بات ہے کب سے یہاں بیٹھے ہو۔۔۔
عدی نے بغیر دیکھے جواب دیا کہ کچھ نہیں۔۔
پھر اس نے کہا چائے پیو گے؟؟؟؟ عدی نے نہیں میں جواب دیا۔

# باب: ۲۰

وہ عدی کے بلکل ساتھ سیڑھیوں پر بیٹھ گیا برادرانہ طریقے سے پوچھا کہ کیا بات ہے تو عدی نے ساری روداد سنادی

اس نے کہا یہ تو بڑی ہی زیادتی ہے۔۔۔

عدی نے جواب دیا کہ شاید یہ لوگ خود خدا بنے بیٹھے ہیں اور اصل خدا کو بھلا بیٹھے ہیں یہ سمجھتے ہیں کے دُنیا کی دولت شاید ان کے ہاتھ میں ہے لیکن ان کی سب سے بڑی غلط فہمی ہے۔۔۔

لڑکے نے کہا کہ اگر میں تمہیں کام پر لگوادوں؟؟؟

عدی نے کہا آپ کا شکریہ پہلے بھی آپ کی طرح ہی ایک اللہ کا بندہ ملا تھا جس نے یہی خواب دکھایا تھا اس کی وجہ سے پرانی نوکری سے بھی ہاتھ دھونے پڑ گئے۔۔۔

اس نے جواب دیا میں سچ بول رہا ہوں آگے تمہاری مرضی ہے یہ کوئی عام کمپنی نہیں ہے یہ ایک بڑا برینڈ ہے اگر تم کرنا چاہتے تو میں تمہیں اپنے باس کو نمبر دے دیتا ہوں تم خود رابطہ کر لینا۔۔

عدی کو ایسے محسوس ہوا جیسے یہ بندہ سچ بول رہا ہے اور کرتا بھی کیا اس کے سوا اور کوئی رستہ بھی نہیں تھا اور نہ ہی کوئی دوست تھا اس انجان شہر میں۔۔۔

عدی نے اس کے باس کا رابطہ نمبر لے لیا وہ لڑکا اُٹھ کے جانے لگا تو اس کا شکریہ ادا کیا۔۔۔اور پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے؟؟؟؟

اس نے کہا میرا نام سعد ہے۔۔۔اور وہ چل دیا

عدی اس طرح تھکا ہارا گھر لوٹا جیسے اس کی لُٹیا ڈوب گئی ہو۔۔۔خاموشی سے کمرے میں چلا گیا دروازے کی آہٹ سن کہ ماں جی عدی کے کمرے کی طرف گئیں دیکھا تو عدی تھا۔۔۔پوچھا کہ کیا ہوا تم اتنی جلدی کیوں لوٹ آئے۔۔۔

عدی نے کہا کہ آیا نہیں ہوں وہ کمپنی ہی بند ہوگئی ہے اور تنخواہ بھی نہیں ملی۔۔۔ماں یہ سن کہ ایک دفعہ تو چونک گئیں کہ یہ کیا ہوا۔۔۔ان کے ذہن میں وہ سارے معاملات گھوم گئے جو عدی کی تنخواہ سے منسلک تھے لیکن انہوں نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا کہ چلو کوئی بات نہیں۔۔۔عدی چلایا کہ ماں ہر دفعہ یہی کہہ دیتی ہیں کوئی بات نہیں۔۔۔کیسے کوئی بات نہیں ہے۔۔ماں بولی بیٹا اللہ پہ بھروسہ رکھو جس نے تمہارے پیسے رکھے ہیں اس سے وہ محل تو بنا نہیں سکتا۔۔۔لیکن ہمارے حالات تو بگڑ جائیں گے ناماں۔۔۔

گھر کا کرایہ،اور دوسرے اخراجات کیسے پورے ہوں گے۔۔۔تم فکر نہ کرو کوئی رستہ ضرور نکل آئے گا یہ کہہ کر وہ پریشانی کے عالم میں باہر نکل گئیں۔۔۔

عدی غصے اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات لیے کرسی پہ بیٹھ گیا۔۔۔اور اس وقت کو کوسنے لگا جب اسٹور پہ آئے بندے کو نوکری کے لیے ہاں کی۔۔۔

مایوسی کے عالم میں بیٹھا تھا کہ انفال کے کال آ گئی فوراً سے حواس بہال کر کہ کال اُٹھائی

سلام دعا کہ بعد کچھ باتیں ہوئیں تو انفال بولی کیا بات ہے پریشان لگ رہے ہو۔۔۔

پریشان نہیں ہوں غصے میں ہوں عدی نے کہا

آہاں؟؟۔۔۔ایسا کیا ہو گیا کہ جناب غصے میں آئے ہوئے ہیں انفال نے سوال کیا

کچھ خاص نہیں بس کام پہ تھوڑا مسئلہ بن گیا تھا عدی نے جواب دیا

کیا مسئلہ ہو گیا ذرا مجھے بھی بتائیے۔۔۔انفال نے کہا

کچھ نہیں آپ چھوڑو عدی نے بیزاری سے کہا۔۔۔عدی ٹال مٹول سے کام لے رہا تھا یا شاید اپنی خودداری کی وجہ سے یہ بات نہیں بتانا چاہتا تھا۔۔۔عدی اس قدر خوددرا تھا کہ اس نے کبھی نہیں چاہا تھا کہ زندگی میں اس پہ کوئی ترس کھائے۔۔۔

جب انفال نے اصرار کیا تو سارا ماجرہ بیان کر دیا۔۔۔

انفال ایک دم غصے میں آ کے کہنے لگی کہ یہ کیا جاہل لوگ ہیں کسی کا حق کھاتے انہیں شرم نہیں آتی۔۔۔قیامت میں کیا منہ دکھائیں گے۔۔۔

عدی نے جواب دیا اب میں کیا کر سکتا میری تو اچھی بھلی لڑائی ہوگئی تھی اس کے ساتھ پھر سوچا پیسوں کے پیچھے کیا لڑنا ہوتا۔۔۔انفال نے کہا ان جیسوں کو عام زبان سمجھ بھی نہیں آتی۔۔۔خیر آپ پریشان نہ ہوں کوئی اور دیکھ لیں۔۔۔

عدی نے کہا ہممم۔۔۔ایک بندہ ملا تھا اس نے ایک نوکری کا بتایا تھا سوچ رہا پتا کر ہی لوں۔۔۔

انفال نے کہا ہاں کر لو کیا پتا کوئی اچھا موقع ہو۔۔۔اللہ ایک در بند کرتا ہے لیکن اس کے متبادل کئی در کھل بھی جاتے ہیں۔۔۔

پھر کچھ دیر بعد کال بند ہوگئی۔۔۔

دو تین دن تو اسی کشمکش میں نکال دیے کہ اسے کال کرے یا نہ کرے اکثر ایسا ہوتا کہ جب ہمارے اعتماد کو ٹھیس پہنچتی ہے تو دُنیا کا ہر شخص فریبی نظر آنے لگتا ہے۔۔۔

لیکن عدی نے یہ سوچ کر کے گھر فارغ بیٹھنے سے بہتر ہے کہ کال کر لے اور فوراً سعد کے باس کا نمبر ملا دیا

کچھ دیر بعد بہت ہی نفیس شخص نے کال اُٹھائی سلام دعا کہ بعد عدی نے کہا کہ مجھے سعد نے آپ کا نمبر دیا تھا۔۔۔مجھے نوکری کی ضرورت ہے انہوں نے دفتر کا پتہ بتایا اور کل آ کے ملنے کو کہا۔۔۔عدی بے دلی سے چلا گیا وہاں پہنچا تو دیکھا کہ یہ تو ایک عالی شان دفتر تھا۔۔۔

عدی مرکزی دروازے سے داخل ہو کہ دفتر کی جانب چلا گیا اندر داخل ہوا تو شیشے کے بنے بیس کے قریب کمرے تھے جو مختلف آفیسروں کے لیے بنائے گئے تھے اس کے درمیان سے ایک رستہ نکلتا تھا جو بڑے ہال میں کھلتا تھا جہاں پہ سعد کا باس بیٹھا ہوا تھا۔۔۔

عدی نے آگے بڑھ کے سلام کیا اس نے سامنے پڑی کرسی پہ بیٹھنے کو کہا۔۔۔اس کا نام احمد صاحب تھا

شکل سے خوبرو جوان، عدی اور احمد صاحب کی عمر میں چند سالوں کا فرق ہوگا۔۔۔
احمد صاحب نے عدی سے تعلیم کے متعلق پوچھا عدی نے کہا کہ میں نے گریجوایشن کیا ہے۔۔۔
کہیں اور کام کا تجربہ ہے؟؟ احمد صاحب نے جواب دیا
نہیں سر! اس فیلڈ میں تجربہ نہیں ہے لیکن ایک اسٹور پر چھ ماہ کام کیا تھا۔۔۔
اس کے علاوہ؟؟؟؟
نہیں اس کے علاوہ کہیں کام نہیں کیا۔۔۔
احمد صاحب نے کہا ہمیں تو اس بندے کی ضرورت ہے جو اس فیلڈ میں تجربہ کار ہو۔۔۔
عدی نے کہا سر معذرت ہے مجھے سعد نے یہ نہیں بتایا تھا۔۔۔
احمد صاحب کہنے لگے چلو کوئی بات نہیں یہ تمہارا انٹرویو تھا۔۔۔لیکن اصل انٹرویو ہمارے باس کریں گے میں تمہیں کال کر کے اطلاع دے دوں گا۔۔۔
یہ کب تک ہوگا؟؟؟ عدی نے کہا
دو یا تین دن میں۔۔۔احمد صاحب نے کہا۔۔۔
پھر عدی وہاں سے بے دلی سے نکل آیا۔۔۔کیونکہ وہ سوچ رہا تھا کہ شاید بڑا باس اسے رکھنے سے انکار کر دے گا کیونکہ متعلقہ فیلڈ میں اس کے پاس بلکل بھی تجربہ نہیں تھا۔۔۔خیر تین دن کے بعد احمد صاحب کی کال آ گئی اور انہوں نے اگلے روز اچھے کپڑے پہن کے دفتر آنے کو کہا۔۔۔
اگلے دن صبح اُٹھا ماں نے کپڑے پہلے سے ہی تیار کر دیے تھے
ناشتہ کیا اور ماں کی ڈھیروں دعائیں لے کہ گھر سے نکلا۔۔۔
دفتر پہنچا تو اس ہال میں عدی کے علاوہ چھ لڑکے اور تھے جو انٹرویو کے لیے آئے تھے۔۔۔
جب دریافت کیا تو وہ سب کے سب وہ تھے جو اس کام میں تجربہ کار تھے عدی تو جیسے مایوس ہو گیا۔۔۔لیکن یہ سوچ کر کہ انٹرویو دینے میں کیا حرج ہے ساتھ ہو لیا۔۔۔

احمد صاحب سب لڑکوں کو لے کے پیچھلے دروازے سے ہوتے ہوئے بڑے باس کے دفتر کی طرف چل دیے

وہاں جا کہ ایک چھوٹے سے کمرے میں سب کو بٹھا دیا اور ایک ایک کر کے سب کو بلانے لگے۔۔۔

عدی کو چوتھے نمبر پر بلایا عدی بڑے باس کے کمرے میں داخل ہوا تو سلام کیا باس نے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔۔۔

اور اپنا تعارف کرواتے ہوئے کہا کہ میرا نام طاہر ہاشمی ہے۔۔۔تمہارا کیا نام ہے برخوردار۔۔۔؟؟؟؟

عدی نے اپنا مکمل تعارف کروا دیا۔۔۔

ہاشمی صاحب بڑی عمر کے شخص تھے ہلکی داڑھی جو سیاہ اور سفید تھی۔۔۔ بڑے بال جو بڑے سلیقے سے پیچھے کو باندھے ہوئے تھے۔۔۔رعب دار شخصیت کے مالک تھے وجاہت ان کے چہرے سے ٹپکتی تھی۔۔۔وہ اس عمر میں بھی کافی خوبصورت لگتے تھے۔۔۔

ہاشمی صاحب نے پوچھا کہ بتاؤ پہلے کدھر کام کیا ہے؟؟؟؟

عدی نے جواب دیا کہ میں نے پہلے کام نہیں کیا۔۔۔ہاشمی صاحب ساتھ بیٹھے احمد صاحب کو گھورنے لگے جیسے آنکھوں آنکھوں میں کہہ رہے ہوں کہ کہاں سے اُٹھا لائے ہو اسے۔۔۔

مطلب کبھی بھی کام نہیں کیا؟؟؟؟ ہاشمی صاحب نے پوچھا

کیا ہے۔۔ چھ ماہ ایک اسٹور پہ کام کیا ہے۔۔۔اور ایک ماہ ایک کمپنی میں کام کیا ہے۔۔۔

تو وہاں سے کیوں چھوڑا؟؟؟ ہاشمی صاحب نے کہا

میں نے چھوڑا نہیں تھا۔۔۔ بقول ان کے کمپنی بند ہوگئی تھی تو انہوں نے کہا کہ کہیں اور دیکھ لو۔۔۔

ہاشمی صاحب کے چہرے سے لگ رہا تھا کہ وہ مطمئن نہیں ہیں

انہوں نے خاندان کے بارے پوچھا تو عدی نے تفصیل کے ساتھ بتا دیا۔۔۔

ہاشمی صاحب نے آخری سوال کیا کہ یہ بتاؤ ہم تمہیں کس بنیاد پر یہ نوکری دیں؟؟؟

عدی نے کہا مجھے علم ہے میں آپ کے اُصولوں پر پورا نہیں اتر رہا مزید یہ کہ اس کام کا تجربہ بھی نہیں ہے۔۔۔لیکن یہ کہوں گا کہ میں اس کام کو بہت ہی محنت سے کروں گا اور مجھے اپنے گھر کو سہارا دینے کے لیے اس کی ضرورت بھی ہے۔۔۔۔

## باب: ۲۱

ہاشمی صاحب نے کہا برخوردار تم جھوٹ بول سکتے تھے کہ تم نے بہت جگہوں پہ کام کیا ہے تم سے پہلے کتنے لڑکوں نے یہی جھوٹ بولا تھا تم نے کیوں نہیں بولا۔۔۔؟؟؟

عدی نے کہا ہاں اگر میں چاہتا تو بول سکتا تھا لیکن میرے ضمیر نے گوارہ نہیں کیا۔۔۔

اس کے بعد ہاشمی صاحب نے باہر جانے کا اشارہ کیا عدی سلام کر کے نکل آیا۔۔۔۔

عدی نے جس طرح صاف گوئی سے انٹرویو دیا تھا لگ نہیں رہا تھا کہ اسے منتخب کیا جائے گا لیکن ان میں سے دولڑ کے منتخب کیے گئے ان میں سے ایک عدی بھی تھا۔۔۔۔

جب اپنا نام سنا تو اس نے دوبارہ احمد صاحب سے پوچھا کہ "میں؟؟؟؟"احمد صاحب نے کہا حیران نہ ہو تمہارا ہی نام لیا ہے

یہ عدی کے لیے بڑی خوشی کی خبر تھی۔۔۔عدی نے اللہ کا شکر ادا کیا۔۔۔

احمد صاحب دونوں لڑکوں کو لے دوبارہ ہال میں آ گئے اور ضروری ہدایات دے کہ اگلے روز کام پہ آنے کا بول دیا۔۔۔۔

عدی خوشی خوشی گھر پہنچا اور ماں کو یہ خبر دی وہ کہنے لگیں میں نے کہا تھا نا کہ ضرور کچھ بہتر ہو گا۔۔۔عدی نے ماں کو گلے لگاتے ہوئے کہا کہ جب تک آپ کی دعائیں شاملِ حال ہیں میرے ساتھ برا کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔

عدی نے سکول کی نوکری بھی چھوڑ دی۔۔۔۔کیونکہ یہاں تنخواہ اچھی تھی جس سے گھر کے اخراجات آسانی سے پورے ہو سکتے تھے۔۔۔

اور ہوا بھی ایسے ہی پلک جھپکتے مہینہ گزر گیا اور عدی اس بات پہ بہت خوش ہوا کہ اسے وہاں سے تنخواہ مل گئی ہے کیونکہ اسے دھڑ کا ہی لگا تھا کہ کہیں یہ بھی حیدر والا معاملہ نہ کر دیں۔۔۔

زندگی میں چھوٹی چھوٹی خوشیاں بہت اہمیت کے حامل ہوتی ہیں یہ ہمیں اندر سے زندہ رکھنے کا کام کرتی ہیں بلکل ویسے ہی جیسے آکسیجن زندہ رہنے کے لیے بے حد ضروری ہے اسی طرح اچھی زندگی گزارنے کے لیے کم از کم ایک دفعہ خوش ہونا لازم ہے۔۔۔

ہم مڈل کلاس لڑکوں کی خوشیاں بھی دوسروں سے منسلک ہیں۔۔۔ ماں کے چہرے پہ خوشی دیکھ لی تو خوش ہو گئے۔۔۔ بابا نے کبھی بڑے فخر سے دو لفظ بول دیے تو خوش ہو گئے۔۔۔ بہنوں کی چھوٹی چھوٹی خواہشات کو پورا کر کے ان کے چہرے پہ مسرت دیکھ لی تو خوش ہو گئے۔۔۔ یہی ان کی زندگی ہے۔۔۔

لیکن ایسے لمحات بھی کم ہی نصیب ہوتے ہیں۔۔۔ غرض یہ کہ خوشیاں ہم مڈل کلاس لوگوں سے نالاں ہی رہتی ہیں۔۔۔۔

عدی آج کام کے لیے جلدی نکل آیا تھا اور وقت سے پہلے ہی ہال میں موجود تھا۔۔۔ دفتر میں سارے لڑکے ہال میں بیٹھا کرتے تھے اور وہیں سے اپنے اپنے مطلوبہ حدف کی جانب نکل جایا کرتے تھے۔۔۔ عدی ہال میں بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا کہ پیچھے سے سعد نے کندھے پہ ہاتھ رکھا اور سلام کرتے ہوئے کہا کہ آج جلدی آ گئے ہو۔۔۔ عدی نے جواب دیا آج ذرا صبح جلدی اُٹھ گیا تھا تو سوچا وقت سے پہلے جایا جائے۔۔۔

سعد نے کہا کہ تمہارا مستقبل کا کیا پلان ہے۔۔۔؟؟؟ کہ یہیں سڑکوں پہ دھکے کھاتے رہو گے؟؟؟

عدی نے جواب دیا کہ فی الحال تو ایسا ہے کہ گھر کے حالات بہتر کرنے ہیں اس کے بعد اپنے بارے میں سوچا جائے گا۔۔۔

تو تمہارا کیا خیال ہے کہ اس نوکری سے تم گھر کے حالات بدل سکتے ہو؟؟؟ سعد نے کہا

بدل تو نہیں سکتا لیکن کچھ بہتر کر سکتا ہوں۔۔۔ عدی نے کہا

اچھا مجھے پتا چلا ہے کہ بیرونِ ملک جانے کے لیے درخواستیں وصول ہو رہی ہیں تو تم بھی درخواست

دے دو۔۔۔سعد نے کہا

ارے یار! میں کہاں باہر جا سکتا ایک تو خاندان کو چھوڑ کے اور دوسرا اس کے لیے ڈھیر سارا پیسہ بھی چاہیے ہوگا۔۔۔عدی نے کہا میرے پاس اتنے پیسے کہاں سے آئیں گے۔۔۔

پیسہ زیادہ نہیں لگتا تم بس اپنا ذہن بناؤ اور درخواست دے دو۔۔۔کیونکہ یہ تھوڑا لمبا سفر ہے اور مرحلہ وار طے ہوگا اس لیے فکر کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔سعد نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔۔

چلو میں بابا سے بات کروں گا کہ وہ اس بارے میں کیا کہتے ہیں تو پھر بتاؤں گا تمہیں۔۔۔ویسے یہ کس ملک کے لیے درخواستیں جمع ہو رہی ہیں؟؟؟؟عدی نے پوچھا

سعد نے جواب دیا کہ یہ کوریا کے لیے ہیں اور بلکل قانونی رستہ ہے گورنمنٹ کی طرف سے ہر سال لوگ جاتے ہیں اور اچھا خاصا کماتے ہیں۔۔۔

عدی نے ہنستے ہوئے پوچھا کہ کتنا کما لیتے ہیں ویسے؟؟؟؟

سعد نے کہا جتنا یہاں سے ایک سال میں کماتے ہیں وہاں ایک مہینے میں اتنا بن جاتا ہے۔۔۔

عدی نے زوردار قہقہہ لگایا اور بولا یار کوئی بات کرنے والی کرو۔۔۔ٹھیک ہے باہر پیسہ ہے لیکن اتنی بڑی بھی نہ چھوڑو۔۔۔

سعد نے ہنستے ہوئے کہا کہ جب اس رستے پہ نکلو گے خود ہی جان جاؤ گے۔۔۔اتنے میں احمد صاحب ہال میں داخل ہوئے پھر دونوں نے موضوع بدل لیا۔۔۔

عدی شام میں گھر پہنچا تو نہا دھو کے کھانے کے میز پر پہنچ گیا جہاں ماں اور بابا اس کا انتظار کر رہے تھے خاص طور پہ مروہ جو عدی کے بغیر کھانا نہیں کھاتی تھی۔۔۔

عدی روز شام میں اس کے لیے کچھ نا کچھ کھانے کو لے آتا تھا وہ اسی سے خوش ہو جاتی تھی۔۔۔

عدی نے کھانا کھاتے ہوئے کہا کہ بابا ضروری مشورہ کرنا ہے آپ سے۔۔۔

انہوں نے کہا کہ میں سن رہا بولو۔۔۔

وہ میرا ایک دوست ہے کام پر۔۔۔تو وہ بول رہا تھا کہ کوریا کیلیے درخواستیں جمع ہو رہی ہیں تو کیا خیال ہے آپ کا کرنا چاہیے کہ نہیں۔۔۔؟؟؟

بابا نے کہا کہ دیکھ لو یہاں تو حالات سازگار نظر نہیں آ رہے۔۔۔۔

عدی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ وہ بتا رہا تھا کہ وہاں تنخواہ بہت زیادہ ہے میں چاہتا کہ درخواست دے دوں اگر منظور ہو جائے گی تو پھر اگلا مرحلہ ہو گا۔۔۔۔

بابا نے کہا کہ بس خیال رہے کہ کوئی نوسر باز پیسے کھانے کے چکر میں نہ ہو۔۔۔باقی تم کوشش کر کے دیکھ لو۔۔۔

عدی نے کہا کہ نہیں ایسا کچھ نہیں ہے یہ سب گورنمنٹ کی جانب سے ہے اور پیسے بھی کم لگتے ہیں۔۔۔میں نے انٹرنیٹ سے بھی ان کے بارے معلوم کیا ہے

چلو پھر بسم اللہ پڑھ کے کر و شروع باقی جو منظورِ خدا ہوا۔۔۔

عدی نے اسی وقت سعد کو فون کیا اور کہا کہ اس کی درخواست بھی جمع کروا دے۔۔۔۔

سعد نے فوراً ہی اس کی درخواست جمع کروا دی۔۔۔اور نتیجے کے انتظار کو کہا جو چند دن بعد آنے والا تھا۔۔۔

نتیجہ عدی کے حق میں آیا اور سب سے بڑا مسئلہ جو درپیش تھا وہ یہ کہ عدی کے پاس پاسپورٹ ہی نہیں تھا۔۔۔

اسے پاسپورٹ بنوانے کی خاطر اپنے آبائی شہر جانا پڑنا تھا۔۔۔پہلے پہل تو بابا نے ساتھ جانے کی ضد کی لیکن طبیعت کی وجہ سے عدی نے کہا کہ آپ آرام کریں میں صبح جاؤں گا اور بنوا کہ شام میں لوٹ آؤں گا۔۔۔۔

یہ وہی شہر تھا جس میں اس کی دُنیا بستی تھی۔۔۔جس کی فضا میں انفال سانسیں لے رہی تھی۔۔۔یقیناً اس کی سانسوں کی خوشبو سے شہر کی فضا مسحور کن ہوتی ہو گی۔۔۔

اسی شہر میں عدی کا جگری دوست جو عرصہ دراز سے وقت کی رعنائیوں میں لا پتہ تھا۔۔۔عدی بہت وقت سے سلمان کو ملنے کے لیے بھی مشتاق تھا۔۔۔

اس بات کا عدی نے انفال سے ذکر نہیں کیا تھا کیونکہ اس دفعہ بھی عدی نے سرپرائز دینے کا منصوبہ بنایا تھا۔۔۔

عدی صبح جلد ہی نکل گیا وہاں پہنچا تو ایک لمبی قطار اس کا انتظار کر رہی تھی۔۔۔

ان میں سے زیادہ تر وہی تھے جن کے نام کی درخواستیں نکلی تھیں۔۔۔عدی دل میں کہنے لگا میں تو سمجھا تھا چند ایک ہی ہوں گے یہاں تو پورا جمِ غفیر ہے۔۔۔

بہر حال وہ بھی قطار میں لگ گیا اور اپنی باری کا انتظار کرنے لگا عدی کی باری پچھلے پہر آئی جو اک لمبے انتظار کے بعد تھی۔۔۔فوراً پاسپورٹ بنوانے کے لیے دیا اور دفتر سے باہر نکل کر سُکھ کا سانس لیا۔۔۔

اور سوچنے لگا کہ اب انفال کو کس طرح دیکھا جائے ساتھ میں سلمان سے بھی ملاقات ضروری تھی۔۔۔

انہی سوچوں میں لا پتا تھا کہ سعد کی کال آ گئی اس نے پاسپورٹ کا پوچھا کہ بنوایا کہ نہیں۔۔کیونکہ سعد کے نام کی بھی درخواست نکلی تھی اور وہ چاہتا تھا اگلا مرحلہ اکٹھے پار کیا جائے۔۔۔

کچھ لوگ ہماری زندگی میں بے ترتیبی سے آتے ہیں اور ہم پہ احسان در احسان کرتے چلے جاتے ہیں۔۔۔

اس دورِ نا گزیر میں ایسے لوگ بہت ہی کم پائے جاتے ہیں جو کسی کا بھلا چاہتے ہوں ورنہ یہاں تو ہر کسی کی یہی کوشش ہوتی کہ بس دوسرے کو کسی طرح زیر کیا جائے۔۔۔

پہلی ملاقات کے بعد جب عدی، سعد کی کمپنی سے منسلک ہوا تو دونوں کا روزانہ آمنا سامنا ہونے لگا۔۔۔اس طرح ایک ماہ میں وہ اچھے دوست بن گئے تھے۔۔۔سعد کو علم تھا کہ عدی معاشی بحران

سے دوچار ہے۔۔۔اس لیے نیک نیتی سے عدی کا بھلا چاہتے ہوئے صحیح راستہ بتایا۔۔۔
اب سعد کی ہی بدولت عدی اس قابل ہوا تھا کہ اپنے گھریلو معاملات کو احسن طریقے سے چلا رہا تھا ورنہ جس طرح کی صورتحال پیش آچکی تھی اس سے حالات مزید بگڑ سکتے تھے۔۔۔
لیکن ہم جو بھی منصوبہ بندی کرلیں ہوتا وہی ہے جو اللہ نے ہماری قسمت میں لکھ دیا ہوتا ہے۔۔

## باب: ۲۲

عدی نے کچھ سوچا اور پھر انفال کی گلی کی طرف قدم بڑھانے لگا۔۔۔وہ قدرے آہستہ چل رہا تھا وہ گلیاں وہ سڑکیں جو اک عرصہ اس کی راہ گزار ہوا کرتی تھیں اسے حفظ ہو چکی تھیں آنکھیں بند کر کے بھی وہ اس کی طرف جا سکتا تھا

اور چند منٹوں کے بعد انفال کی گلی کے سامنے کھڑا تھا۔۔۔

انفال کا نمبر ڈائل کیا اور کال ملا دی۔۔۔

کچھ دیر میں اس نے خوابیدہ حال میں فون اُٹھا لیا۔۔۔عدی نے کہا کدھر ہو؟؟؟

میں نے کہاں ہونا ہے جناب۔۔۔گھر پہ ہی ہوں۔۔۔انفال نے جواب دیا۔۔۔

اگر کہوں کہ میں یہیں تمہارے آس پاس ہی ہوں تو پھر؟؟؟؟

مطلب میں سمجھی نہیں۔۔۔انفال نے کہا

اچھا چلو ذرا چھت پر تو آؤ۔۔۔۔عدی نے کہا

آپ کیسی باتیں کر رہے مجھے سمجھ نہیں آ رہی میں چھت پہ جا کر کیا کروں گی۔۔۔۔انفال نے تجسس سے کہا

آؤ تو پتا چل جائے گا۔۔۔عدی نے جواب دیا۔۔۔

انفال بھاگتی ہوئی چھت پہ پہنچی۔۔۔نیچے جھانکا تو عدی گلی کے سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔۔۔۔

انفال نے عتاب سے کہا یہ کیا تھا عدی؟؟؟

کچھ نہیں میں تمہارے سامنے ہوں۔۔۔اور تم میرے۔۔۔بس یہی ہے۔۔۔۔

اس دفعہ پھر اچانک؟؟؟ میں نے کہا تھا مجھے بتا کے آنا۔۔۔۔انفال نے ناراض ہوتے ہوئے کہا۔۔۔

ناراض نہ ہو اصل میں وقت تھوڑا ہے میرے پاس۔۔۔۔

اچھا جائیے۔۔۔چلے جائیے۔۔۔آنے کی زحمت ہی کیوں کی تھی۔۔۔اگر اتنی عجلت تھی تو انفال نے بیزاری سے کہا

عدی گلی سے گزرتا ہوا عین انفال کے نیچے کھڑا ہو گیا۔۔۔اور کہا

تُو سات رنگوں کی دھنک ہے کہ جس کی آغوشِ ثروت میں چاندنی آہستہ آہستہ نیند میں جا کر محبت کرنے والے دولوگوں کو سوچتی ہے،تو معمار کے ہاتھوں سے بنا مٹی کا برتن ہے جس میں دھوپ کی دھنک پڑتی ہے،تو معمولی سی بات پہ خفا ہو جاتی ہے،تو خود بیں،نظریات سے واقف،بچوں پر دعائیں پھونکتی بڑھیا ہے،تو افرنگ کی کوئی ریشمی کپڑے میں ملبوس دوشیزہ ہے جو ابھی میرے سامنے چھت پہ منہ پھلائے کھڑی ہے۔۔۔

انفال نے منہ پھیرتے ہوئے کہا کہ جائیے مجھے نہیں دیکھنا آپ کو۔۔۔یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔۔۔

اب یونہی ناراض کھڑی رہو گی تو وقت گزر جائے گا۔۔۔

پھر عدی وہاں سے جانے لگا تو انفال نے کہا رُکیں۔۔۔۔وہ رُک گیا۔۔۔۔

انفال نے کہا اب آ ہی گئے ہیں تو رک جائیے بن بلائے مہمان صاحب۔۔۔لیکن یہ آخری بار ہے اگلی مرتبہ جب آنا ہے مجھے بتا کہ آنا ہیورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔۔۔۔

عدی نے قہقہہ لگایا اور کہا اچھا جناب جیسے آپ کا حکم۔۔۔کچھ وقت وہی کھڑے باتیں کرتے رہے۔۔۔وقت کی قلت کی وجہ سے زیادہ نہیں رُکنا تھا کیونکہ سلمان کی طرف بھی جانا تھا۔۔۔اور شام سے پہلے واپس بھی۔۔۔

پھر عدی نے جانے کی اجازت چاہی۔۔۔اور وہاں سے چل دیا۔۔۔ابھی گلی کی نکڑ پر پہنچا تھا کہ انفال نے کہا

پیچھے دیکھیں۔۔۔۔عدی ایک دم پیچھے کو مُڑا تو انفال وہی چھت پہ کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔عدی

نے کہا بولیں۔۔۔۔انفال نے جواب دیا کہ جائیں کچھ نہیں۔۔اس طرح رُکنے کا کہو گی تو میں جا نہیں پاؤں گا۔۔۔

جس قدر اُلفت سے آپ نے رُکنے کا کہا ہے جی تو چاہتا ہے کہ بس یہیں رُکا رہوں۔۔۔۔عدی نے کہا۔۔۔

انفال نے کہا اُفف۔۔۔ باتیں سُن لو بس۔۔۔اور ہنسنے لگی۔۔۔۔عدی نے کہا ہاں کہہ کہ دیکھو کہ یہیں رُک جاؤ پھر دیکھ لینا کون بد بخت یہاں سے ہلتا ہے۔۔۔۔

اچھا ابھی جاؤ اور گھر پہنچو۔۔۔ یہ باتیں بعد میں کریں گے۔۔۔انفال نے کہا۔۔۔پھر عدی نے آخری بار انفال کو دیکھا اور خدا حافظ کہہ کہ وہاں سے نکل گیا۔۔۔

اور سلمان کی طرف چل دیا۔۔۔سلمان کا گھر وہاں سے زیادہ دور نہیں تھا سو جلد ہی اس کے گھر پہنچ گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔۔۔

اندر سے آواز آئی کہ کون۔۔۔ یہ سلمان کی والدہ تھیں۔۔۔عدی خاموش کھڑا رہا۔۔۔دوبارہ وہی آواز سنائی دی کہ کون؟؟؟؟۔۔لیکن اس مرتبہ بھی عدی کچھ نہ بولا۔۔۔

پھر سلمان کی والدہ نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ عدی کھڑا ہے۔۔۔

وہ دیکھ کہ بہت حیران ہوئیں۔۔۔کیونکہ ایک عرصہ کے بعد عدی وہاں آیا تھا عدی نے سلام کیا اور پوچھا کہ سلمان کہاں ہے؟؟؟؟

انہوں نے جواب دیتے ہوئے اسے اندر آنے کو کہا۔۔۔

اور پوچھا کہ بیٹا کہاں غائب تھے؟؟؟؟ عدی نے کہا آنٹی بس حالات ہی کچھ ایسے تھے کہ یہ سب ضروری تھا۔۔۔

دونوں چلتے ہوئے سلمان کے کمرے میں داخل ہوئے جہاں وہ بیڈ پر نیم بے ہوشی کی حالت میں پڑا تھا۔۔۔

انہوں نے کہا تم بیٹھو میں چائے بنا کہ لاتی ہوں اور وہ کمرے سے نکل گئیں۔۔۔

عدی سلمان کے سرہانے بیٹھ گیا اور آہستہ سے اس کا نام پکارا۔۔۔

سلمان نے آنکھیں کھولیں تو سامنے عدی کو دیکھا۔۔۔وہ ہڑبڑا کے اُٹھا جیسے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ لیا ہو۔۔۔

اور اُٹھ کہ بیٹھ گیا۔۔۔اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ عدی اس کے سامنے بیٹھا ہے۔۔۔اس نے اُٹھ کے زور سے عدی کو گلے سے لگا لیا۔۔۔دونوں کی آنکھیں نم تھیں۔۔۔

عدی نے کہا یہ کیا حالت بنا رکھی ہے؟؟؟؟ میز پہ پڑی دوائیاں دیکھ کہ بولا یہ سب کیا ہے؟؟؟؟

سلمان نے کہا کچھ نہیں ہے بس ذرا سا بیمار تھا۔۔۔

کیا ہوا تھا؟؟؟ میری بات چھوڑو یہ بتاؤ کہ تم کہاں تھے اتنی دیر سے۔۔۔سب تمہارے پیچھے پاگل ہوئے جا رہے تھے۔۔۔

عدی کچھ بولنے لگا تو اتنے میں سلمان کی والدہ چائے لے کے آ گئیں۔۔۔

چائے ساتھ میز پہ رکھ کہ سامنے کرسی پر بیٹھ گئیں۔۔۔عدی نے کہا آنٹی اسے کیا ہو گیا ہے؟؟؟

انہوں نے کہا بیٹا یہ ایک سال سے بیمار پڑا ہے۔۔۔ڈاکٹرز کہتے ہیں اسے ڈپریشن ہے لیکن اکثر راتوں کو اُٹھ کہ رونے لگتا ہے کبھی روتے روتے ہنسنے لگتا ہے۔۔۔اور عجیب وغریب باتیں کرتا ہے لیکن ابھی ادویات لے رہا ہے تو قدرے بہتر ہے۔۔۔ورنہ بہت بری حالت تھی یہ کہتے ہوئے اُن کی آنکھیں بھیگ گئیں۔۔۔۔

عدی نے سلمان کی طرف دیکھا اور کہا ہاں بھئی! کیا مسئلہ ہے تمہیں۔۔۔

ارے یار! کچھ نہیں۔۔۔مسئلہ کوئی نہیں۔۔۔بس ذرا سا بیمار تھا تو امی زیادہ پریشان ہو گئی ہیں۔۔۔

عدی نے بتایا کہ وہ چند مہینے پہلے بھی یہاں آیا تھا مگر گھر پہ تالا پڑا تھا اس لیے واپس چلا گیا۔۔۔

سلمان نے پوچھا تم بتاؤ کہاں رہتے آج کل۔۔۔اور کہاں غائب تھے۔۔۔عدی نے سلمان کی

حالت دیکھتے ہوئے اسے بتانا مناسب نہیں سمجھا کہ اصل میں کیا ہوا تھا۔۔۔اور بات کو ٹال دیا لیکن یہ بتا دیا کہ وہ کس شہر میں ہوتا ہے۔۔۔

عدی سلمان کی حالت دیکھ کے بے حد پریشان ہوا۔۔۔سلمان کی امی اُٹھ کے کمرے سے نکل گئیں۔۔۔

پھر عدی نے کہا میری مشقات سے بات ہوئی تھی تو اس نے بھی یہی کہا تھا کہ سلمان سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔۔۔

سلمان نے کہا کہ ہاں یار! فون ہی بند کر دیا تھا بس کمرے میں پڑا رہتا تھا۔۔۔تم بتاؤ کیا حال ہے مشقات کا۔۔۔اور تمہاری "اُس کا"۔۔۔اور قہقہے کے ساتھ ہنسنے لگا۔۔۔

عدی نے کہا کہ سب ٹھیک چل رہا ہے۔۔۔اور حالیہ وقت میں پیش آنے والے خوشگوار واقعات سلمان کو سنا دیے۔۔۔سلمان نے بڑے دلچسپی سے سنے اور ساتھ ہنسی مزاق کرتا رہا۔۔۔

پھر عدی نے سلمان سے اجازت مانگی اور جاتے ہوئے اس کا فون نمبر لے لیا۔۔۔اور وعدہ کیا کہ وہ اب آتا جاتا رہے گا۔۔۔

سلمان نے عدی کو اُٹھ کے گلے لگایا اور خدا حافظ کہا۔۔۔

عدی نے اسے لیٹنے کو کہا اور خود کمرے سے نکل گیا۔۔۔باہر سلمان کی امی سے ملا اور ساری تفصیل پوچھی جو سلمان کے ساتھ ہوا تھا انہوں نے بتایا کہ قریباً تیسرے سمیسٹر کے آخر پر اس کے دماغ پہ اثر ہو گیا تھا اس کے بعد سے یہ بستر پر ہی ہے۔۔۔

بہت جگہ سے علاج کروایا لیکن کوئی افاقہ نہیں ہوا تھا اب جا کہ کہیں بہتر ہو رہا ہے۔۔۔عدی نے کہا کہ آپ فکر نہ کریں اب یہ بلکل ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔

انہوں نے کہا کہ ایک عرصے کے بعد آج وہ ہنسا ہے وہ بھی تمہیں دیکھ کے۔۔۔۔عدی نے کہا اگر میری وجہ سے ٹھیک ہو سکتا تو میں آتا جاتا رہوں گا۔۔۔۔

پھر وہاں سے اجازت لی اور نکل گیا اور شام سے پہلے گھر پہنچ گیا لیکن سلمان کی حالت دیکھ کر عدی کا دل مسوس کے رہ گیا تھا۔۔۔بعض اوقات لوگوں کو معاشی ضرورت سے زیادہ اس بات کی فکر ہوتی کہ کوئی صرف جذباتی طور پہ ان کے ساتھ ہو۔۔ان کو سنے، سمجھے، اور دنیا سے ہٹ کے اک نظر سے دیکھے۔۔۔پیار کی نظر سے۔۔۔شاید سلمان کو ذہنی طور پہ عدی کی ضرورت تھی۔۔۔

# باب: ۲۳

عدی، سلمان کو لے کر بہت پریشان تھا اس کے لیے یہ بہت تکلیف دہ بات تھی کہ اس کا اتنا قریبی دوست بستر پہ پڑا ہے۔۔عدی سوچ رہا تھا کہ آخر یونیورسٹی میں ایسا کیا ہوا کہ اس کے ذہن پہ اتنا گہرا اثر پڑا۔۔۔کیا قیامت ٹوٹی ہوگی۔۔۔بلا وجہ تو کسی کا ذہن بھی نہیں پگلاتا۔۔۔۔

ان سب پریشانیوں میں جو بات فکر کی تھی وہ یہ تھی کہ عدی نے پہلا مرحلہ گزار لیا تھا اب اگلا مرحلہ ٹیسٹ کی تیاری تھی جو کرنی تھی۔۔۔۔

اگلے روز جب کام پہ گیا تو سعد نے بتایا اب جو اصل چیز ہے وہ ٹیسٹ ہی ہے۔۔۔جو ہمیں ہر حال میں پاس کرنا ہے۔۔۔اور اس کے لیے ہمیں کسی اکیڈمی میں داخلہ لینا پڑے گا ورنہ یہ مشکل ہو جائے گا۔۔۔لیکن عدی اس بات سے کترا رہا تھا کیونکہ اس کے پاس مالی طور پہ اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ پیسے دے کہ کہیں پڑھ سکے۔۔۔۔

دوسری طرف ابھی تک انفال کو کچھ بھی نہیں بتایا تھا کیونکہ عدی کا خیال تھا کہ پہلے ساری بات صاف ہو جائے کہ۔۔۔کرنا کیا ہے پھر انفال کو بتائے گا۔۔۔

پہلے پہل تو عدی نے فقط سعد کے کہنے پر درخواست دے دی تھی بعد میں جب انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا سے کوریا کا چرچا سنا تو عدی نے دلچسپی لینا شروع کر دی۔۔۔

معمول کے مطابق بات ہو رہی تھی کہ

عدی نے کہا میں آپ کو کچھ بتانا چاہتا ہوں۔۔۔

انفال نے کہا جی مجھے لگتا تھا جیسے کوئی بات ضرور ہے اسی کا انتظار تھا کہ آپ کب بتاؤ گے۔۔۔

عدی نے کہا سنو تو۔۔۔۔

اچھا اچھا سنائیں۔۔۔۔انفال نے کہا

عدی نے مکمل تفصیل کے ساتھ کوریا والی کہانی سنا دی کہ کیسے یہ ممکن ہوا۔۔۔۔

انفال نے کہا یہ بہت ہی اچھی بات ہے آپ کا مستقبل روشن ہو جائے گا۔۔۔

عدی نے کہا بابا نے بھی یہی کہا تھا ماں بھی خوش تھیں۔۔۔

ہاں خوشی کی بات ہے لیکن سب سے اہم یہ ہے کہ آپ امتحان کی تیاری کریں۔۔۔

عدی کا دل جیسے مسوس کر رہ گیا۔۔۔دل میں کہہ رہا تھا۔۔۔کیا خاک تیاری کروں گا اکیڈمی کے لیے تو ایک ٹکا نہیں ہے پاس۔۔۔

لیکن پھر بھی جواب دیا کہ ہاں اب یہی کرنا ہے۔۔۔۔

اس کے بعد عدی کا معمول بہت زیادہ مصروف ہو گیا۔۔۔ہوا یہ کہ عدی نے اپنی کمپنی سے درخواست کر کے کچھ تنخواہ ایڈوانس میں لے لی۔۔۔جس سے اس نے اکیڈمی کی فیس ادا کی۔۔۔

سارا دن کام کرتا۔۔۔شام میں اکیڈمی۔۔۔اور گھر آ کے بھی اس کی تیاری میں لگا رہتا۔۔۔زندگی میں ایسا پہلا موقع آیا تھا کہ اس کے سامنے کوئی منزل تھی جس کے لیے سخت محنت درکار تھی۔۔۔۔

انفال بھی اسے حد درجہ حوصلہ دیتی تھی اور گھر والے بھی مکمل تعاون کرتے تھے

ٹھیک دو ماہ کے بعد امتحان تھا۔۔۔۔

عدی ایک روز قبل اسلام آباد پہنچ گیا تھا۔۔۔کیونکہ امتحان وہی ہونا تھا۔۔۔کمرہ امتحان میں جانے سے پہلے والدہ کی دعائیں لیں۔۔۔اور انفال سے بھی بات کی کہ اب وہ جا رہا ہے۔۔وہ بھی گھر بیٹھی اس کے لیے دعائیں کر رہی تھی۔۔۔۔

لیکن یہاں عدی سے ایک غلطی ہو گئی۔۔۔اسے امتحان کا وقت جو ویبسائیٹ سے پتا چلا تھا ٹھیک نہیں تھا۔۔۔

وہ اسی حساب سے تیار تھا۔۔۔ویبسائیٹ پر ٹیسٹ کا وقت دو بجے تھا۔۔۔لیکن گیارہ بجنے سے پانچ منٹ قبل وہ مرکزی دروازے کے سامنے گیا۔۔۔اس نے وہاں دیوار پر چسپاں ایک لسٹ دیکھی

جن کا ٹیسٹ ابھی ہونا تھا۔۔۔بے دھیانی میں اسے دیکھنے لگا کہ ہماری بھی ایسی ہی لسٹ لگنی ہے بعد میں پریشانی نہ ہوگی۔۔۔لسٹ اس طرح بنائی گئی تھی کہ رولنمبر کے سامنے ہر لڑکے کی تصویر بھی چھاپی گئی تھی جب عدی نے اپنی تصویر لسٹ میں لگی دیکھی تو اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔۔۔عدی کے منہ سے بے اختیار نکلا کہ یہ کیا۔۔؟؟؟؟اس کا ٹیسٹ تو دو بجے تھا۔۔۔عدی مرکزی دروازے سے اندر داخل ہوا اور وہاں بیٹھا آدمی جو صرف اسی لیے بٹھایا گیا تھا کہ لڑکوں کی رہنمائی کرے کو اپنی سلپ دکھائی۔۔۔اس شخص نے فوراً کہا کہ تمہارا ٹیسٹ گیارہ بجے تھا۔۔۔لیکن گیارہ بجنے میں دو منٹ باقی تھے۔۔۔اس شخص نے عدی کو اشارے کے ساتھ کمرہ امتحان کی راہ دکھائی۔۔۔

عدی بھاگتا ہوا وہاں پہنچا دیکھا تو قریباً سب لڑکے تیار بیٹھے تھے۔۔۔

عدی نے وہاں موجود ایک ٹیچر جو کہ کورین تھا اسے اپنی سلپ دکھائی اور اس نے عدی کو اس کی جگہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بیٹھنے کا کہا۔۔۔

عدی جو بری طرح ہانپ رہا تھا۔۔۔جا کر اپنی نشست پہ بیٹھ گیا جس کے سامنے ایک کمپیوٹر پڑا تھا۔۔۔سارا ٹیسٹ اسی پہ ہونا تھا۔۔۔۔

اس نے جلدی سے اپنے حواس بحال کیے اور اتنی دیر میں وہاں موجود کورین اپنی زبان میں کچھ بولنے لگا۔۔۔اور ساتھ میں ایک پاکستانی اس کا ترجمہ کر کے بتا رہا تھا۔۔۔وہ ضروری ہدایات تھیں۔۔۔

اس سے چند منٹ بعد ٹیسٹ شروع ہوگیا۔۔۔قریباً ایک گھنٹے کے بعد ٹیسٹ ختم ہوا۔۔۔سب کو نتیجے کا انتظار تھا جو چند منٹوں میں کمپیوٹر کی سکرین پر ظاہر ہونا تھا۔۔۔۔

وہ چند منٹ قیامت سے کم نہیں تھے۔۔۔ان چند منٹوں میں کتنی دفع دل پھٹنے کو تھا۔۔۔دماغ صرف یہی سوچ رہا تھا کہ کیا بنے گا۔۔؟؟؟اور زبان سے دعائیں جاری تھی۔۔۔کمپیوٹر پر نتیجہ ظاہر ہو گیا۔۔۔

یہ کیا؟؟؟؟ یہاں تو پچاس لڑکے تھے ان میں سے صرف تین پاس ہوئے تھے اور عدی بھی ان میں سے تھا۔۔۔اسے اپنی آنکھوں پہ یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔۔۔عدی خوشی خوشی کمرے سے نکلا اور مرکزی دروازے کی طرف چل دیا وہاں موجود شخص نے پوچھا کہ کیا بنا لڑکے۔۔۔عدی نے کہا پاس ہو گیا اس نے مبارکباد دیتے ہوئے نیک تمناؤں کا اظہار کیا۔۔۔

عدی عمارت سے باہر نکلا۔۔اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا سب سے پہلے ماں کو فون کیا۔۔۔اور انہیں خوشخبری سنائی۔۔وہ بہت خوش ہوئیں اور ڈھیروں دعائیں دیں۔۔۔

پھر کچھ دیر بات کرنے کے بعد فون بند کر دیا اور اپنے حواس بحال کرتے ہوئے انفال کا نمبر ملا لیا۔۔۔

انفال تو جیسے ہاتھ میں فون پکڑے انتظار کر رہی تھی۔۔۔

فوراً فون اُٹھا لیا اور بولی۔۔۔۔

کیا بنا۔۔؟؟؟

عدی نے کہا کہ پہلا پڑاؤ تو کامیاب رہا۔۔۔۔

انفال اس قدر خوش ہوئی جیسے یہ کارنامہ اس نے خود سرانجام دیا ہو اور جذباتی ہو گئی۔۔۔

جب ہم کسی کی ذات سے وابستہ ہو جاتے ہیں تو اس کی خوشی اور غم دونوں صورتوں میں برابر کے شراکت دار ٹھہرتے ہیں۔۔۔پھر چاہے غموں کے پہاڑ ٹوٹیں یا خوشیوں کے سمندر دامن میں سما جائیں۔۔۔شروع دن سے انفال کا یہی مزاج تھا۔۔۔جب عدی غموں سے چُور تھا تب بھی ساتھ کھڑی تھی جب خوشیاں چند لمحوں کے لیے آنگن میں اُتریں تو بھی انفال عدی کے ساتھ تھی۔۔۔

عدی نے اسے بتایا کہ کس طرح اس کا ٹیسٹ ہوا۔۔۔اگر وہ لیٹ ہو جاتا تو کینسل ہو جانا تھا۔۔۔

انفال کہنے لگی بس اچھا ہوا جو ہوا اب اسے یاد کرنے کا فائدہ نہیں اب بس یہ سوچیں کے آپ کامیابی کی طرف چل پڑے ہیں۔۔۔

ہاں اب اگلا مرحلہ ویزے کا ہے۔۔۔اب دیکھو وہ کب دیتے ہیں۔۔۔
انفال نے کہا یہاں تک آ گئے ہیں تو آگے بھی ہو ہی جائے گا۔۔۔
ہاں یہ تو ہے عدی نے کہا۔۔۔
پھر کافی دیر خوش گپیوں کے بعد کال بند ہو گئی اور عدی واپس اپنے شہر کی جانب آ گیا۔۔۔۔
اب سعد اور عدی دونوں پاس ہو چکے تھے اور اپنے مکمل کاغذات جمع کروا کے ویزے کا انتظار کرنے لگے۔۔۔لیکن یہ انتظار کب تک ہو گا کسی کو معلوم نہیں تھا۔۔۔دونوں دل جمعی سے کام پر لگے ہوئے تھے۔۔۔
کامیابی اتنی آسانی سے نہیں مل جاتی اس کے لیے خراج ادا کرنا پڑتا ہے۔۔اور اس کی ہر صورت ہیبت ناک ہوتی ہے۔۔۔
زندگی مخمل و کمخواب جیسی قطعی نہیں۔۔۔ ہر موڑ پہ سیلابی ریلے کی طرح پریشانیاں۔۔۔اور درد و الم کی ہوائیں جو بدن چیرتے ہوئے گزرتی ہیں۔۔۔جن کی تلخی تمام عمر ہر ایک سانس کے ساتھ محسوس ہوتی رہتی ہے۔۔۔
ایک ایسا کمزور لمحہ بھی آتا ہے کہ ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ شاید ابھی زندگی کے اس سفر کو تمام کر دینا چاہیے۔۔۔فقط اک آہ بھر کے ان اذیتوں سے رہائی پا لینی چاہیے لیکن یہ بھی کہنے جتنا آسان کب ہے۔۔۔
عربی کہاوت ہے کہ اگر تم مرنا چاہتے ہو تو خود کو سمندر میں پھینک دو تو تم دیکھو گے کہ تم خود کو بچانے کی کوشش کر رہے ہو تو تب تم جانو گے کہ تم خود کو نہیں مارنا چاہتے بلکہ تمہارے اندر کوئی "شے" ہے جسے تم مارنا چاہتے ہو۔۔۔
لیکن ہم تو چاہ کر بھی وہ شے کو نہیں مار سکتے۔۔۔ہائے۔۔۔کیا ہی بے بسی کی بات ہے نا۔۔۔۔

## باب: ۲۴

وقت نے کروٹ لی۔دن مہینوں میں تبدیل ہوتے ہوئے کب ایک سال کی شکل دھار گئے پتا ہی نہیں چلا۔۔ہائے یہ کتنا ہی کٹھن سال تھا۔۔۔ویزے کے انتظار کو بھی قریباً سال کے قریب ہو رہا تھا۔۔۔انفال اور عدی کو ملے بھی تین سال سے زائد کا عرصہ بیت گیا تھا۔۔۔دونوں کے کچے ذہنوں میں اب پختگی آ چکی تھی۔۔۔لیکن انفال کی بچگانہ شرارتیں اب بھی دل کو مو لیتی تھی۔۔۔عدی اور انفال کی داستان ایک مثالی داستان ثابت ہو رہی تھی۔۔۔

لیکن گزشتہ ایک سال سے جو عادت نہیں بدلی وہ یہ تھی کہ چاندراتوں میں خوبرو چاند کو دیکھنا۔۔۔

عدی کو بہت پسند تھا پتا نہیں کیوں لیکن وہ رات میں گھنٹوں بیٹھ کے چاند کو دیکھا کرتا تھا۔۔۔

آج شب بھی چاند کے روبرو بیٹھا تھا لیکن آج بہت حساس تھا

طبیعت میں ذرا بیزاری تھی۔۔۔کہ اسی اثناء میں انفال کی کال آ گئی

ویسے وقت کی گرد باد نے زبوں حالی کا شکار کر دیا ہے۔۔۔عدی نے انفال سے کہا

یہ زبوں حالی بھی طویل تو نہیں ہو گی کبھی تو ختم ہو ہی جائے گی۔۔۔پھول اپنی زندگی کانٹوں کے درمیان گزار دیتے ہیں جب انہیں وہاں سے الگ کر دیا جاتا ہے تو یا وہ کسی قبر کی زینت بن جاتے یا قدموں میں روند دیے جاتے ہیں پھولوں کا حسن بھی کانٹوں کے سنگ ہے۔۔اور ہماری زندگی کا حسن بھی انہیں مشکلات میں پوشیدہ ہے۔۔

ہاں بات تو سہی ہے لیکن شاید تب تک یہ سانسیں بھی جواب دے دیں۔۔۔عدی نے مایوس ہوتے ہوئے کہا

آپ بہت فضول باتیں کرتے ہیں انفال نے اس بات سے چڑتے ہوئے جواب دیا۔۔۔

عدی نے بات بدلتے ہوئے کہا کہ تمہارے ہوتے ہوئے یہ کٹھن مسافت کا احساس ہی نہیں

ہوتا۔۔۔۔

آہاں تو ایسا ہے کیا؟؟؟۔۔۔۔

ہاں! میں تجھ سے کہہ رہا ہوں دنیا کی ساری محبتیں میرے تم سے وابستہ پہلے خیال سے بھی پھیکی ہیں میں نے محبتوں کو پڑھا ہے روشنی کا میرے در سے بڑا تعلق ہے میں وقت کی رمزوں سے آشنا ہوں تجھ پہ قصیدے نہیں تیری ہلکی نیند میں لی گ ءکسی یاد میں پہلی کروٹ کے زاویے بیان کیئے جانے چاہیے جو مجھ سے وابستہ ہے۔۔۔

ہائے کیا خوبصورت بات کہی ہے آپ نے۔۔۔انفال نے کہا۔۔۔

میں نے کہیں پڑھا تھا کہ۔۔۔رسول اللہ ﷺ کا یہ ایک جملہ مکتب عشق کے باب محبت میں سب سے پہلے لکھا جائے گا

"خدیجہ نے مجھے تب تسلیم کیا جب سب مجھے رد کر رہے تھے"

عدی نے بہت ہی مؤ دبانہ انداز میں کہا۔۔۔۔

ماشائاللہ۔۔۔حضرتِ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ سے اس قدر محبت تھی کہ انہیں خود نکاح کا پیغام بھجوایا تھا۔۔۔ویسے کیا اعلی وعرفہ جوڑی تھی۔۔۔انفال نے جذباتی ہوتے ہوئے کہا۔۔۔

عدی نے جواب دیا بے شک اللہ ّہمیں قیامت میں ان کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائے

آمین۔۔۔۔

عدی کو ویزے کا انتظار کرتے ایک سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا تھا لیکن کوئی جواب نہیں آیا تھا۔۔۔

لیکن اس سے پہلے ایک قیامت بپا ہوگئی جس نے ایک مہینے کے اندر ساری دُنیا میں تہلکہ مچا دیا تھا۔۔۔وہ ایک موذی مرض تھا جو دیکھتے ہی دیکھتے ساری دُنیا میں پھیل گیا اور اس سے ہزاروں جانیں ضائع ہونے لگیں۔۔۔

ابھی تک پاکستان اس سے بچا ہوا تھا لیکن چند ہفتوں میں پاکستان بھی اس کی لپیٹ میں آ گیا

تھا۔۔۔آہستہ آہستہ تمام کاروباری ادارے بند ہو رہے تھے سکولوں میں چھٹیاں ہو چکی تھی پوری دُنیا میں خوف و ہراس کی لہر دوڑ گئی تھی سب ایک دوسرے سے دور بھاگتے تھے۔۔۔

جب دُنیا میں ظلم و بربریت انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو پھر خدا اپنے ہونے کا احساس انہی عذابوں کی شکل میں دلاتا ہے۔۔۔

اور اُن دنوں فلسطین کے مسلمانوں پر جو قیامت ڈھائی جا رہی تھی۔۔۔اور تمام اُمتِ مسلمہ خواب خرگوش کے مزے لے رہی تھی۔۔۔پر رب تو بڑا غیور ہے رب نے اس کا بدلہ بذاتِ خود اس بیماری کی شکل میں لیا۔۔۔اس سے یہ ہوا کہ سب کی نظر فلسطین سے ہٹ کر اس بیماری کی جانب ہو گئی پوری دُنیا میں موت کا ایسا خوف تھا کہ لوگ گھروں سے نکلنا چھوڑ گئے تھے

لیکن پاکستان میں متوسط طبقہ ان دنوں سب سے زیادہ متاثر ہوا حالات اس قدر نا مناسب ہو چکے تھے کہ دو وقت کی روٹی کھانا دوبھر ہو چکا تھا۔۔۔عدی بھی اس سے شدید متاثر ہوا تھا۔۔

کمپنی نے کام نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ تر ملازموں کو فارغ کر دیا تھا لیکن جو کام پہ رکھے تھے وہ بھی آدھی تنخواہ پر تھے ان میں سے عدی بھی تھا۔۔۔

شاید یہ آزمائش عدی کے سخت ترین ثابت ہونے والی تھی۔۔۔جہاں اس بیماری نے غریبوں کی کمر توڑی تھی۔۔۔وہاں ذخیرہ اندوزوں نے خوب جم کے کمائی کی چیزوں کے دام آسمان کو چھونے لگے۔۔۔

اب عدی کے لیے گھر کے اخراجات اُٹھانا مشکل ہو گیا تھا لیکن آخر کرتا بھی کیا۔۔۔نہ کوئی اور کام بچا تھا سب کچھ تو بند پڑا تھا یہ بھی کمپنی کا احسان تھا کہ اس نے کام پہ رکھا ہوا تھا وگرنہ وہ نکال بھی دیتے تو کیا کِیا جا سکتا تھا۔۔۔

ایک دن بابا کہنے لگے کہ بیٹا مجھے آصف ملا تھا۔۔۔وہ کہہ رہا تھا کہ ایک فیکٹری میں کام ہے تو میں سوچ رہا ہوں کہ کر لوں۔۔۔آصف اسی جواری کا نام تھا جس کو کبھی بابا نے جیل سے رہا کروایا

تھا۔۔۔اب وہ جوے سے باز آ گیا تھا اور خود محنت مزدوری کر کے اپنی بچیوں کا پیٹ پال رہا تھا۔۔۔

عدی نے کہا بابا آپ کہاں کام کریں گے میں کرر ہا ہونا۔۔۔ویسے بھی میری کوشش ہے کہ فارغ وقت میں کوئی اور کام دیکھ لوں جو کیا جا سکے۔۔۔

بابا نے جواب دیا کہ بیٹا میری عمر اتنی بھی نہیں ہوئی کہ اب کام ہی نا کرسکوں طبیعت اب بہتر ہے۔۔۔

لیکن بابا پھر بھی باہر مزدوری آسان تھوڑی ہے۔۔۔عدی نے کہا

بابا نے کہا کہ بیٹا میں نے بیرونِ ملک مزدوری ہی کی ہے مسئلہ نہیں ہے۔۔۔

ماں بھی بابا کی حمایت میں بول پڑی کہ بیٹا آپ کے بابا ٹھیک کہہ رہے ہیں۔۔۔

شاید انہیں سمجھ آ گئی تھی کہ اُن کا بچہ کن مصیبتوں سے اُلجھ رہا ہے۔۔۔عدی نے کہا کہ بابا اس بیماری کے ہوتے ہوئے سب کچھ تو بند ہے کون کام پہ رکھے گا۔۔۔

بابا نے یہ کہہ کہ بات ختم کر دی کہ دیکھنے میں کیا حرج ہے نہ ہوا نہیں کریں گے

ایک لمبی چوڑی جرح کے بعد عدی کو اُن کا فیصلہ ماننا پڑا۔۔۔

ہم کبھی کبھی چیزیں صحیح کرنے کے چکر میں مزید بگاڑ دیتے ہیں پھر لاکھ کوشش کے باوجود وہ اپنی جگہ پہ واپس نہیں آتیں۔۔۔

اگلے روز بابا اس آصف نامی شخص کے ساتھ فیکٹری چلے گئے جہاں وہ فیکٹری کے فورمین سے ملے بابا کو کام پسند آ گیا انہوں نے کرنے کا فیصلہ تو بہر حال پہلے ہی کر لیا تھا یہ تو بس خانہ پوری تھی۔۔۔۔

پھر وہ تسلسل سے کام پہ جانے لگے۔۔۔۔کچھ ماہ تک تو سب ٹھیک چلا لیکن جو مصیبت راہ دیکھ رہی تھی اس کا کسی کو گمان بھی نہیں تھا۔۔۔

ایک روز آصف بابا کے پاس آیا تو کہنے لگے کہ میرے سر پہ ڈھیر سارا قرض ہے جو میں نے ادا کرنا

ہے تو میں چاہتا ہوں کہ فیکٹری سے کچھ ایڈوانس لے کے ادا کردوں تا کہ میری بچیوں کو کوئی تنگ نہ کر سکے۔۔۔شاید یہ حقیقت تھی یا اس کا مکر۔۔۔بابا سید حامد عے پہ آتے ہوئے کہنے لگے کہ اس سلسلے میں میری کیا مدد چاہیے تمہیں۔۔۔؟؟؟؟

آصف نے کہا کہ آپ میرے ضامن بن جائیں بس میں آپ کا تمام عمر شکر گزار رہوں گا۔۔۔اور ساتھ ہی رونے لگ گیا۔۔۔بابا کو اس پہ ترس آ گیا اور کہا کہ چلو میں تمہیں کل بتاؤں گا۔۔۔

اصل میں وہ ماں سے اور عدی سے مشورہ لینا چاہتے تھے۔۔۔شام میں گھر آئے تو بابا نے ساری بات بتائی ماں تو بلکل نہیں مانیں۔۔۔لیکن عدی نے کہا کہ کوئی بات نہیں اگر وہ وہیں کام کرے گا تو اپنے پیسے دے گا ہمارا کیا جاتا ہے۔۔۔۔

خیر بعد میں طے یہ ہوا کہ بابا اس کی ضمانت دیں گے۔۔۔جب اگلے روز کام پہ پہنچے تو اس نے سارے کاغذات اور بیانِ حلفی پہلے ہی تیار کروا لیے تھے جیسے اسے پتا تھا کہ وہ مان جائیں گے۔۔۔ ابا نے دستخط کیے اور اس کے ضامن بن گئے۔۔۔

مصیبتیں آنے سے پہلے اپنے لیے حالات سازگار بناتی ہیں ایسی دلدل میں لا پھینکتی ہیں کہ انسان نکلنے کے لیے جتنے ہاتھ پاؤں مارتا ہے اُتنا ہی دھنستا چلا جاتا ہے۔۔۔۔پھر انسان اس دلدل میں رہنے کا عادی ہو جاتا ہے اور اپنی تمام عمر اسی کیچڑ میں گزارنے کا فیصلہ کر لیتا ہے۔۔۔لیکن کچھ بہادر ایسے بھی ہوتے جنہیں اللہ طاقت دیتا ہے اور بہت جلد ایک مصیبت سے چھٹکارہ پا لیتے ہیں۔۔ سیانے کہتے ہیں کہ جب انسان مصیبت میں اللہ کو پکارتا ہے تو اللہ بہت قریب سے اس کی فریاد سُنتا ہے۔۔۔

کیونکہ یہ آزمائش اور امتحان اسی لیے تو آتے ہیں کہ انسان اپنی دولت،شہرت کے نشے میں دھت نہ رہے اسے احساس ہو کہ اُس کے اوپر بھی کوئی موجود ہے جس کی لاٹھی بے نیاز ہے جس کا انصاف سب سے اعلی ہے۔۔۔

یہ دُنیاوی حد تک مہلت ہے۔۔۔جب ہم اس کے حضور پیش کیے جائیں گے تو رائی کے دانے برابر بھی کسی کی نیکی و بدی ہو گی تو سامنے لا رکھی جائے گی۔۔۔

## باب: ۲۵

ٹھیک ایک مہینہ تو سب اچھا چلا۔۔۔آصف کام پہ جاتا رہا لیکن پھر اچانک سے غائب ہو گیا۔۔۔
کسی کو معلوم ہی نہیں کہ کدھر چلا گیا ہے۔۔۔اس کے بیوی، بچے تو اپنے گھر ہی تھے اور انہیں بھی کوئی
علم نہیں تھا۔۔۔مختصر یہ کہ آصف خطیر رقم لے اُڑا تھا۔۔۔
بابا کو جب خبر ہوئی تو ان کے تو جیسے طوطے ہی اُڑ گئے۔۔۔کہ میں نے تو اس کے ساتھ نیکی کی تھی پر
اس نے کیا ِکیا۔۔۔۔
جب کافی دن وہ کام پر نہ گیا تو فیکٹری والوں نے بابا کو دفتر طلب کر لیا۔۔۔
حضرت جی۔۔آصف کدھر ہے؟؟؟؟ فیکٹری کے مالک نے کہا۔۔
مجھے نہیں پتا جناب کہ وہ کہاں ہے میں نے اس کے گھر بھی پتا کیا تھا لیکن وہ کافی دنوں سے گھر نہیں
ہے۔۔۔بابا نے کہا
تو اب وہ جو اتنے پیسے لے کے بھاگ گیا ہے وہ آپ ادا کریں گے۔۔۔کیونکہ آپ اس کے ضامن
ہیں۔۔۔ورنہ آپ کو اس کی جگہ تب تک کام کرنا پڑے گا جب تک کہ وہ پیسے پورے نہیں ہو
جاتے۔۔۔فیکٹری مالک نے بات مکمل کرتے ہوئے کہا۔۔۔
بابا نے کوئی جواب نہ دیا۔۔۔جواب دیتے بھی کیا خود ہی اپنے پاؤں پہ کلہاڑی ماری تھی۔۔۔بابا
اس اُمید پر چپ رہے کہ شاید وہ کچھ دنوں میں لوٹ آئے تو معاملہ حل ہو جائے۔۔۔لیکن ایسا کہاں
ہونے والا تھا۔۔۔

دُنیا میں اچھائی اور برائی اک تناسب سے ملتی ہے ان دونوں کے مرتکب دُنیا میں خسارہ اُٹھاتے
ہیں۔۔۔جو بد ہے وہ تو ہے ہی برا نا۔۔۔اُس کا انجام بھی بُرا ہی ہوتا ہے لیکن جو حد سے زیادہ اچھا
ہے اسے بھی بہت تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے۔۔لوگ اسے راستے کا پتھر سمجھ کے ایک طرف کو لگا دیتے

ہیں۔۔۔وہ بھلا مانس شخص پھر بھی کچھ نہیں کہتا۔۔۔

یہی عدی کے بابا کے ساتھ ہوا تھا۔۔ماں کے منع کرنے کے باوجود انہوں نے یہ قدم اُٹھالیا۔۔۔یا ایسا بھی ممکن ہے کہ اس کے دل میں پہلے سے چور ہو۔۔۔یا یہ بھی ممکنات میں شامل ہے کہ اس کے ساتھ کچھ برا ہو گیا ہو۔۔۔لیکن انہوں نے تو خدا ترسی کی تھی کیا علم تھا کہ یہ اچھائی اُن کے ہی گلے کا کانٹا بن جائے گی۔۔۔

اب حالات جو تھوڑے بہتری کی جانب جا رہے تھے اک دم بگڑ گئے۔۔۔سب کو اس بات کی فکر تھی کہ اگر وہ نہ ملا تو اتنے پیسے کہاں سے دیں گے۔۔۔نہ اپنا گھر رہا، نہ کاروبار۔۔۔اور اب پیسوں کی خاطر آگے پیچھے بھی نہیں ہو سکتے تھے۔۔۔

عدی نے اس بار پھر قربانی دینے کی کوشش کی کہ بابا کی جگہ پہ وہ کام کرے گا۔۔۔لیکن بابا نے یہ کہتے ہوئے منع کر دیا کہ میں خود سب ٹھیک کروں گا۔۔۔اس طرح بابا آصف کی جگہ مزدوری کرنے پر مجبور ہو گئے۔۔۔۔

اب مصیبت یہ تھی کہ وہاں سے اک پیسہ نہ ملتا تھا گھر کے حالات مزید خراب ہوتے گئے۔۔۔گھر کا کرایہ اور دوسرے اخراجات کسی صورت پورے نہیں ہو رہے تھے۔۔۔نہ کوئی کام تھا نہ کوئی اور حل۔۔۔

سفید پوشوں کا بھی یہ بہت بڑا مسئلہ ہے کہ اگر وہ تنگی حالات سے مر بھی رہے ہوں تو کسی کہ سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے صرف اللہّ سے مدد طلب کرتے ہیں۔۔۔

ہمارے معاشرے میں پیشہ ور مانگنے والے روزانہ کے ہزاروں اکٹھے کر لیتے ہے لیکن جو کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے اس پہ کبھی کسی کی نظر ہی نہیں جاتی۔۔۔یہی ہمارے معاشرے کی کمزوری ہے کہ ہم پیشہ ور کی حوصلہ شکنی کی بجائے اسے مزید بڑھاوا دیتے ہیں اور حق دار کا حق اس تک نہیں پہنچاتے۔۔۔

دراصل یہ بھی حق کھانے کے زمرے میں ہی آتا اگر کوئی سمجھے تو۔۔۔

اس واقعے کے بعد گھر کا ماحول بھی بدل گیا۔۔بابا کام سے واپس آتے تو چپ چاپ اپنے کمرے میں چلے جاتے اور صبح فجر کے بعد کام پہ نکل جاتے وہ اب اس قدر خاموش ہو گئے تھے کہ جیسے کسی بات کا گہرا صدمہ ہو۔۔۔یا شاید خود کو کوس رہے تھے کہ انہوں نے گھر والوں کی بات کیوں نہ مانی۔۔۔۔

عدی سے بابا کی یہ حالت نا قابلِ برداشت تھی۔۔۔کیونکہ اس نے ان کے آپریشن کے بعد انہیں کام کرنے ہی نہیں دیا تھا۔۔بس وہ وقت تھا کہ مجبوراً کام کر رہے تھے۔۔۔بلکہ یوں کہہ لیں کہ غلامی کی زندگی گزار رہے تھے

ہائے! یہ وقت بھی کتنا ظالم ہے نا اپنے وقت کے جاگیردار اب غلام ٹھہرے۔۔۔

اب جو نئی مصیبت وہ یہ تھی کہ گھر کا کرایہ بڑھا دیا گیا یہ بیماری جس نے ساری دُنیا کو اپنی لپیٹ میں لیا تھا عروج پر تھی سب کاروبار مکمل بند تھے منافع خوروں کی موجیں لگی تھیں۔۔۔جس کا جہاں پہ جی چاہتا مرضی کے دام وصول کرتا تھا۔۔۔

مالک مکان نے بھی ایسا ہی کیا کرایہ اتنا بڑھا دیا کہ وہ تو عدی کی پوری تنخواہ جتنا تھا۔۔۔

پھر مجبوراً اس گھر کو خیر باد کہنا پڑا جہاں ابا جی کی یادیں تھیں عدی کی جوانی کے حسین لمحات گزرے تھے اور مروہ کے بچپن کے خوشنما قہقہے گونجتے تھے۔۔۔

اردگرد کوئی ڈھنگ کا گھر نہ ملا۔۔۔ایک ہی ملا جو آخری اُمید تھا پھر مجبوراً وہاں منتقل ہونا پڑا۔۔۔وہ گھر کیا تھا بس جھونپڑی نما دو کمرے تھے جس میں بجلی کا بھی انتظام نہیں تھا

ہمسایوں سے درخواست کر کے بجلی کا ایک بلب لے لیا جو سارے گھر کو روشن کرتا تھا نہ کوئی ہوادار کھڑکی تھی نہ پانی کی نکاسی کا نظام۔۔۔اکثر واشروم کی بدبو پورے گھر میں پھیل جاتی تھی۔۔۔

اس گھر میں اس قدر سیلن تھی کہ عجیب قسم کی بُو پھیلی ہوئی تھی

ہال سے سیڑھی چھت کو جاتی تھی  چھت عین درمیان سے کھلی ہوئی تھی بارش کے موسم میں سارا پانی ہال میں جمع ہو جاتا۔۔۔اس طرح کی بدبُو پیدا کرتا کہ ایسا محسوس ہوتا جیسے یہ ہماری روح تک کو متاثر کر دے گی۔۔۔

ہال میں ہی چولہا رکھ کر کچن بنالیا گیا تھا۔۔۔یہ زندگی خانہ بدوشوں والی زندگی تھی گرچہ حویلی ابھی تک بیچی نہیں تھی لیکن وہاں واپس بھی نہیں جایا جا سکتا تھا

اس گھر میں رہنے کی وجہ سے سب کے رنگ پیلے پڑنے شروع ہو گئے تھے۔۔۔

سوچا یہی تھا کہ جب کوڈھنگ کا مکان ملے گا تو وہاں منتقل ہو جائیں گے لیکن اس بیماری نے تو گھر سے نکلنا دوبھر کر دیا تھا۔۔۔اب بس یہاں گزارہ کرنا تھا

اس اذیت کو برداشت کرنا آسان نہیں تھا۔۔۔قریباً چھ ماہ اس جہنم میں گزارے۔۔۔اس کے بعد ایک مکان ملا جو قدرے صاف تھا  پھر فوراً وہاں منتقل ہو گئے اس خانہ بدوشوں والی زندگی نے پریشان کر رکھا تھا۔۔۔لیکن وہاں کی اذیت شاید ساری عمر نہ بھولی جا سکے

اور ان چھ ماہ میں آصف کا بھی کوئی پتا نہیں چلا تھا کہیں سے خبر ملی تھی کہ وہ باہر کے ملک فرار ہو گیا ہے لیکن یہ بھی کوئی پکی خبر نہیں تھی۔۔۔

عدی نے پچھلے چھ ماہ میں جو برداشت کیا تھا شاید اپنی زندگی میں اتنا کبھی نہیں کیا ہوگا۔۔۔

انفال کو اس ساری اذیت کی تفصیل پتا تھی شاید ایک وہی تھی جس سے عدی اپنی ہر بات سانجھی کر لیتا تھا اسے بھی عدی کی اس حالت پہ شدید رنج تھا وہ چاہ کہ بھی کچھ نہیں کر سکتی تھی کر بھی کیا سکتی تھی۔۔۔سوا دلاسہ دینے کے۔۔۔

اللہ کا لاکھ شکر ہے کہ آپ لوگ اُس اذیت سے نکل آئے ہیں۔۔انفال نے کہا

ہمم۔۔صحیح کہا ہے وہ جہنم سے کم نہیں تھا۔۔۔عدی نے کہا

ہاں جس طرح آپ نے بتایا تھا میں تو ڈر ہی گئی تھی مجھے بار بار مروہ کا خیال آ رہا تھا کہ وہ تو بچی ہے وہ

کیسے رہے گی وہاں ۔۔۔انفال نے کہا

یقین کرو میں چھ ماہ سے اپنے والدین سے نظریں نہیں ملا سکا کیونکہ میں ان کے لیے کچھ کر نہیں پا رہا تھا وہاں عجب وحشت تھی ۔۔۔دیواریں کاٹنے کو دوڑتی تھیں ۔۔۔عجیب قسم کی ویرانی تھی عدی نے اداس لہجے میں کہا

چلو شکر ہے وہ وقت بھی گزر گیا ۔۔۔اب مزید بہتر ہی آئے گا انشاءاللہ انفال نے دعا دیتے ہوئے کہا ۔۔۔

عدی نے مایوس کن لہجے میں کہا آ نہ آج دونوں ،آنکھوں سے خون کے آنسوں بہائیں اور سبھی پرانے درختوں کو زمیں سے اکھیڑ دیں ،آ نہ آج دولت کو آگ لگائی جائے ،آ نہ آج روزِ ازل کا بانکپن تر و تازہ کیا جائے ، آ نہ آج میتوں کو کاندھے نہیں سر دیے جائیں ،آ نہ آج وحشت کے سبھی ماروں کو زہر دیا جائے ،آ نہ ،آ نہ کہ ہو سکتا ہے میں مر جاؤں ۔۔۔

کیا ہر وقت مرنا ،مرنا کی رَٹ لگائی ہوتی ہے ۔۔۔مرنا اتنا آسان ہے کیا ؟؟؟ کیا مرنے سے سارے مسئلے ختم ہو جائیں گے ؟؟؟ اگر ایسا ہے تو پھر دونوں مر جاتے ہیں ۔۔۔انفال نے ذرا تیز لہجے میں جواب دیا ۔۔۔

عدی نے کہا اس جہنم سے میں تنگ آ گیا ہوں ۔۔۔ پیدا ہوا تو سب کچھ ٹھیک تھا ۔۔۔تھوڑا بڑا ہوا تو تب سے آزمائشیں بھگا ہی رہی ہیں اور کیا ہے ؟؟؟

انفال کا لہجہ ایک دم بدل گیا ۔۔

عدی دیکھو ایسا نہیں ہے یہ وقتی مشکلات ہیں ۔۔یہ آزمائشیں کسی بڑی کامیابی کی تیاری ہیں آپ سمجھیں اس بات کو ۔۔۔دیکھنا ایک روز آپ نے اس قدر کامیاب ہو جانا ہے کہ لوگ آپ پہ رشک کریں گے ۔۔۔انفال نے کہا

عدی خاموشی سے سُن رہا تھا ۔۔۔پھر بولا مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں ایک ہارے ہوئے لشکر کا

سالار رہوں جو لاکھ کوشش کر کے بھی بازی نہیں پلٹ پا رہا۔۔۔

آپ اس بات کو چھوڑ دیں۔۔۔یہ سوچنا چھوڑ دیں یہ سب آپ کے دماغ کا فتور ہے ایسا کچھ نہیں ہے مجھے پورا بھروسہ ہے آپ پہ آپ ان حالات سے نکل جائیں گے۔۔۔

# باب: ٢٦

عدی نے فقط اتنا کہا کہ اللہ سے دعا کی جاسکتی ہے بس۔۔۔

ہاں آپ دعا بھی کریں اور محنت بھی سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔شہزادے پریشان نہیں ہوتے۔۔۔انفال نے کہا

انفال ہر مشکل وقت میں ایسے ہی شفقت و محبت سے دلاسہ دیا کرتی تھی۔۔۔

اس ایک سال میں اگر کچھ اچھا ہوا تھا وہ یہ کہ سلمان مکمل صحت یاب ہو گیا تھا۔۔۔۔۔۔بس ایک یہی بات تھی جو بہتری کی طرف گئی تھی ورنہ باقی سب تو مسلسل تنزلی کا شکار تھا۔۔۔

ادھر سعد اور عدی دونوں ہی اپنے ویزے کا انتظار کر رہے تھے اوپر سے وباء جس نے زندگی کی دوڑ کو روک رکھا تھا۔۔بیرونِ ملک آنے جانے والی پروازیں بند۔۔اندرونِ ملک سب کچھ بند۔۔اور جس طرح سے اس وباء نے تباہی مچائی تھی مستقبل قریب میں بھی یہ بہتری کی طرف جاتی نظر نہیں آرہی تھی۔۔۔

لیکن جوں جوں وقت کا پہیہ گھومتا تھا مزید پریشانی کی خبریں ہی سننے کو ملتی تھیں۔۔

اسی وباء کے زیرِ سایہ کب تین سال کا عرصہ بیت گیا پتا ہی نہیں چلا۔۔۔۔

ان تین سالوں میں کتنے عذاب سہے کتنی اذیتوں کا سامنے کیا کتنے ہی تلخ لہجے برداشت کیے۔۔۔کتنے ہی دن یہ سوچ کے گزرے کے اگلا دن اچھا ہوگا۔۔۔

یہ عرصہ غلامی کا عرصہ رہا تھا جس میں کسی سے نیکی کے بدلے تکلیف برداشت کی۔۔۔۔اس لمبے عرصے میں بہت کچھ بدل گیا تھا اس سفر کی گرد باد نے عدی کا حُلیہ بگاڑ کے رکھ دیا تھا۔۔۔

دن رات صرف محنت تھی۔۔۔۔چار سال ہونے کو تھے کہ نہ کوریا کا ویزہ آیا نہ کوئی اور بہتری۔۔۔اب تو چراغِ اُمید بجھتا جا رہا تھا۔۔۔

اس لمبے سفر میں کوئی ساتھ تھا تو وہ انفال۔۔۔اُس کی ہمت اور حوصلے کو داد ہے جو اک ہارے ہوئے سالار کو فاتح بنانا چاہتی تھی۔۔یہ محبت تھی یا ہمدردی یا کچھ اور یہ خدا جانتا ہے لیکن اس کی باتوں سے خلوص و محبت کی خوشبو آتی تھی۔۔۔

جو ہر کمزور لمحے میں حدت بھر دیتی تھی۔۔۔

ان کو ملے قریباً چھ سال ہونے والے تھے جامعہ کا آخری سال تھا اس کے بعد ڈگری مکمل تھی۔۔۔

دونوں کے دلوں میں محبت نے تب بنیاد رکھی تھی جب ذہن کچے اور ارمان دربدر گھومتے پھرتے ہیں اس کے باوجود ایک دوسرے پر اکتفا کیا۔۔۔یہی محبت کا خاصہ ہے کہ جب یہ کسی کو اپنے لیے چُن لیتی ہے تو پھر اپنے حصار سے نکلنے نہیں دیتی۔۔۔

خلیل جبران لکھتے ہیں کہ تم مجھے آنکھوں سے محبت مت کرنا۔۔ہوسکتا ہے ان خوبصورت آنکھوں کو کوئی اور اچھا لگ جائے بلکہ تم مجھے اپنے دل سے محبت کرنا کہ کیونکہ سب کے دل ایک جیسے نہیں ہوتے۔۔۔

یہی وجہ تھی کہ عدی اور انفال کی محبت دلوں میں گھر کر گئی تھی جس میں کوئی اور اُتر ہی نہیں سکتا تھا۔۔۔

درختوں، جنگلوں، کم آباد وادیوں، کچے مکانوں، اک پرانی دہلیز، خواب دیکھتے بچوں، رات کی سرد سیاہی، رونق بزمِ جہاں میں اک اس کی تصویر ہے جو انگلیاں چبوتے شخص اور آنکھیں نوچتی عورت کو نئی زندگی بخش دے۔۔۔

انگلیاں چبوتا شخص عدی ہی تھا جسے انفال کی خوبروصورت نے نئی زندگی بخشی تھی۔۔۔ورنہ ایسا وقت بھی آیا تھا جب عدی اس قدر مایوس ہو گیا تھا کہ مرنے کے خیالات جنم لینے لگے تھے۔۔۔

یہی سوچتا تھا کہ اے میرے مالک مجھے گلا تو نہیں لیکن اس قدر کڑی آزمائش جس نے زہرہ آب کر کے رکھ دیا ہے۔۔۔

اک عرصہ مسلط رہنے کے بعد وباء نے بھی اپنے پنجے اکھاڑ کے واپسی کی راہ لے لی تھی۔۔۔

زندگی معمول پر واپس آ رہی تھی۔۔۔اس میں سب سے پہلے یہ ہوا کہ سعد کا ویزہ لگ گیا۔۔۔یہ دونوں کے لیے انتہائی خوشی کی بات تھی چلو کسی ایک کا تو کام بنا۔۔۔

ہوا کچھ یوں کہ سعد صبح کام پر آیا ہی تھا کہ اسے ایمبیسی سے کال آ گئی کہ تمہارا ویزہ لگ گیا ہے۔۔۔

دیکھ بھائی ویزہ آ گیا میرا۔۔۔سعد نے پُر جوش ہوتے ہوئے کہا۔۔۔

دونوں کی تو باچھیں کھل گئیں عدی نے اُٹھ کے سعد کو گلے لگایا اور مبارکباد دی۔۔۔

مجھے پورا یقین ہے عدی کہ تمہارا ابھی جلد نکلے گا۔۔۔سعد نے کہا

ہاں اب اُمید تو بندھی ہے تمہاری طرف دیکھ کے بس دعا کرنا میرا کام بھی جلدی ہو جائے۔۔۔

ہاں ضرور میرے بھائی کیوں نہیں۔۔۔مجھے وہاں تمہارا انتظار رہے گا سعد نے کہا۔۔۔

پھر کچھ ہی دنوں بعد سعد کی فلائٹ ہو گئی اُس سے پہلے دونوں نے آخری بار بیٹھ کے کھانا کھایا۔۔۔اور سعد کو الوداع کہہ کے گھر لوٹ آیا۔۔۔اُس سے اگلے دن سعد کوریا چلا گیا۔۔۔اب عدی پیچھے رہ گیا تھا اور کوریا کی طرف سے دی گئی مدت جس میں کوریا جا سکتے ہیں عنقریب ختم ہونے والی تھی عدی کی پریشانیوں میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔۔۔

لیکن کہتے ہیں نا کہ ہر ایک چیز اپنے طے شدہ وقت پر ہی ہوتی ہے۔۔اس لیے اللہ نے اس کڑی آزمائش میں ڈال کر عدی کا امتحان لینا تھا کہ یہ کس قدر ثابت قدم رہتا ہے۔۔۔

لیکن کبھی کبھی لگتا ہے کامیابی اصل امتحان ہوتا ہے اس سے پہلے تو فقط اس امتحان کے لیے تیاری ہوتی ہے۔۔۔پرکھا جاتا ہے، جانچا جاتا ہے کہ یہ اس قابل ہے بھی کے نہیں۔۔۔پھر انتخاب کیا جاتا ہے یہی رِیت ہے۔۔۔۔

آپ کو پتا ہے کہ مشقات کی شادی ہونے والی ہے؟؟؟اور اس نے اپنی یونیورسٹی کے تمام دوستوں کو مدعو کرنا ہے انفال نے کہا۔۔۔

اچھا جی! بڑی بات ہے پھر تو ویسے میرے ساتھ کافی دنوں سے بات نہیں ہوئی اس کی اس لیے مجھے

خبر بھی نہیں تھی۔۔۔عدی نے جواب دیا

ہاں وہ کہہ رہی تھی آپ کو بھی بلائے گی۔۔۔انفال نے نہایت خوش ہوتے ہوئے کہا

ہاں بلائے گی تو دیکھیں گے جانا ہے کہ نہیں۔۔۔عدی نے کہا

مطلب آپ نہیں آؤ گے اگر اس نے بلایا تو؟؟؟انفال نے سوال کیا

نہیں نہیں! میں یہ نہیں کہہ رہا کہ نہیں آؤں گا مطلب یہ تھا کہ حالات کے مطابق دیکھوں گا۔۔۔پہلے بلائے تو سہی عدی نے جواب دیا۔۔۔

چلو اس نے مجھے کہا تھا کے وہ بلائے گی۔۔۔آنا ہوا تو آجانا ورنہ مرضی ہے۔۔۔انفال نے منہ بناتے ہوئے کہا

اچھا چلو آپ کہتی تو نہیں آتا۔۔پھر میں اسے کہہ دوں گا کہ انفال نیمنع کیا تھا۔۔۔عدی نے ہنستے ہوئے کہا

فضول باتیں سُن لو بس کھڑوس انسان سے۔۔۔انفال نے کہا

اچھا منہ نہ بناؤ اگر اُس نے بلایا تو میں یقیناً آؤں گا۔۔۔عدی نے سنجیدگی سے کہا۔۔۔

پھر تیاری کر کیر کھو سمجھے آپ انفال نیکہا۔۔۔

جی سمجھ گیا جناب اور کچھ؟؟؟

باقی آؤ گے تو بتاؤں گی۔۔۔انفال نے کہا

آہاں تو ایسا ہے کیا؟؟؟عدی نے کہا

ہاں جی ایسا ہی ہے انفال نے خوش ہوتے ہوئے کہا

پھر ہوا بھی یوں ہی ایک ہفتے بعد مشقات کی طرف سے بلاوا آگیا۔۔۔اس نے اپنے سارے دوستوں کو بلایا تھا۔۔۔کیونکہ عدی بھی ایک عرصہ دراز سے اس کے دوستوں میں شمار ہوتا تھا اس لیے اسے بھی بلا لیا۔۔۔

اب جانا تو بنتا تھا اور سب سے بڑی بات کہ وہاں انفال انتظار کر رہی ہوگی

یہ پہلی مرتبہ ہوگا کے عدی جا رہا تھا اور انفال کو پتا تھا ورنہ ہر دفعہ اچانک ہی ملاقات ہوئی۔۔۔

عدی مقررہ دن سے پہلے ہی مکمل تیاری کر لی انفال کی پسند کے کپڑے خریدے،اس کی پسند کے جوتے،سب کچھ اس کی پسند کا تھا اس پہ بھی کافی بحث ہوتی تھی

انفال نت نئے منصوبے سوچتی تھی کہ ایسا لگ رہا تھا جیسے شادی مشتاق کی نہیں انفال کی ہے جس طرح زور و شور سے اس نے تیاری کر رکھی تھی۔۔۔

آخر وہ دن آ گیا جب مشتاق کی شادی تھی اس نے سب کو میرج ہال میں بلایا ہوا تھا۔۔۔

عدی عین وقت پہ وہاں پہنچ گیا لیکن انفال ابھی تک نہیں آئی تھی۔۔۔ہال بہت ہی عمدگی سے سجایا گیا تھا۔۔۔نفیس قسم کے صوفے جن کے سامنے شیشے کے ٹیبل رکھے تھے ان پر مختلف قسم کے پھول سجائے گئے تھے۔۔۔

سارے ہال میں تازہ پھولوں کی خوشبو مہک رہی تھی۔۔۔

عدی مشتاق کے لیے نہایت خوبصورت تحفہ بھی لایا تھا اور خاص طور پر انفال کے لیے اس کی پسند کی چُوڑیاں۔۔۔جو بہت ہی خوبصورتی سے لپیٹی گئی تھیں۔۔۔

عدی نے یہ سب اپنی بساط سے بڑھ کے کیا تھا کیونکہ اس کے پاس اتنا بجٹ ہی نہیں تھا۔۔۔لیکن مشتاق کو یہ علم ہی نہیں تھا کہ عدی سڑک پہ آ چکا ہے۔۔۔اپنی خودداری کی وجہ سے کبھی کہا ہی نہیں سوا انفال کے یہ کسی شخص کو معلوم نہیں تھا۔۔۔

ہائے! یہ کیا گھٹیا سی شے ہے غریبی بھی کہ اس کی وجہ لوگ انسان کو انسان ہی نہیں سمجھتے۔۔۔اس قدر حقارت کس لیے؟؟ کیا تقدیر کے فیصلے ہمارے ہاتھ میں ہیں بھلا؟

مشتاق کا تعلق ایک امیر گھرانے سے تھا۔۔۔اور شروع میں جو تصور عدی نے سب کے ذہن پہ چھوڑا تھا اُس کا بھرم آج بھی قائم تھا۔۔۔معاشرے میں جینے کے لیے بھرم قائم رہنا لازم ہے

## باب: ۲۷

گر گزشتہ زمانوں میں تم کوئی میرا عکس پاؤ تو وقت کی قید سے گزر جانا گر کوئی ایسا ملے جس نے برسوں کی غریبی کو تھپڑ مار کر تمہیں تحائف دیے ہوں تو مادہ پرستی تم پر جائز ہے گر کوئی ایسا پاؤ جو کسی روز تمام قربتوں کو سینے میں لیے مدفن ہو جائے گا تو ساتھ والی قبر پر تمہارا حق ہے گر زمان و مکاں میں ایسا نہ پاو تو پاؤں کی تلی پر ہاتھ رکھنا کہ وہ اسے چھونے تک کی ہمت نہ کر سکا۔۔۔

سب مہمان آ چکے تھے عدی کا مشقات کے دوستوں سے تعارف ہو چکا تھا۔۔۔اور ان کے ساتھ گپ شپ میں مصروف تھا کہ باہر آ کے ایک گاڑی رُکی دروازہ کھلا تو اس میں سے ایک ماہ جبین نکلتی دکھائی دی وہ انفال تھی دوسری طرف سے مشقات کو باہر لایا گیا جو دُلہن کے لباس میں ملبوس تھی ایک طرف انفال دوسری طرف مشقات کی دوست درمیان میں مشقات نظریں جھکائے چلتی آ رہی
تھی۔۔۔عدی کو وہ بات یاد آ رہی تھی جو کبھی اس نے انفال کے بارے میں کہی تھی کہ تُو دلہن کو خوبصورت دکھانیکی خاطر ساتھ بیٹھائی جاتی ہے۔۔۔وہ آج سچ ہوتی نظر آ رہی تھی۔۔۔۔

انفال نے سیاہ رنگ کی پوشاک پہنی تھی سر پہ حجاب تھا جس میں اُس کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا۔۔ہاتھوں میں بہترین طریقے سے مہندی لگی تھی اور انگلیوں کے پوروں کو نہایت نفیس انگوٹھیوں سے سجایا گیا تھا۔۔۔جو بھی ایک دفعہ انفال کو دیکھتا تو دم بخود ہو کے رہ جاتا۔۔وہ یقیناً کسی پری سے کم نہیں لگ رہی تھی۔۔۔

اُس نے دُور سے عدی کو دیکھ لیا دونوں نے ایک لمحے کے لیے ایک دوسرے کو نظر بھر کے دیکھا تو مسکرانے لگے جیسے کہہ رہے ہوں اے میرے ہم نفس! کہاں تھے تم تمہاری راہ تکتے بینائی ختم ہوتی جا رہی تھی آؤ کہ ان آنکھوں کو بصارت سے بہرہ مند کرو انفال نظریں پھیر کے مشقات کی طرف متوجہ ہو گئی۔۔۔لیکن بار بار عدی کی طرف دیکھتی رہی۔۔۔

مشقات کو سٹیج پہ اس کے دولہا کے ساتھ بٹھا دیا گیا مشقات کی طرف لگی ایک کرسی پہ انفال بن ٹھن کے بیٹھ گئی اور اس سے باتیں کرنے لگی انفال کی ساری توجہ عدی کی طرف ہی تھی۔۔۔

پھر وہ اچانک اُٹھی اور عدی کی جانب چل دی۔۔۔جیسے بلبل پھولوں کی طرف بے ساختہ لپکتی ہے انفال کو اپنی طرف آتا دیکھ عجب کیفیت میں مبتلا ہو گیا۔۔۔

انفال ایسے چل کے آ رہی تھی جیسے آسمان سے حور زمیں پہ آ گئی ہو۔۔۔عدی کے پاس آ کے سلام کیا اور کہنے لگی کہ صد شکر کہ آپ نے مزید انتظار نہیں کروایا اور آ گئے۔۔۔۔

عدی نے جواب دیا آپ کہیں تو ہم آئیں نہ یہ کیسے ممکن ہے؟؟؟

کیسی لگ رہی ہوں میں؟؟؟انفال نے پوچھا

الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا اتنی خوبصورت لگ رہی ہو۔۔۔اتنا بناؤ سنگھار کس کی خاطر؟؟؟عدی نے شریر مسکراہٹ چہرے پہ بکھیرتے ہوئے کہا

انفال کا چہرہ زرد ہو گیا کہنے لگی بس ایسے ہی میرا دل کیا تو ہو گئی اچھا اتنے لمبے عرصے کے بعد مل رہے ہیں کتنے بدل گئے ہیں نا آپ۔۔۔ویسے کپڑے تو بہت عمدہ پہنے ہیں جچ رہے ہو۔۔۔

بہت شکریہ!لیکن انسان کہاں بدلتا ہے انفال۔۔وقت بدلتا ہے،حالات بدلتے ہیں نیتیں بدلتی ہیں،صورتیں بدل جاتی ہیں انسان تھوڑی بدلتا ہے۔۔۔عدی نے جواب دیا

ہاں یہ تو۔۔۔میں نے تو اس پل کا سالوں سے انتظار کیا ہے۔۔۔انفال نے کہا

تو دیکھو نہ میں تمہارے سامنے بیٹھا ہوں۔۔۔اور ساتھ جونؔ کا ایک شعر پڑھ دیا جو انفال کو بہت پسند تھا

دل اُس کے روبرو ہے اور گم سم

کوئی عرضی گزاری جا رہی ہے۔۔

اتنے میں کھانا میزوں پر سجا دیا گیا انفال نے کہا کہ آپ پہلے کھانا کھائیں میں بعد میں آتی ہوں۔۔۔اور ہاں آپ کو کسی سے ملوانا بھی ہے۔۔یہ کہتے وہاں سے چل دی۔۔۔۔

جب سب کھانے سے فارغ ہو چکے تو عدی سب دوستوں کے ساتھ سٹیج پہ گیا مشقات کو مبارکباد دی اور اسے کے لیے خریدا ہوا تحفہ اس کے حوالے کیا۔۔۔خیر یہ وہ وقت نہیں تھا کہ باتوں کے انبار لگائے جاتے فقط چند جملے نیک تمناؤں کے کہے اور واپس آ گیا۔۔۔

اب عدی کی نظر انفال کو ڈھونڈ رہی تھی جو کہیں چھپ گئی تھی جیسے چاند چادرِ ابر تان کے پردہ کر لیتا ہے۔۔۔

جب کہیں نظر نہیں آئی تو ایک طرف کرسی پہ بیٹھ کے انتظار کرنے لگا۔۔کچھ پل بعد انفال کسی لڑکی جس نے ایک چھوٹی بچی کو اُٹھایا ہوا تھا وہ یقیناً یشفاء تھی کے ساتھ خراماں خراماں چلتی ہوئی عدی کے پاس پہنچ گئی عدی نے قیاس لگایا لیکن اسے پتا نہ چلا کہ کون ہے انفال نے کہا یہ جنت آپی ہیں جو مجھ سے بڑی ہیں۔۔۔اور یہ چھوٹی یشفاء ہے جس کا ذکر تو آپ نے یقیناً سُنا ہوا ہے۔۔۔

عدی ہکا بکا تھا کہ وہ کیا بات کرے۔۔ایک تو جنت آپی سے شرما رہا تھا دوسرا اس بارے میں انفال نے ذکر ہی نہیں کیا تھا۔۔۔

تو تم عدی ہو۔۔۔کافی سُنا ہے تمہارے بارے میں جنت آپی نے کہا۔۔

پھر سرسری سی بات ہوئی اور جنت آپی یہ کہتے ہوئے چلی گئیں کہ وقت ملا تو تم سے لمبی بات کروں گی۔۔۔میں یقیناً تمہیں جاننا چاہوں گی۔۔۔

عدی نے آنکھ کے اشارے سے پوچھا یہ کیا تھا؟؟؟

انفال نے چہرے کے تاثر سے بتایا کہ سب ٹھیک ہے کوئی مسئلہ نہیں۔۔۔پھر عدی کی جان میں جان آئی۔۔۔کیونکہ پہلے کبھی بات نہیں ہوئی تھی اس لیے تھوڑا گھبرایا ہوا تھا کہ کہیں کچھ غلط نہ ہو جائے سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے کہ انفال عدی کے پاس لگی کرسی پہ بیٹھ گئی اور غور سے دیکھنے

لگی۔۔۔

کیا دیکھ رہی ہو انفال؟؟؟

کچھ نہیں بس دیکھ رہی کہ وہ چہرے کی پرانی رونق کہاں گئی۔۔۔انفال نے کہا

اچھا ایسے دیکھو گی تو میں بات کیسے کر پاؤں گا عدی نے کہا

لیکن انفال کہاں سننے والی تھی۔۔۔

اچھا جی بھر کے دیکھ تو لوں آپ کرتے جائیں بات۔۔۔انفال نے کہا

کچھ دیر دونوں خاموش رہے پھر انفال بولی بتائیں کب جا رہے کوریا۔۔۔

میں تو کہتا آج ہی چلا جاؤں لیکن کیا کریں یہی کہتے کہتے چار سال گزر گئے۔۔۔عدی نے کہا

ویسے دل سے پوچھیں تو میں چاہتی ہوں کہ آپ یہیں پہ کوئی کاروبار کر لیں لیکن جو حالات ہیں اب تو جانا ناگزیر ہو چکا ہے۔۔۔انفال نے کہا۔۔۔

اچھا چھوڑو نا یہ باتیں دیکھو میں تمہارے لیے کیا لایا ہوں۔۔۔اور یہ کہتے ہوئے جیب سے چوڑیاں نکال لیں جو خوبصورت لحاف میں باندھی گئی تھیں اور انفال کے ہاتھ پہ رکھ دیا۔۔۔

انفال نے پوچھا اس کے اندر کیا ہے؟؟؟

کھول کے دیکھ لو عدی نے جواب دیا۔۔۔دیکھا تو اندر سیاہ اور سرخ چوڑیاں تھی جو انفال کو بہت زیادہ پسند تھی۔۔۔

ہائے یار یہ کتنی پیاری ہیں نا۔۔۔انہیں میں سنبھال کر رکھوں گی۔۔۔ہمیشہ سے دل کے بہت قریب۔۔۔

اچھا ذرا یہ بتاؤ کہ آپ نے یہ کیوں نہیں بتایا کہ آپ مجھے آپی سے ملوا رہی ہو۔۔۔عدی نے بھنوے چڑھاتے ہو کہا۔۔۔

ہر دفعہ آپ حیران کرتے میں نے سوچا اس دفعہ آپ کو حیران کیا جائے انفال نے مسکراتے ہوئے

کہا۔۔۔

مطلب! آپ اب میری برابری پہ اُتر آئی ہیں؟؟؟ عدی نے سوال کیا

اللہّ اللہّ! ایسا تو نہ کہیں ہم اور آپ کی برابری ایسا کیسے ہوسکتا ہے بھلا۔۔۔انفال نے کہا

عدی نے سنجیدگی سے پوچھا کہ کیا بتایا ہے میرے بارے میں آپی کو۔۔

انفال نے کہا پریشانی کی بات نہیں ہے وہی بتایا جو سچ ہے تاکہ کل کو کوئی غلط فہمی نہ رہے۔۔۔۔۔

ارے یار! ماضی کی تلخیوں کے بارے میں انہوں نے پوچھ لیا تو میں کیا جواب دوں گا عدی نے پریشان ہوتے ہوئے کہا

پریشان نہ ہوں۔۔۔وہ بہت ہی اچھی ہیں بلکل میری طرح اور ساتھ قہقہے کے ساتھ ہنسنے لگی۔۔۔

عدی اُسے ہنستا دیکھ کہ سوچ رہا تھا واقع ہی انفال ہنسے تو بہار اپنا ہونا ہی بھول جائے۔۔۔۔

اتنی دیر میں جنت آپی بھاگتی ہوئی آتی دکھائی دی اور پاس آتے ہی کہنے لگیں کہ ابو تمہیں سارے ہال میں ڈھونڈ رہے ہیں چلو اب۔۔۔

انفال گھبرا کے اُٹھی اور عدی سے کہا ابھی مجھے جانا ہے اس سے پہلے کہ ابو ادھر کو آنکلیں۔۔۔۔اس وعدے کے ساتھ دونوں جدا ہو گئے کہ سانسوں نے وفا کی تو دوبارہ ملیں گے اور انفال چل دی۔۔کئی بار اس نے مڑ کر دیکھا آخر پھر لوگوں کی بھیڑ میں گم ہوگئی۔۔۔

انفال کا اس دن شادی پہ زیادہ وقت عدی کے ساتھ ہی گزرا تھا اس نے خوب باتیں کیں۔۔۔لیکن کیا کریں کہ وقت کی قید تو ہر دائم رہتی ہے۔۔۔اب وقت تھا کہ مشقات رخصت ہوتی۔۔اور ساتھ ہی انفال اور عدی بھی جدا ہونے والے تھے کیونکہ وصالِ یار کے بعد فراقِ یار کا غم بھی برداشت کرنا پڑتا ہے لیکن یہ کب برداشت ہوتا ہے۔۔۔فراقِ یار نے ہی تو مجنون، فرہاد اور مرزے جیسے کردار پیدا کر دیے تھے جن کی محبت امر ہوگئی صدیوں بعد بھی اُن کی کہانیاں زبان زدِ عام ہیں۔۔۔

لیکن محبت کی کہانی ازل سے ابد تک ایک ہی رہے گی چہرے بدلتے رہیں گے کردار نئے آتے رہیں

گے۔۔۔محبت تب تک اپنی شان وشوکت کے ساتھ قائم رہے گی جب تک آخری گنہگار بھی جہنم سے نکال کے جنت میں نہ بھیج دیا جائے گا۔۔۔

# باب: ۲۸

مشتاقات کی شادی یادگار کے طور پر ذہن میں بیٹھنے والی تھی کیونکہ اس سے نہایت خوبصورت یادیں وابستہ تھیں۔۔۔

انفال سے رُوبرو کا رشتہ جو ایک عرصہ دراز سے منقطع تھا بحال ہوا تھا۔۔۔

پھر کچھ دنوں بعد انفال نے بتایا کہ مشتاقات نے آپ کے لیے پیغام بھیجا ہے اور خصوصاً آپ کا شکریہ ادا کیا ہے شادی میں شرکت کے لیے۔۔۔ساتھ میں خوبصورت تحفے کے لیے بھی۔۔۔

ان دنوں عدی کی زندگی بلکل سادگی سے چل رہی تھی کوئی خاص پیش رفت نہیں ہو رہی تھی لیکن مسلسل جدوجہد جاری تھی

صبح سے شام تک کام، پھر گھر اور بس یہی زندگی تھی۔۔۔

ایک روز عدی کام پر تھا کہ مروہ کے سکول سے فون آیا کہ وہ لگا تار رو رہی ہے۔۔۔یہ سنتے ہی عدی نے باس سے چھٹی لی اور مروہ کے سکول کی جانب بائیک دوڑا دی۔۔۔وہ مروہ کے لیے انتہائی حساس تھا اس میں تو جان بستی تھی ہے بھی ابھی بہت چھوٹی تھی

جب سکول پہنچا تو دیکھا کہ مروہ دفتر میں بیٹھی ہوئی ہے اور سسکیوں کے ساتھ رو رہی ہے پرنسپل نے کہا کہ یہ ایک گھنٹے سے لگا تار رو رہی ہے اور کچھ بول بھی نہیں رہی تو مجبوراً ہمیں آپ کو بلانا پڑا۔۔۔عدی نے مروہ کو سینے سے لگا کہ چپ کروایا اور پوچھا کہ کیوں رو رہی ہو۔۔۔

وہ سسکیاں لیتے ہوئے کہنے لگی کہ ٹیچر نے اسے کلاس مانیٹر بنا دیا ہے اور لڑکیاں کہتی ہیں جو مانیٹر ہوتی اسے سب سے زیادہ مار پڑتی ہے اور اسے سبق بھی زیادہ ملتا ہے۔۔۔

عدی یہ سنتے ہی زوردار قہقہے کے ساتھ ہنسا۔۔۔ساتھ کھڑی پرنسپل بھی بے ساختہ ہنسنے لگی۔۔۔

مروہ پڑھائی میں بہت ذہین تھی اس لیے ٹیچر نے اسے کلاس مانیٹر بنا دیا لیکن وہ پاگل اس کا مطلب

ہی غلط سمجھی۔۔۔

خیر عدی نے پرنسپل سے درخواست کر کے چھٹی لی اور اسے گھر لے گیا۔۔۔

جا کے ماں کو ساری روداد سنائی اور اسے مانیٹر کا مطلب سمجھایا۔۔۔

زندگی میں کبھی چیزیں غیر متوقع طور پہ رونما ہو جاتی ہیں خاص طور پہ تب جب ہمیں اس کی اُمید ہی نہیں بچتی۔۔۔

اللہ نے ہمارے لیے جو فیصلے کیے ہوتے ہمیں بعد میں معلوم پڑتا کہ یہ ہمارے حق میں بہتر تھے۔۔۔

جب انسان اللہ کی رضا میں خود کو ڈھالنے لگتا تو پھر زندگی آسان ہو جاتی ہے لیکن کیا کریں انسان ہے نا ہر چیز اپنے ہی وقت پر اور سہی چاہتا ہے۔۔۔۔

عدی کام سے لوٹا تو بہت زیادہ تھک چکا تھا کھانا کھایا اور جلد ہی سو گیا اور صبح ہی بیدار ہوا۔۔۔جب بیدار ہوا تو ساتھ ہی قسمت کا ستارہ بھی چمک اُٹھا تھا اُس روز کام سے بھی چھٹی کر لی تھی۔۔۔ٹھیک دس بجے ایمبیسی سے کال آجاتی ہے کہ عدی صاحب آپ کا کوریا کا ویزہ آچکا ہے ساتھ ہی انہوں نے ویبسائیٹ بھی بتا دی جہاں سے اونلائن دیکھ بھی سکتے تھے۔۔۔

عدی نے فوراً انٹرنیٹ کھولا اور اپنا ویزہ چیک کر لیا۔۔۔

اسے اپنی آنکھوں پر یقین ہی نہیں آرہا تھا۔۔۔

یہی تو وقت تھا جس کا برسوں سے انتظار تھا۔۔۔بہت دیر کر دی مہرباں آتے آتے۔۔۔

عدی خوشی سے پھولے نہ سما رہا تھا اپنے کمرے سے اُٹھا تو کھلی ہوا میں جا کے سانس لی کیونکہ اسے لگ رہا تھا کہ شاید خوشی سے ہی اس کا دم گھٹنے لگے گا۔۔۔یہ وہ نا قابلِ بیان خوشی تھی جو انفال کے بعد پہلی دفعہ ہاتھ لگی تھی تو کیوں نا اسے منایا جائے۔۔

سب سے پہلے بھاگتا ہوا ماں کے پاس گیا اور انہیں گلے سے لگاتے ہوئے مبارکباد دی۔۔۔اور

بتایا کہ ویزہ آ گیا ہے ماں نے رب کا شکر ادا کیا عدی کا ماتھا چوما۔۔۔ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے یہ سمجھ نہیں آیا کہ اس بات کے تھے کہ بیٹا باہر جا کہ مستقبل سنوارے گا یا اس بات کے کہ ماں بیٹا برسوں پر محیط جدائی کو آنگن میں جگہ دیں گے۔۔۔
ماؤں کے کلیجے بھی کتنے بڑے ہوتے ہیں نا پہلے پال پوس کے بڑا کرتی ہے اور عین جوانی میں پردیس کو چلتا کر دیتی ہیں جہاں پیسہ تو کمایا جاتا ہے لیکن اس کا خراج اپنوں سے جدائی کی صورت ہوتا ہے ماں نے شکرانے کے نفل ادا کیے اور سلامتی کے لیے دعائیں کیں۔۔۔
بابا جب شام میں کام سے لوٹے تو انہیں بھی یہ خوشخبری سنائی گی فرطِ جذبات میں وہ بھی آبدیدہ ہو گئے۔۔۔
عدی چاہتا تھا کہ اس نظام کو اُکھاڑ پھینکے جس میں انسان غلام ہو، حقیر ہو، نظر انداز کیا گیا ہو۔۔۔
اب جو برسوں کی غلامی تھی فقط چند مہینوں کی مہمان رہ گئی تھی
انفال جو ابھی تک جامعہ تھی کیونکہ اس کے جامعہ میں کسی محفل کا انعقاد کیا گیا تھا جس وجہ سے اسے شام ہو گئی
عدی نے خود کو ذہنی طور پہ تیار کیا کہ کیسے اسے بتائے گا کیونکہ جتنا انتظار عدی کو تھا اس سے زیادہ شاید انفال کو تھا۔۔۔۔
لیکن کچھ دیر میں وہ آ گئی اس کا معمول یہی تھا کوئی معمولی سا واقعہ ہو یا عام دنوں کی کوئی بات شام میں عدی کو اس کی تفصیل بتاتی تھی۔۔۔ہوا بھی یہی اس نے معمول کے مطابق عدی کو کال کی۔۔۔۔عدی تو اسی انتظار میں بیٹھا تھا کہ کب ربط قائم ہو فوراً کال اُٹھائی
علیک سلیک کے بعد انفال نے سارے دن کے احوال سامنے رکھ دیے عدی خاموشی سے سُن رہا تھا۔۔۔وہ مسلسل بولتی جا رہی تھی۔۔۔۔اس لیے مشتاق احمد یوسفی نے لکھا تھا کہ خاموش عورت کی احتیاطاً نبض دیکھ لینی چاہیے۔۔۔کیونکہ عورت کا خاموشی سے جھگڑا ہی رہا ہے۔۔۔

عدی نے کہا سنو!

اچھا یہ آخری بات ہے اس کے بعد آپ کی سنتی ہوں انفال نے کہا اور اپنی بات مکمل کر کے بولی جی اب آپ بولیں۔۔

جی اجازت کا بہت شکریہ کے مجھے بھی آپ نے بولنے کا موقع دیا عدی نے کہا

اچھا بس بس میں اتنا بھی نہیں بولتی ہوں۔۔۔انفال نے کہا

بولتی رہا کرو بولتے ہوئے اچھی لگتی ہو۔۔۔۔شوخ لڑکی عدی نے جواب دیا

انفال نے پوچھا بتائیں نا کہ کیا بات ہے اب میرا تجسس بڑھ رہا ہے۔۔۔

اچھا چلو میں تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ میرا کوریا کا ویزہ آ گیا ہے عدی نے سادگی سے اپنی بات مکمل کر دی

کیا؟؟؟؟نئیں میرا مطلب کیسے؟؟؟انفال ایک دم حیران ہوگئی

انفال آ گیا ہے یقین کرو ابھی صبح مجھے کال آئی تھی اب اگلا مرحلہ شروع ہے بس۔۔

عدی یقین کریں یہ بہت ہی خوشی کی بات ہے یہ کہتے ہوئے اس کی آنکھیں نم ہوگئیں۔۔۔میں کہتی ہوں میرے پاس الفاظ نہیں ہیں اس خوشی کو بیان کرنے کو۔۔۔آپ کو پتا؟؟میں نے خصوصی آپ کے لیے دعا بھی کروائی تھی انفال نے بات مکمل کرتے ہوئے کہا۔۔۔

مجھے علم ہے آپ میرے لیے بہت دعائیں کرتی تھیں۔۔۔پتا نہیں اللہ نے کس نیک بخت کی دعا قبول کی اور مجھ پہ رحم کیا۔۔۔عدی نے کہا

ہاں یہ بہت ہی پُر مسرت وقت ہے۔۔۔میں نا کہتی تھی کہ اللہ آپ کو اس طرح عطا کرے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے دیکھ لو آج وہ بات پوری ہو رہی ہے۔۔۔۔انفال نے کہا

بلکل ایسا ہی ہے آپ جیسی عورت جس کے ساتھ کھڑی ہو وہ کہاں اتنی جلدی ٹوٹ سکتا ہے عدی نے کہا۔۔۔

یونہی ساری رات اس خوشی میں بات کرتے گزر گئی کب فجر کا وقت آن پہنچا پتا ہی نہیں چلا۔۔۔ پھر نماز کے بعد دونوں سو گئے۔۔۔

خوشیاں اپنے ساتھ کئی فکروں کو بھی جنم دے دیتی ہیں۔۔اور بات یہ تھی کہ اتنے عرصے بعد ویزہ آ گیا ہے لیکن پیسے۔۔۔۔

اس کے لیے بھی پیسوں کی ضرورت تھی وہ کہاں سے آنے تھے اس کا کوئی پتا نہیں تھا۔۔

ماں نے کہا بیٹا تم فکر نہ کرو جہاں سب ہو گیا یہ چھوٹی سی پریشانی بھی گزر جائے گی۔۔۔

کیونکہ پاس کوئی ایسی چیز بھی نہیں تھی جسے بیچا جا سکتا۔۔۔عدی نے سب سے پہلے سعد کو فون کیا اور اس نے بغیر ہچکچاہٹ کے کافی سارے پیسے بھیج بھی دیے لیکن یہ پھر بھی ناکافی تھے۔۔۔

پھر بابا نے اپنے اُن سب دوستوں سے بھی مدد طلب کی جو جان وار دینے تک کی بات کرتے تھے لیکن کسی نے ایک پائی تک کی مدد نہ کی۔۔۔کسی رشتہ دار نے بھی کسی طرح کی حامی نہیں بھری بلکہ اُلٹا کوسنے لگے کہ انہیں کوئی بہانہ نہ ملا۔۔۔

سوا اس جھوٹ کے۔۔۔

یعنی سب اس بات کو جھوٹ سمجھ رہے تھے۔۔۔

یہ دُنیا ایسی ہی ہے اگر کسی کو کامیابی مل رہی ہو تو بجائے اسے سراہنے کے اس کی ٹانگیں کھینچے گی۔۔۔

لیکن جب انسان کامیاب ہو جاتا ہے اس کے پاس مقام و مرتبہ آ جاتا ہے تو لوگ پھر آگے پیچھے پھرتے ہیں اس لیے کہتے ہیں کہ ناکامی یتیم ہوتی ہے اور کامیابی کے کئی باپ ہوتے ہیں۔۔۔۔

آخر بابا نے اپنی ہی فیکٹری سے مزید ادھار لے لیا جو انہوں نے با آسانی دے دیا جس سے مکمل اخراجات پورے ہو گئے۔۔۔۔لیکن اس کٹھن وقت میں یہ ضرور پتا چل گیا تھا کہ کون آپ کے ساتھ ہے اور کون ہے جو فقط دکھاوا کرتا ہے۔۔۔

بُرے وقت میں سب قریبی، وہ سب احباب، جو کبھی جان وار دینے کے دعویدار ہوتے ہیں جو کہتے

ہیں کہ تم اگر کہو تو  تمہارے لیے دنیا کو اُلٹ کے رکھ دیں گے۔۔۔ضرورت پڑنے پر اس طرح رُخ پھیرتے ہیں کہ جیسے وہ جانتے ہی نہیں۔۔۔

لیکن جب وقت آنے پہ انہیں کے لہجے میں جواب ملتا تو پھر بے مروتی،اور بدل جانے کا طعنہ دیتے ہیں جیسے ہمارے لیے تو انہوں نے زندگی کو مخمل و کم خواب بنایا ہوا تھا۔۔۔حقیقتاً یہ منافقت کے اعلی درجے پر فائض ہوتے ہیں مگر  کیا کریں کہ مانتے نہیں۔۔۔

## باب: ۲۹

اللہ نے وسیلے بنائے اورسب انتظامات جوکوچ کرنے کے لیےضروری تھےمکمل ہو گئے اورفلائیٹ کی تاریخ بھی طے ہوگئی اب عدی کا ہرایک دن خوشی اورغم کی کیفیت سے بھرپورگزرتا۔۔۔خوشی یہ تھی کہ ساری اُلجھنوں سے چھٹکارہ مل جائے گاغم یہ تھا کہ اپنے وطن کوالوداع کہنا پڑے گا۔۔۔

اور جو بات انفال اورعدی دونوں کو پریشان کرتی تھی کہ آخری بارکس ہمت سے ملیں گے؟؟؟جو دونوں کے پاس نہیں تھی۔۔

دن تھوڑے تھےاور کام بے شمار جو کرنے تھے۔۔۔

عدی اپنی والدہ اور بابا کولے کے گاؤں گیا وہ بھی چندلمحوں کے لیےسب سے پہلے ابا جی کی قبر پر حاضری دی۔۔اُن کی قبر پر پھول چڑھائے اور پھر دعا کی۔۔۔اورانہیں الوداع کہہ کے نکل آیا ویسے اگر وہ زندہ ہوتے تو عدی کو دیکھ کرکتنا خوش ہوتے۔۔۔۔

آخر میں حویلی کاایک چکرلگایاجواب تو آسیب زدہ پرانے مکان کا منظر پیش کررہی تھی۔۔۔ہمسایوں کے لاکھ اصرار کے باوجود وہ نہیں بیچی تھی کیونکہ وہ اباجی کی نشانی تھی مزید یہ کے وہاں عدی کا بچپن گزراتھا

اکثر جگہوں سے ہماری یادیں وابستہ ہوتی ہیں جب بھی کبھی وہاں سے گزرہوتو وہ یادیں بےساختہ قدموں سے لپٹ کےاس دور میں لے جاتی ہیں جب ہم وہاں موجود ہوا کرتے تھے۔۔۔۔

پھر آخری باراس حویلی کو دیکھا اورفوراًوہاں سے نکل گئے اُن کا قیام انفال کے شہر میں تھاوہاں عدی کے ماموں کا گھر تھا۔۔۔

اُسی شام سلمان سے ملاقات ہوئی

یار!یہ نہایت خوشی کی بات ہے کہ ایسی جگہ جارہے جہاں پیسے کی ریل پیل ہے سلمان نے کہا۔۔

ہاں یار! اللہ کا شکر ہے بس ورنہ ہم اس قابل کہاں تھے میرے دوست عدی نے جواب دیا
دونوں شام میں چائے کی اس دوکان پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے جہاں سے اکثر چائے پیا کرتے تھے۔۔۔

وہاں جا کے مجھے بھول نہ جانا۔۔۔سلمان نے کہا
تمہیں اتنے عرصے میں نہیں بھولا تو اب کیا بھولوں گا عدی نے جواب دیا۔۔۔
رات دیر تک دونوں بیٹھے رہے اور مختلف موضوعات پہ بات کی ان میں سے ایک اردو ادب تھا۔۔۔
انفال کو پہلے ہی بتا دیا تھا کہ عدی اس کے شہر قیام کرے گا۔۔۔اب جو اہم بات تھی وہ یہ ملاقات کیسے ہو ہمت بھی نہیں تھی لیکن ایسا بھی نہیں تھا کہ آخری بار دیکھا بھی نہ جائے یہ کتنی ہی بے تکی بات ہو جاتی۔۔۔

طے یہی ہوا کہ اگلے روز دونوں دوپہر کا کھانا اکٹھے کھائیں گے۔۔۔
عدی نے کوئی بہانہ کر کے والدہ سے ایک روز کی مہلت لے لی تھی۔۔۔اگلے روز ٹھیک دو بجے انفال کھانے کے میز پر موجود تھی۔۔۔عدی نے ایک الگ میز بک کروالی تھی۔۔۔کھانے کو بس سرسری سا آرڈر کر دیا۔۔۔

انفال کا چہرہ مرجھایا ہوا تھا۔۔۔وہ عدی سے نظریں چُرا رہی تھی عدی نے ہمت کر کے کہا میری طرف تو دیکھو۔۔۔

اُس نے جیسے بات آئی گئی کر دی۔۔۔عدی نے اسے دوبارہ مخاطب کیا تو اس کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے جو گالوں کو تر کر رہے تھے۔۔۔
پاگل ہوگئی ہو انفال رو کیوں رہی ہو؟؟؟ عدی نے کہا
انفال بس خاموش تھی۔۔۔اتنی خاموش پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی اس کے چہرے سے وہ دُکھ صاف عیاں تھا۔۔۔عدی خود پر ضبط کیے بیٹھا ہوا تھا۔۔

پھر کچھ دیر بعد انفال بولی کہ۔۔۔تو اب آپ کو جانا ہے؟؟؟
جانا پڑے گا۔۔۔حالات کی ضرورت ہے۔۔تم بس چپ ہو جاؤ عدی نے کہا۔۔۔
مجھے بہت خوشی ہے عدی کہ آپ جا رہے ہیں میں دلی طور پہ بہت خوش ہوں۔۔۔۔
مجھے یہ بات اچھے سے پتا ہے۔۔۔انفال بتانے کی ضرورت نہیں ہے تمہیں عدی نے انفال کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔۔۔
ہاں میں بس اداس ہو گئی ہوں۔۔۔اور کوئی بات نہیں ہے انفال نے جواب دیا
تم فکر نہ کرو یہ اداسیاں، ویرانیاں سب ختم ہو جائیں گی۔۔۔تم بھروسہ رکھو مجھ پہ۔۔
بھروسہ ہی تو ہے عدی۔۔۔دُنیا میں واحد آپ ہی تو ایک شخص ہو جس پر آنکھیں بند کر کے اعتبار کیا جا سکتا ہے۔۔۔انفال نے کہا
مجھے یہ بلکل پسند نہیں کہ آپ اس طرح بازاروں میں دھکے کھاتی پھریں لیکن اس دفعہ مجبوری تھی عدی نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔۔۔
ایسا مت کہیں یہ ضروری بھی تھا اگر آپ مجھے بغیر ملے چلے جاتے تو میں آپ سے پکا والا ناراض ہو جاتی۔۔۔انفال نے کہا
عدی بولا آہاں تو یہ بات ہے؟؟؟ بس اسی لیے میں نے سوچا کہ آپ کو ناراض کرنا تو ساری دُنیا کو کھو دینے سے زیادہ بدتر ہے اس لیے آپ کو بلا لیا۔۔۔۔
پھر دونوں کچھ وقت خاموشی سے کھانا کھاتے رہے
یہ آخری لمحات تھے جو دونوں نے ایک ساتھ گزارے تھے اب الوداع کا وقت تھا کیونکہ وقت کسی بے لگام گھوڑے کی طرح بھاگ رہا تھا۔۔۔
تو اب یہ طے ہے کہ پھر نہیں ملنا؟؟؟ انفال نے نم آنکھوں سے کہا
وقت کا تقاضا ہے انفال۔۔۔عدی نے آنکھیں پھیرتے ہوئے کہا جیسے وہ اپنے آنسو چھپا رہا

تھا۔۔۔

عدی نے زور سے انفال کا ہاتھ دبایا اور اسے حوصلہ دیا کہ جلد وقت بدلے گا اور ہم ساتھ ہوں گے۔۔۔اور آپ کو بلکل بھی گھبرانے کی ضرورت نہیں میں ہر دائم آپ کے ساتھ کھڑا ہوں

پھر انفال نے بہت ہی خوبصورت سی گھڑی جو عدی کے لیے خریدی تھی اس کی کلائی پہ باندھ دی۔۔۔عدی نے دوبارہ انفال کا ہاتھ تھاما اور شکریہ ادا کیا اس بار عدی کی آنکھوں میں آنسو تھے شاید خوشی کے آنسو۔۔۔

وہیں بیٹھے بیٹھے وقت کا لحاظ ہی نہ رہا گھڑی کی طرف نظر دوڑائی تو چار بجنے والے تھے۔۔۔سردیوں کے دن تھے پانچ بجے ویسے شام ہو جاتی تھی۔۔۔۔

اب ہمیں جانا چاہیے عدی نے کہا

انفال اس پر بلکل خاموش رہی۔۔۔کیسے کہہ دیتی کہ ہاں جاؤ چلے جاؤ بھلا کوئی اپنے محبوب کو اس طرح کیونکر کہے گا۔۔۔عدی نے بل ادا کیا

آخری بار انفال کی آنکھوں میں دیکھا۔۔۔جیسے کہہ رہی ہوں کہ عدی رُک جاؤ نا یہ آنکھیں تمہارے بعد حسین منظر کو ترس جائیں گی۔۔۔۔لیکن اسے جانا تھا۔۔۔جانے والے کو کون روک سکتا ہے جب تک کہ وہ خود نہ چاہے۔۔۔

اور نم ناک آنکھوں سے الوداع کہا یہ بہت مشکل تھا خیر وقت پھر بھی گزر ہی گیا۔۔۔

عدی انفال کو گھر تک چھوڑ کے بے دلی سے واپس لوٹ گیا اس رات وہ سو ہی نہ سکا۔۔۔

اسے یقین نہیں تھا کہ اب وہ کب لوٹے گا انفال کو دوبارہ دیکھ بھی پائے گا کہ نہیں۔۔ چھ سال منہ سے کہنے کو ہوتے ہیں جب گزارے جائیں تو لگ پتا جاتا ہے۔۔۔انفال اس کے سامنے ہی بڑی ہوئی تھی جب وہ ملے تھے تب دونوں انجان پرندوں کی مانند اُڑتے پھرتے تھے جنہیں اپنی منزل ہی نہیں معلوم تھی۔۔۔

اگلے روز واپس اپنے گھر پہنچ گئے۔۔اور کچھ دن بعد فلائیٹ تھی۔۔

پھر وہ دن آن پہنچا جب اپنے وطن سے مہمانوں کی طرح رخصت ہونا تھا۔۔۔

گھر سے والدہ، بابا اور مروہ کو ساتھ لیا اور ائیر پورٹ پہنچ گئے۔۔۔سارے رستے ماں عدی کو ہدایات دیتی رہیں۔۔۔مروہ جس نے اپنی چیزوں کی لمبی فہرست تیار کی تھی عدی کو تھما دی کہ وہاں سے مجھے یہ بھیجنا عدی نے اس سے کہا کہ میں تمہیں اس سے بھی اچھی چیزیں بھیجوں گا۔۔تم فکر نہ کرو میری گُڑیا۔۔۔

ماں کا دل تو اولاد کے لیے نہایت نرم و گداز ہوتا ہے اس میں اولاد کے لیے سوا محبت کے کچھ نہیں ہوتا بیٹا بیشک زمانے کا گنہگار ہو لیکن ماں کے لیے پھر بھی سب سے بڑھ کے ہوتا ہے۔

انہوں نے عدی کو بے شمار دعاؤں کے ساتھ ائیر پورٹ چھوڑا اور آخری بار مل کے واپس لوٹ گئے۔۔۔

عدی نے آخری بار پاکستان میں انفال کو کال کی۔۔۔وہ پاگل کو سوا رونے کے اور کوئی کام ہی نہیں تھا۔۔

لیکن پھر بھی خود کو سنبھالتے ہوئے خدا حافظ کہا اور ہدایت دی کہ وہاں پہنچتے ہی کال کرے۔۔۔اور کال کاٹ دی پتا نہیں ان دنوں وہ کیوں اتنی بیزار تھی۔۔۔یا پتا نہیں کیا تھا لیکن وہ ہمیشہ سے عدی کے لیے اتنی ہی حساس تھی۔۔

عدی جہاز میں سوار ہوا اور طویل سفر کے بعد جا کے دیارِ غیر میں مقیم ہو گیا۔۔۔

ان دنوں کوریا میں شدید ٹھنڈ پڑ رہی تھی ہر طرف برف کی سُفید چادر نظر آتی تھی۔۔۔

سعد نے عدی کا اچھے سے استقبال کیا۔۔۔اور ہر ممکن تعاون کیا تا کہ زیادہ پریشانی نہ ہو۔۔

اک لمبا عرصہ چکی میں پسنے کے بعد آخر کار عدی کوریا پہنچ چکا تھا

قریباً ایک مہینہ تک تو انفال اداس ہی رہی۔۔۔

اس میں ایک دو مرتبہ بیمار بھی ہو گئی تھی۔۔۔

کوریا کی آب وہوا بھی ذرا تند و تیز تھی لیکن جس نے اپنے وطن میں اس قدر سختیاں جھیلی ہوں کہ سُن کے روح کانپ جائے تو اسے آب وہوا کی تبدیلی کیا ہی متاثر کر سکتی ہے۔۔۔

جس نے بھوک کی سختیاں برداشت کی ہوں جسے علم ہو کہ اک خاندان کی ذمہ داری اس کے سر ہے تو پھر ٹھنڈ، گرمی، طوفان جو بھی ہو پھر فرق نہیں پڑتا۔۔۔غمِ روزگار ہی مڈل کلاس لوگوں کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔۔۔

## باب: ۳۰

کوریا میں واقعی ہی پیسے کی بہت ریل پیل تھی۔۔عدی نے چھ ماہ میں ہی اتنا کما لیا تھا جتنا پاکستان میں ساری عمر نہیں کمایا تھا۔۔۔۔

چھ ماہ میں وہ سارے کام سیدھے ہو گئے تھے جو سالوں سے بگڑے ہوئے تھے۔۔۔بابا کی فیکٹری میں بھی پیسے دے دیے تھا اب آزادی سے جو چاہیں کر سکتے تھے۔۔۔

اتنے کم عرصے میں ہی دُنیاوی طور پر وہ کھویا ہوا مقام حاصل کر لیا جو وقت کی چکی میں پِس کے کھو گیا تھا۔۔۔

ویسے یہ معاشرہ مادہ پرستی پر قائل ہو چکا ہے اگر آپ کے پاس دولت وزر ہے تو آپ پر نوازشیں ہوں گی لیکن جونہی آپ کے ہاتھ سے سب گیا تو سمجھو دُنیاوی طور پر آپ کا سارا مقام بھی خاک میں مل گیا۔۔۔

یہ عدی نے اپنی آنکھوں سے ہوتے دیکھا تھا پہلے جب بچپن کے زمانے میں حویلی کی ٹھاٹ باٹ تھی لوگ جھک کے سلام کیا کرتے تھے پھر جب سب چلا گیا تو وہ وقت بھی آیا کہ ادھار مانگنے پر کسی نے ایک پائی نہ دی۔۔۔اور دوبارہ وہ دور شروع ہو گیا جب لوگ عدی کی محنت کی مثالیں دینے لگے۔۔۔

لیکن کامیاب وہی ہے جو اپنے زوال وعروج میں تقوی اختیار کیے رکھتا ہے۔۔۔۔انفال کے جامعہ میں آخری سال کے دو ماہ رہ گئے تھے اُس کے بعد ڈگری مکمل تھی۔۔۔۔

ہاں تو شہزادے کہیں کوریا کی رنگینیوں میں کھو تو نہیں گئے؟؟؟؟انفال نے کہا

جو آپ کی آنکھوں کی رنگینیوں میں کھو جائے اسے بھلا دُنیا کی رنگینیاں کیا ہی نظر آئیں گی۔۔۔عدی نے جواب دیا

اوہو۔۔۔دیکھوتو ذرا باہر جاتے ہی ہوا لگ گئی ہے باتیں خوب بنانا آ گئی ہیں انفال نے ہنستے ہوئے کہا۔۔۔

ہاں وہ تو مجھے پہلے سے ہی آتی ہیں ورنہ آپ میرے جھانسے میں کیسے آ جاتی۔۔۔اس بات پہ دونوں نے قہقہہ لگایا

ہاں یہ تو ہے باتیں تو خوب کرتے ہیں۔۔۔انفال نے تائید کرتے ہوئے کہا۔۔۔

یہ تعریف تھی کے مزاق؟؟؟عدی نے پوچھا

ہم آپ کا مزاق کیوں بنائیں گے جناب آپ تعریف سمجھ سکتے ہیں۔۔۔انفال نے کہا

پھر جامعہ کے بعد کا کیا ارادہ ہے؟؟؟؟عدی نے بات بدلتے ہوئے سوال کیا

میرا تو ارادہ مزید پڑھنے کا ہے تو ابو نے رٹ لگائی ہے کہ اب بس اور نہیں۔۔۔کہتے ہیں کہ تمہیں اب جلد ہی رُخصت کر دینا ہے۔۔۔انفال نے کہا

آہاں! تو مطلب اب اپنا وقت آنے والا ہے۔۔۔عدی نے کہا

آنے والا نہیں آ چکا ہے انفال نے کہا۔۔۔۔

چلو فکر نہ کرو ہو جائے گا سب ویسے بھی میری والدہ کو بہت  پسند ہو آپ۔۔۔عدی نے کہا۔۔

اور ہاں! آپی جنت کل آئیں گی ہماری طرف تو وہ آپ سے بات کرنا چاہتی ہیں۔۔۔ذرا دیکھ لینا آپ۔۔۔انفال نے کہا

ہاں کوئی بات نہیں میں دیکھ لوں گا سب،تم فکر مت کرو۔۔عدی نے بات ختم کرتے ہوئے کہا۔۔۔

خزاں کی یخ بستہ راتوں میں اگر کوئی جوان لڑکا چادر لیے جونؔ پڑھ رہا ہے تو اس پر جادو نہیں ترے بالوں کا زور چلا ہے،اگر کوئی لڑکی  خاموش کھڑکی پر کھڑی صرف اولے دیکھتی جا رہی ہے تو اسکی بینائی پر ہجر اثر کر گیا ہے،اگر کوئی بوڑھا بستر مرگ پر مسکرایا ہے تو اسے کوئی وعدہ یاد آ گیا ہے،اگر کوئی عورت رات کے پچھلے پہر بچے کو روایتاً خاموش کروا رہی ہے تو اس کا دل اس غم میں  مبتلا ہے کہ اسکا شوہر

جنگ نہ کھا جائے۔۔۔

کچھ اسی قسم کی فکریں جو عدی کو لاحق ہونے والی تھیں۔۔۔

چند روز بعد ہی انفال نے بتایا کہ آپی آئی ہوئی ہے اور وہ بات کرنا چاہ رہی ہے۔۔۔

عدی نے کہا کہ میری بات کرواؤ۔۔۔انفال گھبرا بھی رہی تھی کہ کہیں کچھ غلط نہ ہو جائے۔۔۔لیکن کیا ہی غلط ہونا تھا سب تو پہلے سے معلوم تھا۔۔۔

کچھ دیر بعد بولنے والی آواز آپی جنت کی تھی۔۔۔جس نے رعب کے ساتھ سلام کیا۔۔۔

عدی نے پورے تحمل کے ساتھ جواب دیا۔۔۔اور حال احوال پوچھا۔۔۔

پھر آپی کہنے لگی کہ آپ کو پتا ہے نا کہ ہمارا اور آپ کا کوئی جوڑ نہیں بنتا؟؟؟تم سمجھ رہے ہو نا میں کس جوڑ کی بات کر رہی ہوں؟؟؟

عدی نے کہا کہ ہاں میں سمجھ رہا ہوں۔۔۔لیکن آپ سے درخواست ہے کہ میرے ماضی کو کم از کم ابھی کے لیے نہ چھیڑا جائے۔۔۔

لیکن میں تمہیں حقیقت بتاتی ہوں۔۔۔تم ایک اچھے لڑکے ہو۔۔۔شریف ہو سمجھدار ہو۔۔۔لیکن خاندان کا بہت اثر پڑتا ہے۔۔۔آپی نے کہا۔۔۔

دیکھیں آپی اب ان باتوں کا کوئی فائدہ ہی نہیں ہے۔۔۔فائدہ ہے۔۔۔آپی نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔۔۔

میں تمہیں سمجھا رہی ہوں کہ جو بھی فیصلہ کرنا سب چیزوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کرنا۔۔۔

میں نے جتنا تمہارے بارے میں سُنا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم نہایت سلجھے ہوئے لڑکے ہو۔۔۔لیکن یاد رہے کہ جب بھی کچھ کرنا ہو تو اپنے خاندان کو الگ ہی رکھنا ورنہ معاملات خراب ہو جائیں گے۔۔۔۔آپی نے اپنی بات مکمل کرتے ہوئے کہا۔۔۔

جی میں آپ کی بات سمجھ رہا ہوں اور میں کوشش بھی کروں گا کہ ایسا ہی ہو۔۔۔عدی نے کہا۔۔۔

میرا مقصد تم دونوں کو سمجھانا تھا۔۔۔اس کے فوراً بعد وہ خوشگوار موڈ میں آ گئیں اور پھر کافی دیر ایک اچھے ماحول میں بات کی۔۔۔

انفال کو اس بات کی توقع نہیں تھی کہ وہ ایسا کچھ کہیں گی۔۔۔کیونکہ ہر چیز پہلے سے واضح تھی۔۔۔

ابھی اس بات کو کچھ دن ہی گزر رہے تھے کہ پاکستان سے خبر آ گئی کہ احمد علی پولیس مقابلے میں مارا گیا ہے۔۔۔عدی کے لیے یہ بہت بڑا جھٹکا تھا خیر وہ پردیس میں بیٹھا کر بھی کیا سکتا تھا۔۔۔

احمد علی کو بھی آبائی گاؤں میں ابا جی کے پاس ہی دفن کر دیا گیا۔۔۔

یہ ایک دلسوز خبر تھی عدی کے خاندان نے اس معاملے سے حد درجہ لاتعلقی دکھائی کہ انہیں احمد علی کے بارے کچھ خبر نہیں۔۔۔اور حقیقت بھی یہی تھی برسوں سے کہیں چھپ کر بیٹھا ہوا تھا پولیس کی کڑی نظر تھی۔۔۔

پھر بھی بابا نے اس بات کا شدید صدمہ لیا جو بھی تھا ہے تو بھائی نا۔۔۔

انفال کو اس بارے میں پتا چلا تو اسے دُکھ کے ساتھ ساتھ دوسری فکریں بھی لاحق ہونے لگیں۔۔۔

اور اُنہیں دنوں آصف جو کئی برسوں سے بیرونِ ملک فرار تھا۔۔۔واپس آ چکا تھا۔۔اسے وہاں سے کسی جرم کی پاداش میں جلاوطن کر دیا گیا۔۔۔

پنجابی میں ایک کہاوت ہے کہ "جتھوں دی کھوتی اوتھے آن کھلوتی"

آصف جاتا تو جاتا کدھر اب ڈر کی وجہ سے گھر بھی نہیں آ رہا تھا اسے معلوم تھا کہ اس کے ساتھ اچھا نہیں ہوگا۔۔۔

کچھ دن تو کسی رشتے دار کے ہاں رُکا۔۔۔لیکن کوئی کتنی دیر اپنے پاس رکھتا۔۔۔

اُس کی بیوی ایک روز والدہ کے پاس آئی اور آ کے رونے لگی۔۔۔۔

ماں نے کہا کیا ہوا ہے رو کیوں رہی ہو؟؟؟ کوئی پریشانی ہے؟؟؟

کہنے لگی با جی۔۔۔آصف کو دوبئی والوں نے نکال دیا ہے اور پاکستان آ گیا ہے۔۔۔

تو اس میں ہم کیا کر سکتے ہیں؟؟؟ ماں جی نے کہا۔۔

باجی وہ آپ لوگوں کے ڈر سے گھر نہیں آ رہا اُس نے بڑی زیادتی کی تھی آپ کے ساتھ۔۔۔میری بچیاں ابھی چھوٹی ہیں میں خود کسی کے گھر کام کر کے گزارہ کر رہی۔۔۔

آپ کی مہربانی ہوگی کہ آپ اسے معاف کر دیں۔۔۔اور ہم آپ کے پیسے تھوڑے تھوڑے کر کے لوٹا دیں گے۔۔۔

ماں جی کا دل پسیج گیا۔۔۔ماں جی نے کہا وہ اس قابل تو نہیں ہے کے اسے معاف کیا جائے لیکن ان بچیوں کی خاطر ہم یہ بھی قبول کر لیں گے۔۔۔

باجی۔۔۔آپ کی بڑی مہربانی ہے اللہ نے آپ کو بہت دینا ہے اور ڈھیروں دعائیں دیتی ہوئی چلی گئی۔۔۔

بابا اس وقت گھر نہیں تھے۔۔۔جب وہ لوٹے تو والدہ نے بتایا کہ آصف کی بیوی آئی ہوئی تھی۔۔۔اور ساری بات بھی بتا دی۔۔۔بابا نے کہا کہ اسے کہنا میں نے تمہیں معاف کیا بس پھر کوئی بھروسہ کرے تو ایسا مت کرے۔۔۔

معاف کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اگر آصف کی پیروی کر کے ذلیل کرتے اس سے پیسے کی مانگ کرتے بھی تو سب بے سود تھا۔۔۔اس کنگلے کے پاس تو ایک پائی نہیں تھی۔۔۔مزید یہ کہ جو قسمت میں ذلت لکھ دی گئی تھی وہ تو مل ہی چکی تھی۔۔۔اب فقط اپنا سکون برباد کرنے والی بات تھی۔۔۔اور پھر اس کی چھ بچیاں تھیں جو بلکل چھوٹی تھیں اگر پیسے کے تقاضے کے عوض اسے جیل بھی بھجوا دیتے تو اُن بچیوں کا کون ذمہ دار ہوتا۔۔۔

بس یہی چیزوں کا خیال کرتے ہوئے اسے معاف کر دیا۔۔۔

اسی لیے تو اللہ پھر سے بے شمار نوازرہا تھا۔۔۔اگر بندہ اللہ کی مخلوق کے ساتھ نرمی والا معاملہ رکھے تو اللہ بھی اس کے ساتھ نرمی ہی کرتا ہے۔۔۔

ظالم و جابر شخص جتنا مرضی دولت مند ہو جائے لیکن اس کا انجام دُنیا و آخرت میں اچھا نہیں ہوتا۔۔۔کئی دفعہ ہمیں لگتا ہے کہ اسے کوئی تکلیف، مصیبت نہیں آ رہی۔۔۔لیکن وہ رب کی جانب سے ڈھیل ہوتی ہے۔۔جب اللہ اس کے گرد گھیرا تنگ کرتا تو بھاگنے کی کہیں جگہ نہیں ملتی۔۔۔اسے لیے کہتے ہیں کہ رحمدلی رب کی خاص عطا کردہ نعمت ہے۔۔۔

## باب: ۳۱

انفال کے آخری سال کے امتحان تھے۔۔۔اسے دن، رات پڑھائی کے علاوہ کچھ نہیں سوجھ رہا تھا وہ ایسی ہی تھی انتہائی محنتی اور جان لڑا دینے والی۔۔۔جب کسی کام کو کرنے کا عہد کر لیتی تو پھر کسی شے کی پرواہ نہیں کرتی تھی۔۔۔

پھر کچھ روز کے بعد اس کے امتحان ہو گئے اور بہت ہی اچھے نمبروں سے پاس ہو گئی۔۔۔ یہ صرف ایک سال کی کہانی نہیں تھی بلکہ آٹھ سال کی لگاتار محنت تھی۔۔۔لیکن جس دن نتیجے کا اعلان ہوا سب خوش تھے لیکن انفال کو عجب اداسی نے گھیر رکھا تھا۔۔۔

عدی آپ کو پتا کہ میں نے یہ تعلیم اپنی ماں کے کہنے پہ حاصل کی اُن کی خواہش تھی کہ میں یہ تعلیم حاصل کروں آج جب میں نے اُن کا خواب پورا کر دیا ہے تو میری کامیابی کو دیکھنے کے لیے وہ اس دُنیا میں موجود ہی نہیں ہیں۔۔۔انفال نے روتے ہوئے کہا

یہ واقعی ہی دلسوز بات ہے انفال کبھی کبھی ہم جن کی خاطر محنت کرتے ہیں۔۔۔جب وقت آتا ہے تو وہ اسے دیکھنے کے لیے اس دُنیا میں موجود ہی نہیں ہوتے۔۔۔عدی نے کہا

جب میں جامعہ سے آتی تھی تو میری ماں میرے لیے خاص طور پر تازہ پراٹھا بناتی تھی۔۔۔اُنہیں پتا تھا کہ میں سادہ روٹی نہیں کھاتی میرا سب بہن بھائیوں میں خاص خیال رکھتی تھیں۔۔۔میں شروع سے بہت حساس تھی چھوٹی چھوٹی چیزوں پہ رو دیتی تو ماں مجھے سینے سے لگا کہ چُپ کرواتی اور میرے ماتھے پہ بوسہ دیتی۔۔۔اب جب کبھی بھی شدید رنج میں ہوں تو تخیلاتی طور پہ خود کو ماں کی آغوش میں محسوس کرتی ہوں۔۔۔اُن کا پیار بھرا بوسہ اپنے ماتھے پہ محسوس کرتی ہوں۔۔۔ہائے! عدی وہ کمی دُنیا کا کوئی شخص پوری نہیں کر سکتا انفال روتے ہوئے کہہ رہی تھی

عدی کا دل جیسے مسوس کر رہ گیا تھا اس نے درد بھرے لہجے میں کہا۔۔۔اللہ اُنہیں غریقِ رحمت

کرے۔۔۔آپ پریشان نہ ہوں یہ بھی بڑے اعزاز کی بات کہ آپ نے اُن کے خواب کو ادھورا نہیں چھوڑا۔۔۔عدی نے حوصلہ دیتے ہوئے کہا

ہاں آپ سہی کہہ رہے ہیں لیکن یہ درد، یہ تکلیف تو فطری ہے ناماں کے چلے جانے سے زندگی کہاں آسان رہ جاتی ہے۔۔۔میں جب بھی ٹوٹی ہوں وہ مجھے شدت سے یاد آئی ہیں۔۔۔خیر چھوڑیں یہ وقت بھی آخر گزر ہی گیا۔۔۔وقت کہا کسی کے لیے رُکتا ہے انفال نے بات مکمل کرتے ہوئے کہا۔۔۔

عدی نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ انفال کے زخمی دل کی دوا صرف وہی بن سکتا ہے۔۔۔اس لیے سب سے پہلے اس نے اپنی ماں سے بات کی اور انہیں کہا کہ وہ انفال کا ہاتھ مانگنے جائیں گے۔۔۔ماں نے کوئی خاص مزاحمت نہیں کی۔۔۔کیونکہ انہیں پتا تھا کہ عدی کو ایک وہی سکون دے سکتی ہے جتنا عدی نے زندگی میں سہا تھا اب تو سکون کا کچھ عرصہ بنتا بھی تھا۔۔۔

عدی نے انفال پر اپنے ارادے ظاہر کیے کہ اب وہ چاہتا ہے کہ دونوں ایک منزل کو سفر شروع کریں۔۔۔انفال بھی تو یہی چاہتی تھی۔۔۔

عدی نے کہا کہ میں نے ماں سے بات کر لی ہے اور وہ آپ کے گھر آپ کا ہاتھ مانگنے آنے کو تیار ہیں۔۔۔ویسے بھی انہیں سب پہلے سے معلوم تھا کچھ ڈھکا چھپا تو ہے نہیں تھا عدی نے کہا۔۔

تو یہ ٹھیک رہے گا۔۔۔لیکن پہلے آپی سے بات کروں گی وہ ابو سے بات کر لے گی۔۔۔تو اس کے بعد آسانی ہو جائے گی۔۔۔لیکن وہ اس طرح بات کرے گی کہ یہ ظاہر نہیں ہوگا کہ پسند کی شادی ہو رہی۔۔۔ہم یہ بعد میں ظاہر کریں گے انفال نے کہا

ہاں یہ مناسب رہے گا۔۔۔عدی نے جواب دیا

تو یہ معاملہ بھی کچھ ہی دنوں میں سُلجھ گیا عدی نے ماں اور بابا سے بات کر لی تھی۔۔۔اور دوسری طرف انفال کی طرف سے بھی مثبت جواب آ گیا تھا۔۔۔

عدی اور انفال دونوں بہت خوش تھے وہ تو خوشی کے مارے ہواؤں میں اُڑ رہے تھے۔۔۔دن مقرر ہو گیا جس دن عدی کے خاندان نے انفال کے رشتے کی بات کرنی تھی۔۔۔

وہ دن بھی آن پہنچا اور عدی کی والدین انفال کے گھر پہنچ گئے۔۔۔والدہ نے پہلی دفعہ انفال کو دیکھا تھا وہ واقعی ہی اس سے متاثر ہوئی تھیں۔۔۔اُس کا اخلاق، خوبصورتی، سلیقہ سب نے جیسے سحر طاری کر دیا تھا۔۔۔

حمید صاحب جو کہ انفال کے والد تھے نے ساری تفصیل پوچھ لی تھی۔۔۔ہمارا پرانا گاؤں بھی اسی علاقے میں تھا۔۔۔بابا نے کہا

ماں نے ایک دم مڑ کے اُن کی طرف دیکھا۔۔۔

اچھا تو محترم کس گاؤں سے تعلق ہے آپ کا۔۔۔حمید صاحب نے بڑی شائستگی سے پوچھا

بابا نے اپنے گاؤں کا نام بتا دیا۔۔۔

ہاں وہاں تو میں اکثر کام کے سلسلے میں جایا کرتا تھا حمید صاحب نے کہا۔۔۔

مشترکہ طور پر طے یہ ہوا تھا کہ ابھی فی الحال کچھ بھی نہیں بتانا۔۔۔لیکن بابا چاہتے تھے کہ یہ رشتہ سچائی کی بنیاد پر جڑے نہ کہ دھوکہ دہی سے۔۔۔حمید صاحب نے عدی کے متعلق مکمل تفصیل معلوم کی۔۔۔

ماں جی انفال سے الگ بات کرنے کا کہا جو کہ کوئی معیوب بات نہیں تھی۔۔۔

ماشائاللہ تم بہت ہی پیاری ہو بیٹا! ماں جی نے انفال کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔۔۔

جی بہت شکریہ ماں جی۔۔۔انفال نے مؤدبانہ طریقے سے جواب دیا۔۔۔

میرے بیٹے کی پسند واقعی ہی لاجواب ہے۔۔۔تم یقیناً ہمارے ساتھ خوش رہو گی۔۔۔ماں جی نے کہا انفال اس بات پہ شرما گئی اور فقط مسکرا دیا۔۔۔اور بیچاری کرتی بھی کیا۔۔۔

اور بھی بہت سی باتیں جو انفال سے متعلق تھیں۔۔۔ماں جی نے پوچھ لی۔۔۔آخر سب باتوں کو نچوڑ

یہ نکلا کہ انفال ماں جی کو بے حد پسند آئی تھی۔۔۔اور اُنکی کوشش تھی کہ اسے جلد از جلد بیاہ کے اپنے گھر کی رونق بنائیں۔۔۔

باہر ہال میں حمید صاحب اور بابا گفتگو کر رہے تھے کہ اتنے میں ماں جی بھی وہیں پہنچ گئی۔۔۔کچھ دیر مزید قیام کے بعد وہ وہاں سے آ گئے۔۔۔

ماں جی کو حقیقتاً انفال بہت پسند آئی تھی۔۔۔عدی کے خاندان کی طرف سے تو ہاں تھی لیکن حمید صاحب نے کہا کہ ہمیں کچھ وقت درکار ہے اس کے بعد ہم آپ کو اپنے فیصلے سے آگاہ کریں گے۔۔۔

کیا تاثرات ہیں آپ کے ابو کے عدی نے انفال سے پوچھا۔۔۔پتا نہیں کیا ہیں کہہ رہے ہیں کہ پہلے وہ چھان بین کریں گے اُس کے بعد کوئی فیصلہ کریں گے۔۔۔۔

انفال کے مطابق ابھی تک سب کچھ ٹھیک تھا۔۔۔

ایک روز انفال کے ابو کام سے گھر لوٹے تو بہت زیادہ ڈرے ہوئے تھے اُن کی جسم پر کپکپی طاری تھی وہ ٹھیک سے بول بھی نہیں پا رہے تھے۔۔۔سمیعہ نے بارہا پوچھا لیکن اُنہوں نے زبان نہیں کھولی۔۔۔۔جب حالت کچھ بہتر ہوئی تو کہنے لگے وہ جو لوگ انفال کو دیکھنے آئے تھے اُنہیں کہہ دو کہ ہم نے رشتہ نہیں کرنا۔۔۔۔سمیعہ نے کہا کہ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں اتنا اچھا رشتہ ہے شریف لوگ ہیں لڑکا بھی اتنا اچھا کماتا ہے تو کیا وجہ بنی؟؟؟

حمید صاحب نے طنزیہ کہا کہ ہونہہ۔۔۔آئے بڑے شریف۔۔۔

آپ بتائیں تو سہی کہ آخر بات کیا ہے؟؟؟سمیعہ نے پوچھا

بات یہ ہے کہ جس گاؤں سے اُن کا تعلق تھا وہاں میرا ایک جاننے والا رہتا ہے میں نے اُس سے دریافت کیا تو معلوم پڑا کے وہ تو بڑے خطرناک لوگ ہیں۔۔۔انہوں نے پہلے زمین کی وجہ سے دو قتل کیے تھے اور وہاں سے فرار ہو گئے تھے۔۔۔

اوراب چند مہینے قبل ان کا ایک بندہ جو اشتہاری مجرم تھا پولیس مقابلے میں مارا گیا ہے۔۔۔۔اب تم مجھے بتاؤ میں کس طرح سے اپنی پھول جیسی بیٹی اُنہیں دے دوں؟؟؟ مزید یہ کہ اگر میں وہاں انفال کی شادی کر بھی دوں تو کل کلاں کو پھر سے نئی مصیبت آن پہنچے--نئی آگ دوبارہ بھڑک اُٹھے تو وہ یقیناً ہمیں بھی جلائے گی۔۔۔ایک تو میری بیٹی مصیبت میں ہو گی اور۔۔۔دوسرا میرا ایک ہی بیٹا ہے میں اس بات کا کبھی متحمل نہیں ہوسکتا۔۔۔حمید صاحب نے بات مکمل کرتے ہوئے کہا۔۔۔

یہ سُن کر تو سمیعہ کا سر چکرا گیا اور کہنے لگی توبہ،توبہ کتنے معصوم اور شریف بن رہے تھے جیسے کبھی کچھ ہوا ہی نہ ہو۔۔۔

انفال ابھی تک اس بات سے لاعلم تھی۔۔۔نئی آنے والی مصیبت سے بے خبر کمرے میں سو رہی تھی۔۔۔

حمید صاحب نے عدی کے خاندان کو یہ اطلاع دینے کا کہا۔۔۔سمیعہ نے فوراً عدی کی والدہ کو فون کیا۔۔وہ اس بات سے بے خبر تھیں کہ حالات ایک دم بدل چکے ہیں۔۔۔سمیعہ نے فون کرتے ہی اچھی خاصی سُنا دیں اور کہا کہ آپ لوگ شرافت کی آڑ میں بھیڑیے ہیں۔۔۔ہم آپ سے رشتہ نہیں جوڑنا چاہتے اور دوبارہ کوشش بھی مت کیجئیے گا۔۔۔

سمیعہ کی گز بھر لمبی زبان کا تو بہر حال والدہ نیا سے دیکھتے ہی اندازہ لگا لیا تھا۔۔۔اس نے ماں جی کو کچھ بتانے کا وقت ہی نہیں دیا۔۔۔اور فون کاٹ دیا۔۔۔

سوائے انفال کے ابو کے سب کو معلوم تھا کہ یہ رشتہ انفال کی پسند ہے۔۔۔سمیعہ بھی اس بات کو اچھے سے جانتی تھی اور اس نے ساتھ دینے کی ہامی بھی بھری تھی لیکن عین وقت پہ اس کی ایسی بے رُخی سمجھ میں نہیں آئی۔۔۔

سمیعہ نے فوراً انفال کو اُٹھایا جو ابھی تک گھوڑے بیچ کے سو رہی تھی اور بتایا کہ تمہارے ابا اس رشتے سے راضی نہیں ہیں اور انہوں نے انکار کر دیا ہے۔۔۔اس رویے کی سمجھ نہیں آ رہی ایک طرف تو

جڑیں کاٹ رہی تھی دوسری طرف انفال کی ہمدرد بھی بن رہی تھی۔۔
عام الفاظ میں منافقت سے کام لے رہی تھی اگر وہ چاہتی تو شاید بات انکار تک ہی نہ پہنچتی۔۔۔ کیونکہ ایک عورت مرد کے سخت فیصلوں کو بھی بدلنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔۔۔

# باب: ۳۲

انفال کوسمیعہ نے یہ تو بتایا ہی نہیں تھا کہ اس نے عدی کی والدہ سے کیا سلوک کیا تھا۔۔۔انفال کا دماغ تو جیسے ماؤف ہو چکا تھا اسے کچھ سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی کہ آخر ہو کیا رہا ہے۔۔۔سب کچھ تو بلکل ٹھیک تھا۔۔

ادھر عدی کی والدہ نے جب عدی کو یہ خبر دی اس کے تو طوطے ہی اُڑ گئے کہ یہ ہو کیا گیا ہے۔۔۔عدی نے فوراً انفال کو فون کیا۔۔۔

انفال یہ کیا چل رہا ہے؟؟عدی نے حیرانگی سے پوچھا

انفال نے کہا کہ میں سو رہی تھی کہ سمیعہ نے مجھے آ کے یہ خبر دی ہے۔۔۔کہ میرے ابو کے آپ کے پرانے گاؤں کچھ تعلقات نکل آئے وہاں سے یہ سب باتوں کا علم ہوا ہے۔۔۔مجھے تو پتا تھا لیکن ابو کو تو معلوم نہیں تھا۔۔اُن کا ردِعمل قدرتی ہے۔۔۔اب مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ اب کیا کِیا جائے۔۔۔

ایک تو آپ کے گھر والوں نے انکار کر دیا اور ساتھ میں میری والدہ کو بے عزت بھی کیا ہے۔۔۔عدی نے تھوڑا غصے سے کہا

یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟؟؟مجھے واقعی اس بات کا علم نہیں۔۔۔انفال نے کہا

سمیعہ نے والدہ کو فون کیا تھا اور یہ سارا ماجرہ پیش آیا۔۔۔عدی نے کہا

انفال تو ہکی بکی رہ گئی کے کچھ دیر پہلے تو وہ مجھے سب بتا کے گئی ہے لیکن اس بات کا ذکر تو کیا ہی نہیں۔۔۔

اب کیا کرنا ہے انفال نے کہا۔۔۔۔

ابھی مجھے سوچنے دو کہ کیا کرنا ہے۔۔شاید آپ کو اپنے ابو سے بات کرنی پڑے۔۔۔عدی نے کہا

انفال کو پہلے سے علم تھا کہ سمیعہ شروع سے ذلیل کرنے کا بہانہ ڈھونڈتی ہے لیکن اس طرح کی گری

ہوئی حرکت کی اُمید نہیں تھی۔۔۔انفال نے آپی جنت کو فون کیا اور ساری صورتحال سے آگاہ کیا۔۔۔

میں نے تو پہلے اسے سمجھایا تھا کہ اپنے خاندان کو الگ رکھے۔۔۔اس کا تو کوئی قصور نہیں ہے آپی انفال نے بات کاٹتے ہوئے کہا

وہ تو خود پریشان ہیں کہ یہ ہو کیا گیا ہے۔۔۔۔

خیر اس معاملے نے کچھ دن تو بہت زور پکڑا لیکن اس کے بعد خاموشی ہو گئی۔۔۔لیکن فیصلہ یہ ہوا تھا کہ انفال کے گھر والوں نے انکار کر دیا تھا۔۔۔۔

عدی کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کس کو کوسے؟؟؟اپنی قسمت کو یا قبر میں پڑے احمد علی کو۔۔۔

بابا میں نے آپ سے عرض کی تھی کہ اپنے ماضی کا کوئی پہلو بھی بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔عدی نے بابا سے کہا۔۔۔

بیٹا! کیا بچوں والی بات کرتے ہو یہ کوئی کھیل تماشا نہیں ہے شادی ہے اور سب چیزیں ظاہر کرنی پڑتی ہیں۔۔۔کبھی نہ کبھی تو یہ بات کھل ہی جانی تھی تو کیا عزت رہ جاتی ہماری۔۔۔بابا نے بات کو واضح کرتے ہوئے کہا۔۔۔۔

لیکن بابا ایسا بھی تو ممکن تھا کہ ہم بعد میں بتا دیتے۔۔۔عدی نے کہا

بابا ایک دم غصے میں آ کے بولے کہ۔۔۔بیٹا، باپ کو مت سکھایئے کہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں۔۔۔ایک ہم آپ کے فیصلے کا احترام کر رہے ہیں اور آپ ہو کہ ہماری ناک کٹوانے پہ لگے ہو۔۔۔۔بابا میں تو صرف۔۔۔۔۔

جو مجھے کہنا تھا کہہ چکا۔۔۔مزید کچھ باقی نہیں رہا اتنی رسوائی کے بعد۔۔۔بابا نے بات کاٹتے ہوئے کہا

عدی نے اسی میں بھلائی سمجھی کے چپ رہا جائے۔۔۔اب کرتا تو کرتا بھی کیا۔۔۔

ابھی چند روز گزرے تھے ایک نئی مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔۔۔
ہوا یہ کہ انفال کے گھر اُس کی پھوپھو کا خاندان ٹپک پڑا یا یہ بھی ہوسکتا کہ حمید صاحب نے انہیں بلایا ہو۔۔انہوں نے انفال کا رشتہ اپنے بیٹے معاذ کے لیے مانگا۔۔۔جو، آوارہ، نلّا اور بلکل ان پڑھ تھا انفال تو جیسے بانولی ہوگئی کہ یہ کیا ہونے جارہا ہے۔۔۔۔حمید صاحب نے کسی سے پوچھے بغیر ہاں کر دی

انفال نے کہا ابو آپ نے مجھ سے پوچھے بغیر ہاں کیوں کی۔۔۔حالانکہ میری مرضی شامل نہیں ہے۔۔۔
ہم تمہاری مرضی نہیں دیکھیں گے۔۔۔ مجھے سمیعہ نے سب تفصیل بتا دی ہے۔۔۔ مجھے تم سے یہ بلکل توقع نہیں تھی اور اب میں نے جہاں تمہارا رشتہ کرنا تھا کر دیا اب مزید کوئی بحث نہیں ہو گی۔۔۔۔ان کا لہجہ اس قدر تضحیک آمیز تھا جیسے یہ ان کی بیٹی نہیں بلکہ کوئی غیر ہے۔۔۔
لیکن میں بتا رہی ہوں کہ میں ان جاہلوں کے گھر کبھی نہیں جاؤں گی۔۔۔انفال نے زناٹے دار آواز میں کہا اور پاؤں پٹختے ہوئے کمرے میں جا کے رونے لگی۔۔۔حمید صاحب کا خیال تھا کہ یہ سب اس کا وقتی رونا ہے پھر ٹھیک ہو جائے گی۔۔۔
یہ وہ وقت تھا جب سب کچھ درہم برہم ہوگیا۔۔۔حمید صاحب اپنی ضد پہ اڑ گئے تھے۔۔۔عدی کے بابا کو یہ غصہ تھا کہ ان کی بے عزتی ہوئی ہے۔۔۔اس جنگ میں عدی اور انفال پس رہے تھے۔۔۔
یہ سب اتنی جلدی میں ہو رہا تھا کہ سنبھلنے کا موقع ہی نہیں مل رہا تھا۔۔۔
جب عدی کو یہ خبر ملی کے انفال کا رشتہ کہیں اور ہوگیا ہے تو اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی وہ کسی صورت بھی ایسا نہیں چاہتا تھا۔وہ اس کے لیے ہر قیمت ادا کرنے کو تیار تھا۔
اس کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ اسی وقت اُڑ کے پاکستان چلا جائے۔۔۔اس کا ذہن تحلیل ہو رہا تھا ایک طرف سارا دن سخت مشقت اور دوسری طرف انفال کی جدائی کے آثار۔۔۔وہ انفال کو کبھی بھی

نہیں کھوسکتا تھا۔۔۔اس لیے عدی نے اس دفعہ اپنے بابا سے دوٹوک بات کی کہ آپ دوبارہ اُن سے رشتہ پوچھیں اور انہیں چیزیں واضح کر کے بتائیں۔۔۔خیر طویل بحث کے بعد بابا آخری دفعہ بات کرنے کے لیے رضامند ہو گئے۔۔۔

عدی کے بابا نے دل بڑا کر کے انفال کے ابا کو فون کیا۔۔۔

حمید صاحب یہ ضد چھوڑ دیں اور بچوں کی خوشیوں کے قاتل مت بنیں۔۔۔بابا نے بڑے پیار سے کہا

میاں! بات یہ ہے کہ جو بیٹی کا باپ ہوتا ہے اس نے ہر پہلو کو دیکھنا ہوتا ہے۔۔۔کیا آپ کے پاس کوئی گارنٹی ہے کہ پھر کبھی یہ لڑائی شروع نہیں ہو سکتی۔۔۔؟؟؟ حمید صاحب نے کہا

ہمارے پاس اس کی تو کوئی گارنٹی نہیں لیکن آپ کی بیٹی کی حفاظت کی گارنٹی ضرور ہے۔۔۔بابا نے کہا

وہ بات ٹھیک ہے لیکن جب طوفان ایک سمت کو چلتا تو سامنے آنے والی ہر چیز کو بہالے جاتا ہے۔۔۔اور آخری بات یہ کہ میں نے اپنی بیٹی کا رشتہ کہیں اور طے کر دیا ہے آپ مجھے مزید شرمندہ نہ کریں اور نہ خود ہوں۔۔۔حمید صاحب نے کہا

بابا نے جواب دیا کہ آپ زیادتی کر رہے ہیں۔۔۔اگر ہم چاہتے تو آپ کو ڈرا دھمکا سکتے تھے حتٰی کہ یہ سب چھپا بھی سکتے تھے لیکن ہم دھوکہ دہی کے قائل نہیں ہیں تو آپ سے درخواست ہے بلکہ یہ سمجھ لیں کہ التجا ہے۔۔۔یا یوں بھی کہہ سکتے کہ منت ہے کہ ایسا مت کریں بچے ذلیل ہو جائیں گے۔۔۔۔ہماری تو گزر گئی ہے اب بچوں کا وقت ہے اُنہیں اُن کی خوشیاں دے دیتے ہیں۔۔۔۔

آپ مجھے سوائے شرمندہ کے کچھ نہیں کر رہے۔۔۔میں بھی آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ ہمارا پیچھا چھوڑ دیں تا کہ ہم اپنی زندگی سکون سے گزار سکیں۔۔۔حمید صاحب نے یہ بات کہہ کہ فون کاٹ دیا۔۔۔

عدی کے بابا وہیں بے سُدھ ہو کے بیٹھ گئے۔۔۔ایک طرف بچوں کی خوشیاں تھیں اور دوسری طرف

بڑوں کی انا اور ضد۔۔۔شاید حمید صاحب اپنے موقف پر کسی حد تک درست بھی تھے۔۔۔
جب انہوں نے یہ محسوس کیا کہ اب پانی سر سے گزر رہا ہیا ور دوسری جانب سے دباؤ بھی بڑھ رہا ہے تو انہوں نے جلد شادی کر دینے کا فیصلہ کیا۔۔۔
اور انفال کی نکاح کی تاریخ طے کر دی۔۔۔
جس دن سب لوگ تاریخ طے کرنے آئے تھے تو انفال نے الگ الگ ہر شخص کو کہا کہ میں اس شادی پہ رضامند نہیں ہوں لیکن کسی نے ایک نہ سنی۔۔۔جس حد تک ممکن تھا انفال نے مزاحمت کی۔۔۔انفال نے اپنی پھوپھو، اس کے خاوند، خاندان کے نام نہاد معتبر لوگوں سے بھی منت سماجت کی کے یہ نہ کرو۔۔۔ایسا کرنے سے تم سب اپنی زندگیاں عذاب میں ڈالو گے۔۔۔
عورت جب انتقام لینے پہ آتی ہے تو اس سے زیادہ بے رحم کوئی نہیں ہوتا۔۔۔
عدی آپ دیکھ رہے ہو نا یہ کیا کر رہے ہیں میرے ساتھ؟؟؟
ان کو ذرا برابر بھی میری رائے کا خیال نہیں ہے۔۔۔میں مر جاؤں گی لیکن ان کی ضد کی بھینٹ نہیں چڑھوں گی۔۔۔انفال نے روتے ہوئے کہا
انفال یہ دُکھ بہت ہی بڑا ہے میں نے بھی حد درجہ کوشش کر لی۔۔۔اپنے والدین کی تذلیل تک برداشت کر لی صرف تمہارے لیے۔۔۔یقین کرو کہ اگر اس طرح کا رویہ کسی اور نے اپنایا ہوتا تو میں اس کی زبان کٹوا کے اس کے ہاتھ میں دے دیتا۔۔اب مجھے بتاؤ میں کیا کروں مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔۔۔عدی نے کہا
یہ جو آج میرے ساتھ کر رہے ہیں اگر میری ماں زندہ ہوتی تو ان بے وقوفوں کو سبق سکھا دیتی۔۔۔تب میں دیکھتی یہ کس طرح میرے ساتھ ایسی زیادتی کرتے ہیں۔۔۔انفال مسلسل رو رہی تھی
اُس کا رونا بجا بھی تھا کیونکہ اگر فرض کر لیا جائے کے عدی اس کی زندگی میں نہیں ہے پھر بھی یہ طریقہ

سِرے سے ہی غلط تھا۔۔۔

اور اوپر سے نکاح کی تاریخ بھی صرف ایک مہینے کے بعد عید کے تیسرے دن تھی۔۔۔

دن ایسے گھٹ رہے تھے جیسے ریت مٹھی سے پھسلتی ہے۔انفال کا چہرہ ایسے ماند پڑ چکا تھا جیسے چاند آخری تاریخوں میں ماند پڑتا ہے

## باب: ۳۳

اب شادی میں فقط بیس دن باقی تھے۔۔سمیعہ زور وشور سے تیاری جاری رکھے ہوئے تھی۔۔لیکن انفال کو اس بات سے کوئی فرق ہی نہیں پڑتا تھا

آخر انفال نے آخری حربہ آزمایا اور معاذ کو گھر بلایا تاکہ بات کر سکے۔۔۔

انفال کا پیغام سُن کے فوراً چلا آیا۔۔۔دونوں انفال کے کمرے میں بیٹھے تھے اور انفال دیوار کو مسلسل تکے جا رہی تھی۔۔۔

کیا بات ہے تم نے مجھے کیوں بلایا ہے۔۔۔معاذ نے کہا

کافی دیر خاموش رہنے کے بعد بولی تم میری جان کیوں نہیں چھوڑ رہے۔۔۔جب میں نے کہا ہے کہ مجھے تم سے شادی نہیں کرنی تو پھر تم لوگوں کی غیرت کہاں ہے؟؟؟

مجھے تم سے محبت ہے میں نے تمہیں یہ کبھی نہیں بتایا لیکن مجھے ہے۔۔۔معاذ نے کہا

تو یہ محبت ہے تمہاری؟؟؟ کہ سارے خاندان میں ذلیل کروا رہے ہو سب مجھے بدکردار، بدچلن بول رہے ہیں میرا اپنا باپ مجھ سے نظریں پھیر گیا ہے۔۔۔تو یہ ہے تمہاری محبت؟؟؟ انفال نے کہا

اس کا معاذ نے کوئی جواب نہ دیا اور کہنے لگا میں سب ٹھیک کر دوں گا۔۔۔

کیا خاک ٹھیک کرو گے؟؟؟ اگر تم مجھے حاصل بھی کر لو تو یاد رکھو ساری عمر میں تمہاری محبت تسلیم نہیں کروں گی۔۔۔تم مجھے اور خود کو فقط اذیت دو گے۔۔۔میں سوچتی ہوں اس مرد کی مردانگی کہاں ہے جسے ایک عورت ٹھکرا دے اور وہ پھر بھی اس کی جان نہ چھوڑے۔۔۔عزتِ نفس بھی کسی چیز کا نام ہے۔۔۔۔

تم نے جتنی باتیں کرنی ہے کر لو۔۔۔لیکن میں تمہیں نہیں چھوڑ رہا یہ یاد رکھنا۔۔۔معاذ نے کہا

انفال بیڈ سے نیچے اتری اور اس کے قدموں میں گر گئی اور سسکیوں کے ساتھ کہنے لگی کہ معاذ چھوڑ دو

مجھے میں تمہارے پاؤں پڑتی ہوں۔۔۔
معاذ اُٹھ کے ایک دم پیچھے کو ہوا۔۔۔اور بولا یہ کیا کر رہی ہو انفال نیچے بیٹھی سسکیوں سے رو رہی تھی۔۔۔معاذ نے بس یہ کہا کہ کے نیچے سے اُٹھو اور کمرے سے نکل گیا جیسے اسے کوئی فرق ہی نہیں پڑتا۔۔۔انفال بیڈ کے ساتھ ٹیک لگائے گھنٹوں روتی رہی۔۔۔
کیا ہی کم ظرف شخص ہوگا جس کے قدموں میں گر کے انفال جیسی لڑکی منت کرے۔۔۔
دوسری طرف عدی پردیس میں بیٹھا اپنی قسمت کو کوس رہا تھا۔۔۔کہ یہ درد یہ تکلیف کس طرح برداشت ہوگی۔۔۔ایک لمبا عرصہ انفال کے ساتھ گزرا دُکھ سُکھ سانجھے کیے تھے۔۔۔اب جب وقت آیا تو چاہ کر بھی اس کے لیے کچھ نہیں کر پا رہا تھا۔۔۔
اس دوران کئی منصوبے بنائے حتٰی کہ معاذ کو مروا دینے تک کا منصوبہ بناڈالا لیکن ابھی تو پرانے جھنجٹ سے جان چھوٹی تھی دوبارہ نئی مصیبت سہنے کی ہمت نہیں تھی۔۔
ابھی تک یہ بات انفال نے عدی کو نہیں بتائی تھی کہ اس نے معاذ کے قدموں میں گر کے منت کی تھی اسے پتا تھا اگر یہ بات عدی کو بتائی تو وہ ایک کہرام برپا کردے گا۔۔۔ابھی تک اگر خاموش تھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ انفال نے سختی سے منع کیا تھا کہ کسی طرح کی کوئی بھی حرکت نہیں ہونی چاہیے۔۔۔چاہے کچھ بھی ہو۔۔۔بس ایک یہی وجہ تھی جس نے عدی کے ہاتھ باندھے ہوئے تھے۔۔۔
محبت انسان کو کبھی کمزور نہیں ھونے دیتی لیکن یہ بے بس ضرور کر دیتی ہے۔۔عدی کی اکثر راتیں یہی سوچتے گزر جاتی تھی کہ کہیں وہ اپنی محبت کھو نہ دے۔۔۔لیکن آج تک یہ نہیں سمجھ پایا تھا کہ محبت کو پا لینا بڑی مصیبت ہے یا محبت کو کھو دینا بڑا اسانحہ شاید یہ سمجھتے سمجھتے دجال آ گھیرے گا اور سب کا سب یہیں دھرا رہ جائے گا۔۔شاید یہ راز کبھی افشاں ہو ہی نہ سکے گا۔۔۔
معاذ وہاں سے اُٹھ کے تو چلا گیا تھا۔۔۔لیکن شام کو اُس نے دوبارہ انفال کو فون کیا پہلے تو انفال نے

نہیں اُٹھایا لیکن جب مسلسل فون بجا تو انفال فون اُٹھاتے ہی پھٹ پڑی کہ جی بولو؟؟ کیا مسئلہ ہے؟؟؟

مجھے تم سے بات کرنی ہے تو تمہارے گھر آنا چاہتا ہوں۔۔۔معاذ نے کہا

اتنی تذلیل تو ہو چکی میری اب مزید میں برداشت نہیں کر پاؤں گی۔۔۔ یہ نہ ہو کہ میرے صبر کی انتہا ہو جائے اور میں تم پہ ہی پھٹ پڑوں تو رہنے دو۔۔۔انفال نے کہا

ضروری بات ہے اس لیے کہہ رہا معاذ نے کہا

اس پر انفال نے اجازت دے دی اور شام میں ہی گھر پہنچ گیا۔۔۔

انفال چھت پہ کرسی لگائے بیٹھی تھی اور وہ سامنے چار پائی پر تھا۔۔۔ کہنے لگا مجھے نہایت برا لگا کہ تم میرے قدموں میں گر پڑی تھی۔۔۔

کام کی بات بولو۔۔۔انفال نے کہا

چلو کام کی بات کرتے ہیں۔۔۔ مجھے بتاؤ وہ لڑکا کون ہے؟؟ میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں جس کے لیے تم سارے خاندان کے سامنے کھڑی ہو۔۔۔۔

تم اس قابل نہیں ہو کہ میں تمہاری اس جیسے شخص سے بات کروادوں۔۔۔انفال نے تضحیک آمیز لہجے میں کہا

انفال کا ہر ایک لفظ کسی تیز دھار آلے کی طرح اس کے دل کو چیر رہا تھا یہ انفال کی نفرت تھی جو الفاظ کی صورت میں باہر نکل رہی تھی۔۔۔

شاید کوئی سبیل نکل آئے اور تمہاری جان چھوٹ جائے۔۔۔معاذ نے کہا

اس بات نے انفال کے الفاظ کا چناؤ ٹھیک کر دیا۔۔۔اور بولی کے ٹھیک ہے میں کروادیتی ہوں۔۔۔لیکن کوشش بھی مت کرنا اس کے ساتھ بدتمیزی کی۔۔۔

ٹھیک ہے تم بات کرواؤ۔۔۔معاذ نے کہا

انفال نے اس اُمید پر کہ شاید بات سے کوئی حل نکل آئے عدی کو فون کیا۔۔۔
عدی نے بڑی ہی محبت سے انفال کا حال پوچھا۔۔۔جب سے یہ معاملہ شروع ہوا تھا عدی کے رویے میں انفال کے لیے نہایت شائستگی آ گئی تھی۔۔۔
انفال بولی کہ مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔۔۔معاذ جو میرا پھوپھوزاد ہے۔۔۔جس سے میرا نام زبردستی منصوب کیا جا رہا ہے آپ سے بات کرنا چاہتا ہے۔۔۔اور ساتھ ہی معاذ کو فون پکڑا دیا۔۔۔
علیک سلیک کے بعد معاذ نے بات شروع کرتے ہوئے کہا کہ تو تم ہو وہ جس کہ لیے اس نے۔۔۔
اس نے نہیں۔۔۔انہوں نے ذرا تمیز سے مخاطب کروانہیں۔۔۔عدی نے بات کاٹتے ہوئے کہا
ہاں تو۔۔۔انہوں نے سارے خاندان میں کہرام مچایا ہوا ہے۔۔۔معاذ نے کہا
ہاں میں ہی ہوں وہ۔۔۔عدی نے کہا
میں صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا وہ شخص کون ہے کیسا ہے۔۔۔جس کے لیے انفال نے زمین و آسمان ایک کرنے کی قسم کھائی ہوئی ہے۔۔۔معاذ نے کہا
یہ باتیں مجھے معلوم ہیں تم وہ کام کی بات کرو کہ جس کے لیے تم نے فون کیا۔۔۔عدی نے کہا
دیکھو میں بھی انفال سے محبت کرتا ہوں۔۔۔میں درخواست کرتا ہوں تم سے کہ تم انفال کا پیچھا چھوڑ دو۔۔۔تا کہ وہ اپنی زندگی میں آگے بڑھ سکے۔۔۔معاذ نے کہا
بس؟؟؟یا کچھ اور بھی ہے؟؟؟عدی نے سوال پوچھا
بس اتنی مہربانی کر دو۔۔۔
اچھا تمہیں پتا ہے قابیل نے ہابیل کو کیوں قتل کیا تھا؟؟عدی نیسوال پوچھا
نہیں!بس اتنا پتا کہ قابیل نے ہابیل کو مار دیا تھا بس بات سُنی ہے۔۔۔
ہابیل اور قابیل کے درمیان بھی رقابت پیدا ہو گئی تھی رقابت کے اس زہر نے قابیل کو اس قتل پر مجبور

کر دیا۔۔۔
تو ہمارے درمیان بھی رقابت کی جنگ چھڑ چکی ہے۔۔۔میں نہیں چاہتا کہ اس جنگ میں تمہاری ماں کو اپنا بیٹا کھونا پڑے۔۔۔عدی نے بات مکمل کرتے ہوئے کہا
اچھا تو تم مجھے دھمکا رہے ہو؟؟ معاذ نے کہا
نہیں! صرف سمجھا رہا ہوں کہ ابھی بھی وقت ہے پیچھے ہٹ جاؤ ورنہ مجھے سب رستے آتے ہیں۔۔۔میں تمہارے اتنا قریب ہوں کہ تم کیا کرتے، کہاں جاتے، کہاں بیٹھتے، کہاں وقت گزارتے مجھے سب علم ہے۔۔۔میرے ایک اشارے پر تم اس جہان سے کُوچ کر سکتے ہو۔۔۔
معاذ ایک دم ہڑ بڑا کے بولا جاؤ تم سے جو ہوتا کرلو۔۔۔
اچھا ساری باتیں چھوڑ و جذباتی ہونے کا کوئی فائدہ نہیں۔۔۔ایک بات کا جواب دو۔۔۔فرض کرو کہ تم کسی کو پسند کرتے ہو، فرض کرو کے وہ تمہیں مل گیا ہے، فرض کرلو کہ اسے تم سے شدید نفرت ہے۔۔۔تو پھر کیا کرو گے؟؟؟ عدی نے سوال کیا
میں اسے سنبھال کے رکھوں گا۔۔۔اور حد درجہ کوشش سے اسے اپنا بنالوں گا معاذ نے جواب دیا
نہیں! تم اس کی قدر کھو دو گے۔۔۔دولت، رشتے، محبت مقام جب حاصل ہو جاتے ہیں تو اس کی قدر نہیں رہتی۔۔۔عدی نے ایسا جواب دیا کہ معاذ لاجواب ہو گیا۔۔۔
اب مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ انفال صرف تمہارا ہی دم کیوں بھرتی ہے۔۔۔خیر اب ان باتوں کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔اب سے انفال میری ہوئی میں نے تمہیں مات دے دی۔۔۔اب اس ہار کا مزہ چکھو۔۔۔خدا حافظ۔۔۔
یہ کہتے ہی اس نے فون کاٹ دیا انفال، معاذ کا منہ تکتی رہ گئی کہ اس نے کیا حرکت کر دی۔۔۔معاذ فوراً انفال کے گھر سے اُٹھ کے چلا گیا۔۔۔عدی بے سُدھ ہو کے دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کے بیٹھ گیا۔۔۔وہ واقعی ہار گیا تھا۔۔۔

## باب: ۳۴

اب کہ آخری ملاقات ہے تو میں سمجھ رہا ہوں، سقراط نے زہر کا پیالہ کیوں پیا، کیوں پہاڑوں پر جانے والے دفن ہو جاتے ہیں، آزمائش کیا ہوتی ہے اور کیوں ہوتی ہے، ترے نین کہ جن میں صدیاں قید تھیں مجھ سے صدیوں دور جا رہے ہیں، میری باہیں کہ جنہیں آغوش کی خواہش تھی اب ہجر کو بازوؤں میں بھریں گی، تم جو شاید مجھے کبھی پھولوں کا گلدستہ دینا چاہتی تھی کسی قبر کا زینہ بنے گا، تم کہ ترکی کا ڈرامہ دیکھا کرو گی اور میں "اب کہ ہم بچھڑے تو شاید کبھی خوابوں میں ملیں" نظم پڑھا کروں گا، کچھ بھی ہو، ایک عہد کہ جو تمام ہونے کو ہے، ایک رت کہ جو گزر گ ء۔۔۔۔۔

عدی مکمل طور پر مایوسی کا شکار ہو چکا تھا لیکن وہ پھر بھی انفال کو حوصلہ دیے ہوئے تھا۔۔۔

نکاح کو فقط چند دن باقی تھے کہ انفال نے اپنے والد سے آخری بار بات کرنے کا فیصلہ کیا۔۔۔

وہ اپنے ابا کے کمرے میں گئی جو کسی حساب کتاب میں مصروف تھے۔۔۔انہوں نے ایک لمحے کو انفال کی جانب دیکھا اور پھر نظریں پھیر لیں۔۔۔

ابو مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔۔۔یہ کہتے ہوئے ان کے پاس جا بیٹھی۔۔۔

ابو میں نے کیا گناہ کر دیا ہے؟؟؟؟ جو آپ میرے ساتھ اس طرح برتاؤ کر رہے ہیں۔۔۔

انفال کے ابو بغیر جواب دیے اپنے کام میں مصروف رہے۔۔۔ایک لمحے کو غیظ بھری نظر سے انفال کی جانب دیکھا اور پھر سر جھکا لیا۔۔۔

ابو کوئی جواب تو دیں۔۔۔آپ جہاں یہ شادی کر رہے ہیں مجھے اس سے شدید نفرت ہے میری زندگی تباہ ہو جائے گی۔۔۔ایسا مت کریں۔۔۔اور رونے لگی۔۔

انہوں نے جواب دیا کہ ہماری عزت مٹی میں ملانے سے بہتر ہے تم وقت پر یہاں سے چلی جاؤ اور ہماری زندگی آسان کرو۔۔۔

آپ مجھے گھر سے نکال رہے ہیں۔۔۔میں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے؟؟؟

حمید صاحب ایک دم غصے میں آ کے بولے کہ بے حیا نکل جاؤ میری نظروں کے سامنے سے اور دوبارہ اس موضوع پر بات مت کرنا تمہارا کچھ دنوں میں نکاح ہے اور تم راضی ہو یا نہ ہو تم یہ کرو گی۔۔۔

ابو لیکن۔۔۔انفال نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ ایک زوردار تھپڑ اس کے چہرے پہ لگا۔۔۔تھپڑ کی آواز اتنی اونچی تھی کہ ہال میں بیٹھی سمیعہ بھاگتی ہوئی آ گئی۔۔۔دیکھا تو انفال کے منہ سے خون کی دھار باہر کو ٹپک رہی ہے۔۔۔اس نے فوراً انفال کو اُٹھایا اور جا کہ اس کے کمرے میں لٹا دیا۔۔۔اور خون کو صاف کیا۔۔۔

کچھ دیر بعد جب انفال کے حواس بحال ہوئے تو بلک کے رونے لگی اتنا روئی کے سارا تکیہ گیلا ہو گیا۔۔۔

اتنی دیر میں جنت آپی بھی گھر پہنچ گئی۔۔۔اس نے انفال کو گلے سے لگایا اور سنبھالا۔۔۔پچھلے ایک مہینے سے انفال نے جو اذیت برداشت کی تھی شاید وہ الفاظ میں بیان کی ہی نہیں جا سکتی۔۔۔

نکاح سے چار روز پہلے انفال کے ابو نے اس سے حلف لیا کہ وہ نکاح پہ کوئی ہنگامہ نہیں کرے گی۔۔۔۔

اس کے بعد جو جی میں آئے کرے ہمارا تم سے کوئی تعلق نہیں ہو گا۔۔۔۔اور ساتھ ہی اس کے ہاتھ سے فون چھین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تا کہ یہ کسی طرح کا کوئی رابطہ نہ رکھ سکے۔۔۔انفال نے آپی جنت کے فون سے عدی کو ساری تفصیل سے آگاہ کر دیا تھا۔۔اب جو رہی سہی اُمید تھی وہ بھی جاتی رہی۔۔۔انفال اور عدی ہار چکے تھے لیکن جس طرح اس نے اپنے حق کے لیے سب کا مقابلہ کیا تھا قابلِ ستائش تھا۔۔۔

عدی اور انفال کی محبت ناکام تو نہیں ہوئی لیکن ہار گئی۔۔رسم و رواج سے،انا سے،ضد سے،نفرت سے۔۔۔

آخر وہ دن آن پہنچا جس دن انفال کا نکاح تھا۔۔۔لیکن عدی سب سے بے خبر فقط قیاس لگا رہا تھا کہ اب کیا ہوا ہوگا۔۔۔بار بار گھڑی کی جانب تکتا ایک دن جیسے صدی کے برابر ہو گیا تھا جو گزرنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا اور نہ کوئی انفال کی خبر آئی تھی۔۔۔دن ڈھلتے ڈھلتے ڈھل گیا شام ہو گئی عدی نے یہ سوچ لیا تھا کہ اب وہ جا چکی ہوگی۔۔۔یہ وہ شام تھی جس کے بعد اماوس کی رات کا آغاز تھا۔۔۔یہ وہ شام تھی جب عدی کی زندگی کے بخیے اُدھیڑے گئے تھے۔۔۔یہ وہ شام تھی جب انفال کو عدی سے چھین لیا گیا تھا۔۔۔

عدی مایوسی سے کمرے میں نیم مردہ کیفیت میں پڑا تھا کہ اس کے موبائل کی سکرین جگمگائی۔۔۔دیکھا تو آپی جنت کا نمبر تھا۔۔۔یعنی انفال کا فون تھا۔۔عدی نے ایک سیکنڈ کے کچھ لمحے میں فون اُٹھایا۔۔۔آگے سے بولنے والی نحیف آواز اسی کوہ کاف کی شہزادی کی تھی۔۔۔ہاں انفال جو آج شام جدا ہونے والی تھی۔۔۔الوداع کہنے کو آئی تھی۔۔۔

میں تو سمجھ رہا تھا کہ آپ جا چکی ہو۔۔۔عدی نے کہا

نہیں! رات میں نکاح ہے۔۔۔انفال نے جواب دیا

اچھا! اب کہ جب آپ جا رہی ہو تو یہ الوداعی بات ہے۔۔۔شاید ہم دوبارہ ایک دوسرے کی آواز سننے کو بھی ترس جائیں گے۔۔۔عدی نے کہا

ہمم۔۔۔انفال نے جواب دیا وہ خود پہ ضبط رکھے عدی سے بات کر رہی تھی۔۔۔

پھر کہنے لگی۔۔۔کسی اور کے لیے سج کے بیٹھی ہوں تصویر کے لیے نہ بولنا بھیجی نہیں جائے گی۔۔۔

عدی نے کہا نہیں کہتا۔۔۔

پھر انفال نے کہا خوش رہنا۔۔۔بہت زیادہ خوش۔۔۔

اس کی آواز بتا رہی تھی وہ رونا چاہتی ہے لیکن رو نہ پائی پھر اس نے کہا چلو اللہ کی امان میں دیتی ہوں آپ کو۔۔۔اب جانے کا وقت ہے۔۔

عدی نے کہا سنو!

کہتی جی بولیں! عدی سے کچھ کہا ہی نہ گیا۔۔۔کہتی بولیں نا سن رہی ہوں۔۔۔اس کے بعد کوئی نہیں سنے گا آپ کو۔۔۔

عدی نے کہا ایک شعر ہے

انفال نے کہا سنائیں۔۔۔

عدی نے کہا۔۔۔

صحنِ خیالِ یار میں کی نہ بسر شبِ فراق

جب سے وہ چاندنا گیا جب سے وہ چاندنی گئی

اس کی امیدِ ناز کا ہم سے یہ مان تھا کہ آپ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اس کے بعد ایک دم پیچھے سے ایسا شور اٹھا کہ آخری مصرعہ ادھورا ہی رہ گیا اور کال کٹ گئی۔۔۔اور وہ ہمیشہ کے لیے چلی گئی۔۔۔

اور عدی دھاڑیں مار کے رونے لگا۔۔۔کتنی دیر رویا کوئی خبر نہیں۔۔۔

اس رات کمرہ کاٹنے کو دوڑتا تھا۔۔۔ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے قبر کی پہلی رات ہو۔۔۔

جب صبح اُٹھا تو سر درد سے پھٹ رہا تھا۔۔۔آنکھیں سوج چکی تھیں۔۔۔کسی کو کیا بتاتا کہ گزشتہ شب کیا قیامت ٹوٹی تھی۔۔۔

لیکن اس کے جانے کے بعد بھی زندگی نہیں رُکی۔۔۔وہی سب کچھ تھا، وہی رونقیں تھی، وہی ہلچل تھی لیکن دل بجھ چکا تھا۔۔۔عدی تمام تر رعنائیوں سے بیزار ہو چکا تھا جیسے اس کی زندگی میں اندھیرا چھا گیا ہو۔۔۔جیسے اچانک سے اس کے آسمان سے سورج چرا لیا گیا ہو جس نے عدی کے تمام جہان کو روشن کیا ہوا تھا۔۔۔ہاں وہ انفال ہی تھی۔۔۔لیکن اس کے جانے سے زیادہ اس بات کی فکر تھی کہ اس کا کیا حال ہوا ہوگا۔۔۔اس نے نکاح نامے پہ کس طرح دستخط کیے ہوں گے۔۔۔اس کے ہاتھ

تو کانپے ہوں گے۔۔۔لمحہ بھر کو عدی کا مسکراتا چہرہ سامنے تو آیا ہوگا۔۔۔عدی کے ساتھ گزارے گئے لمحات کا نقشہ تو ذہن میں بنا ہوگا۔۔۔کیا سوچتی ہوگی وہ۔۔۔یا شاید اس کے ذہن میں خیال آیا ہی نہ ہو۔۔۔یا شاید وہ پرانی یادوں کو بھلا دینا چاہتی ہو۔۔۔

یہ سب عدی کے قیاس تھے۔۔۔اب سوا قیاس آرائیوں کے رہ ہی کیا گیا تھا۔۔۔۔

انفال تو دُنیا و مافیہا سے کہیں بہتر تھی۔۔لیکن کیا کریں کہ عدی کی دُنیا کھنڈرات میں بدل چکی تھی۔۔۔

تیرے اسیر راہ سے بھٹک گئے ہیں تجھ پہ دراز قد شعر کہنے والے سُخن بھلا بیٹھے ہیں۔۔۔

تم چپ کیا ہوئے پرندے بستیاں چھوڑ کے ویرانوں میں جا بسے آبشاروں نے اپنے منہ زمیں سے موڑ لیے

پہاڑ سفید چادر اوڑھے صدیوں کی نیند کو چلے گئے

کائنات کی یہ ردوبدل بتا رہی ہے کہ کوئی تیری راہ گزار پہ بیٹھا بے ترتیب سانسیں لئے اپنے آخر کو رواں دواں ہے۔۔۔

اس سے پہلے کہ موت کسی کو زندگی سے محروم کرے

تو لوٹ آ۔۔۔

اور آ کے بتا کہ کس طرح تیری حقیقت کو مسخ کیا گیا کیسے تیری آواز کو پرانے رازوں کے صندوق میں بند کر کے چھپا دیا گیا اب کہ جب تمھارے نام کے ساتھ کوئی اور جُڑ چکا ہے۔۔

تُو کوئی اشارہ کرتا کہ

اپنی بوڑھی ماں کا واحد سہارا کھنڈرات چھوڑ کے زندگی کی طرف لوٹ آئے۔۔۔

لیکن انفال کہاں کوئی اشارہ دینے والی تھی۔۔۔وہ تو وہاں جا بسی تھی جہاں اک نئ جہنم اس کی منتظر تھی

یہی خیال رہ رہ کے آتا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا ہوگا۔۔۔کیا سلوک کیا گیا ہوگا۔۔۔

اب فقط دعا تھی۔۔۔یا وہ حسین لمحات جو انفال کے ساتھ گزارے گئے تھے اب انہی کے سہارے جینا تھا۔۔۔

اپنے چاہنے والوں کو سوگوار چھوڑ کے مرنا بھی کہاں آسان تھا۔۔۔

## باب: ۳۵

اب کے جب تم جا چکی ہو تو یخ بستہ رات کے پچھلے پہر خود کو چادر میں لپیٹے، اپنے اندر خلاؤں کا سا سکوت لیے، کوئی چاند کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا ہے اور سوچ رہا ہے کہ
اس درد کی دوا تمھارے لبوں سے نکلنے والے چند لفظوں کے سوا بھی تو ہو سکتی ہے۔۔۔
تو پھر کیوں بضد ہو۔۔۔
مرنے سے ڈرتے ہو؟؟
یا پھر اُس بات سے جس نے تمھارے اندر جینے کی خواہش کو اُبھرنے سے پہلے ہی کچل دیا ہے۔۔۔
عدی انہیں بے ڈھنگم سوچوں میں گم سئیول کے بس اسٹیشن پر بیٹھا بس کا انتظار کر رہا تھا اور چاند ان بڑی عمارتوں کے پیچھے سے منہ چھپاتے بھاگتا جا رہا تھا۔۔۔عدی اور چاند کا بڑا گہرا تعلق تھا کیونکہ یہ وہی چاند تھا جسے پاکستان میں ویران گھر کی چھت پہ بیٹھ کے پہروں دیکھا کرتا تھا۔۔۔ یہ چاند انفال اور عدی کی داستان کا گواہ تھا۔۔نا جانے کتنی اور ایسی ہی کہانیوں کے نقوش اپنے اندر سمیٹے ڈھل جاتا ہے اور اگلے روز نئی داستانوں کے لیے تیار ہو کہ نکل پڑتا ہے۔۔۔
سعد جو قریبی کافی شاپ سے کافی خرید لایا تھا۔۔۔ کہنے لگا کیا دیکھ رہا ہے؟؟؟
کچھ نہیں سوچ رہا ہوں کہ یہ چاند کتنی ہی ناکام محبتوں کا گواہ ہوگا کتنی ہی وصل کی راتیں اس کے سامنے گزری ہوں گی۔۔۔
اچھا بس بس اتنی فضول باتیں تو ہی سوچ سکتا ہے سعد نے کافی کا سِپ لیتے ہوئے کہا اور اس بات پہ دونوں کھل کے ہنسے۔۔۔
تم پہ گزری جو نہیں ہے اس لیے کہہ رہے ہو۔۔۔عدی نے کہا
بس دعا کر کے گزرے بھی نہ کار داشم۔۔۔

ہاں میری دعا ہے کارداشم۔۔۔کارداشم ترکی زبان میں بھائی کو کہتے ہیں۔۔۔عدی اور سعد ایک دوسرے کو کارداشم کہہ کر ہی مخاطب کرتے تھے یہ ان کا مخصوص انداز تھا۔۔۔

سیئول کی رنگینیوں کے عین وسط میں عدی اپنے اندر کی وحشت کو سمیٹے ہوئے بیٹھا تھا۔

انفال کو گئے ایک سال ہونے والا تھا لیکن وہ شام آج بھی عدی کے ذہن میں نقش تھی وہ الفاظ آج بھی ادھورے ہی تھے جو کبھی انفال کے لیے نکلے تھے۔۔۔

عدی کی دماغی حالت اتنی ابتر ہو چکی تھی کہ ہر بات آ کے انفال پہ رُک جاتی تھی۔۔۔بس یہی طلب رہتی کہ کوئی تو ہو جو اُس کی خبر دے لیکن ایسا کہاں ہونے والا تھا۔۔آخری سہارا آپی جنت کا رابطہ نمبر تھا وہ بھی بند ہو چکا تھا۔۔۔عدی کی حالت اس قدر خراب ہو چکی تھی کہ اسے اب لوگوں سے خوف آنے لگا تھا ہجوم سے گھبراتا تھا۔۔۔۔

ڈپریشن نے مکمل طور پر جکڑ لیا تھا۔

اس نے سائیکالوجسٹ سے رابطہ کیا کیونکہ اتنا عرصہ ذلت میں گزارنے کے بعد وہ واپس زندگی کی طرف لوٹ جانا چاہتا تھا لیکن اس کا بھی کوئی فائدہ نہ ہوا۔۔۔فقط چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا ساتھ ہمت بھی کرنی پڑتی ہے جو عدی میں بلکل ختم ہو چکی تھی۔۔۔

اس کٹھن وقت میں سعد اور سلمان، سہارا بنے ہوئے تھے۔۔

سعد ہر ہفتے عدی کو لے کے گھومنے نکل جاتا۔۔۔کبھی رات سیئول کی سڑکوں پہ گزرتی، کبھی سمندر کی سیر کو لے جاتا، تو کبھی پہاڑوں پہ اسکیٹنگ کے لیے۔۔۔لیکن عدی سنبھالے نہیں سنبھلتا تھا سعد نے بہت کوشش کی لیکن وہ کہاں سنتا تھا۔۔۔

سارا دن گدھے کی طرح کام کرتا اور رات کو کمرے میں جا کے گر جاتا۔۔۔اور چھٹی کا دن سعد کے ساتھ گزرتا۔۔۔جس غمِ روزگار نے پاکستان میں ناکوں چنے چبوائے تھے آج اس دولت کی فراوانی تھی مگر اب طلب رہی کسے تھی۔۔۔؟؟؟

اور دُکھ یہ تھا کہ اُس نے انفال کو تب کھویا جب دُنیاوی طور پر کچھ بھی خرید سکتا تھا۔۔۔لیکن ایک انفال کی محبت نہ خرید سکا۔۔۔

ماں نے بار ہا کہا کہ میں تمہارے لیے اس سے اچھی اور خوبصورت لڑکی ڈھونڈ تی ہوں لیکن ماں کو کون سمجھائے کہ اس کے بیٹے کا دل تو مر چکا ہے۔۔۔

لیکن پھر بھی جیے جا رہا تھا کہ ماں کا کلیجہ نہ پھٹے۔۔۔۔

وقت سمٹا ایسا سمٹا کہ پانچ سال کب گزرے پتا ہی نہیں چلا۔۔۔عدی وطن واپس لوٹ گیا۔۔۔

پانچ سال کے عرصے میں اتنا کما چکا تھا کہ اگر طویل عرصہ بیٹھ کے بھی کھاتا تو ختم نہ ہوتا۔۔۔

ان پانچ سالوں میں سلمان کی شادی ہو چکی تھی اور وہ اپنے غمِ روزگار میں پھنسا ہوا تھا۔۔۔سعد بھی شادی کر چکا تھا

کبھی تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ بیروزگاری نہیں بلکہ شادی ہے۔۔۔

پانچ سال بعد بھی جب کبھی عید کا وہ دن آتا تو سرِ شام ہی عدی کے اندر ویرانیاں ڈیرے ڈال لیتی تھیں۔۔۔۔

ایک عجب سی وحشت اس کی آنکھوں میں اتر آتی۔۔۔کوئی عجب سا درد نسوں میں دوڑنے لگتا لیکن اب تو وہ درد بھی باعثِ راحت بن چکا تھا۔۔۔

بیٹا کب تک یونہی در بدر پھرتے رہو گے۔۔؟؟؟ ماں نے کہا

پتا نہیں! شاید ساری زندگی۔۔۔۔عدی نے چند حرفی جواب دیا

نہیں میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔۔۔میں اپنے لال کو برباد ہوتا نہیں دیکھوں گی۔۔۔اس کے بعد ماں نے عدی پر اتنا دباؤ ڈالا کہ اسے راضی ہونا پڑا۔۔۔۔کوریا رہتے بھی ماں نے کئی دفعہ کوشش کی ہر دفعہ عدی نے ٹال مٹول سے کام لیا لیکن اب کی بار نہیں ٹال سکا۔۔

ماں نے لڑکی ڈھونڈ بھی لی۔۔۔اور شادی کی تیاریوں میں لگ گئیں۔۔ماں اس لیے خوش تھی کہ چلو

بیٹا اپنی زندگی شروع کرلے گا۔۔۔اور وہ بھی سُکھ کا سانس لیں گی۔۔عدی نے بھی دل پہ پتھر رکھ کے یہ فیصلہ لے ہی لیا تھا۔۔۔وہ اب بھی انفال کے انتظار میں تھا۔۔۔لیکن کیوں؟؟؟

یہ نہیں معلوم تھا۔۔۔

کبھی کبھی ہم بے وجہ ان چیزوں کا انتظار کرتے ہیں جن کا کوئی وجود ہی نہیں ہوتا۔۔۔

سلمان نے عدی کو فون کیا اور اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔۔۔عدی نے بھی یہ سوچتے ہوئے قبول کرلی کہ چلو ساتھ شادی کا دعوت نامہ سلمان کو تھما آئے گا۔۔۔

لیکن عدی کا دل جیسے بجھتا جا رہا تھا وہ بے دلی سے تیاری کر رہا تھا جیسے جانا چاہتا ہو لیکن اسے کوئی چیز روک رہی تھی کہ مت جاؤ۔۔۔آج مت جاؤ عدی۔۔۔رُک جاؤ

جیسے کوئی تخیل کی سیڑھیوں پہ بیٹھا یہ کہہ رہا ہو۔۔۔کہ تم اپنی زندگی کی آخری غلطی کر رہے ہو۔۔۔

لیکن پھر بھی عدی نے گاڑی نکالی اور اس شہر کو سفر شروع کر دیا۔۔۔یہی شہر تو انفال کا تھا۔۔۔اسی شہر میں تو وصالِ یار کی یادیں وابستہ تھیں۔۔۔یہی تو شہر تھا جہاں سے تباہی کا آغاز ہوا تھا۔۔۔سفر شروع کرتے ہی پرانی یادوں نے گھیر لیا تھا۔۔۔عدی وہ وقت یاد کرنے لگا جب انفال کو ملنے کے لیے ایسا ہی ایک سفر شروع کیا تھا۔۔۔تب منزل انفال تھا۔۔۔لیکن اب تو منزل کا تعین ہی نہیں تھا۔۔۔

ابھی عدی شہر میں داخل ہو رہا تھا کہ ایک تیز رفتار بے قابو ٹرک نے عدی کی گاڑی کو پیچھے سے زور کی ٹکر ماری۔۔۔

گاڑی قلا بازیاں کھاتی ہوئی جا درخت سے ٹکرائی۔۔۔گاڑی کی حالت سے لگتا تھا کہ اس میں سوار کوئی بھی نہیں بچا ہوگا۔۔۔دیکھتے ہی دیکھتے ایک مجمع جمع ہو گیا۔۔۔شاید سب موت کا تماشا دیکھنے کو آئے تھے۔۔۔

لیکن عدی کی سانسیں ابھی بھی چل رہی تھیں۔۔۔کسی نے زوردار آواز سے کہا کہ یہ زندہ ہے ایمبولینس کو بلاؤ۔۔۔

چند ہی منٹوں میں ایمبولینس آ گئی۔۔۔ جب عدی کو باہر نکالا گیا تو سامنے کھڑے شخص کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔۔۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ عدی ہے۔۔۔ سامنے کھڑا شخص کوئی اور نہیں تھا۔۔۔ وہ معاذ تھا۔۔۔ وہی معاذ جو عدی کا دشمنِ جاں تھا۔۔۔ جسے یہ رنج تھا کہ انفال کو عدی نے اس سے چھین لیا ہے۔۔۔ بیشک وہ اس کے نکاح میں تھی لیکن خیالات میں اب بھی کوئی اور تھا۔۔۔ بھاگ کے عدی کے پاس گیا جب عدی کو ایمبولینس میں منتقل کیا گیا تو یہ کہہ کہ ساتھ ہو لیا کہ میں اسے جانتا ہوں۔۔۔ جانتا تو وہ تھا کیسے بھول سکتا تھا بھلا۔۔۔

اس نے دل میں سوچا ہوگا بڑا آیا تھا مجھے مارنے کو اب دیکھو کیسے میری آنکھوں کے سامنے آخری سانسیں لے رہا ہے۔۔۔

عدی پہ واقعی ہی نزع کا عالم تھا۔۔

عدی کو فوراً ہسپتال پہنچا دیا گیا۔۔۔ اس کی حالت انتہائی نازک بتائی جا رہی تھی۔۔۔ چونکہ معاذ ساتھ آیا تھا تو ڈاکٹرز نے اسے بتایا کہ اس کی ٹانگیں ٹوٹ چکی ہیں اور دماغ میں گہری چوٹ ہے یہ بس چند گھڑی کا مہمان ہے۔۔۔ بچنے کی کوئی اُمید باقی نہیں ہے۔۔۔۔

لیکن اس کے باوجود ڈاکٹرز اس کی جان بچانے میں لگے تھے۔۔۔

معاذ کو واقعی دھچکا لگا اور وہاں سے بھاگ نکلا پتا نہیں کیوں بھاگا لیکن۔۔ وہ عدی کو مرتا چھوڑ کے چلا گیا۔۔ اسے یقین تھا کہ گھر پہنچنے تک عدی تو اگلے جہان پہنچ چکا ہوگا۔۔۔ لیکن یہ بات واقعی سمجھ سے بالاتر تھی کہ وہ کیوں بھاگا۔۔۔ شاید سوچا ہو کہ وہ انفال کو بلا کہ لائے گا پھر گھر جا کر ارادہ بدل دیا ہو گا۔۔۔ بھلا کوئی مرد اپنی منکوحہ کو کیونکر کسی کی خاطر لے جائے گا۔۔۔

معاذ نے جا کے انفال کو بتایا کہ عدی ہسپتال میں آخری سانسیں لے رہا تھا اب تک تو مر چکا ہو گا۔۔۔ یا شاید اس نے فاتحانہ انداز میں کہا ہو۔۔۔ یا فقط انفال کو یہ جتانے کے لیے کہ اب میرے سوا تمہارا کوئی نہیں ہے۔۔۔

اور کمرے سے نکل گیا اسے یقین تھا کہ انفال ضرور روئے گی۔۔۔وہ کیسے برداشت کرتا کہ اس کی منکوحہ کسی غیر کے لیے آنسو بہا رہی ہے۔۔۔۔

انفال دھاڑیں مار کے رونے لگی۔۔۔اب وہ کس منہ سے کہتی کہ چلو مجھے ساتھ لے چلو میں اسے دیکھنا چاہتی ہوں۔۔۔میں بھی اس کی موت کا تماشا دیکھوں جو تم دیکھ آئے ہو۔۔۔

جس طرح معاذ نے بتایا تھا اس طرح تو وہ اب تک جان کی بازی ہار گیا ہوگا۔۔۔انفال اپنے آپ کو اور سب خاندان کو کوسنے لگی۔

## باب: ۳۶

اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے سب عدی کے قاتل ہیں اس صدمے نے ایسا گہرا اثر ڈالا کہ انفال اپنے حواس کھو بیٹھی تھی بہکی بہکی باتیں کرنے لگی۔۔۔لیکن اس پاگل کو کون سمجھاتا کہ تقدیر ہمارے اعمال کے مطابق اپنے فیصلے خود کرتی ہے۔۔۔اس میں کسی کا عمل دخل نہیں ہوتا کسی کے لاکھ براچاہنے سے بھی کسی کا کچھ نہیں ہوتا۔۔۔جب تک کہ منظورِ خدا نہ ہو۔۔۔

ایسا نہیں تھا کہ انفال، عدی کو بھلا چکی تھی اس کے سینے میں پرانے وقتوں کی کسک ابھی بھی موجود تھی۔۔۔اسے سب یاد تھا کہ وہ کس طرح گڑگڑائی تھی کہ اسے بس عدی دے دیا جائے وہ اور کچھ نہیں چاہتی۔۔۔وہ کس طرح تڑپی تھی جب اسے بدکردار اور بدچلن کا نام۔۔۔فقط عدی کی وجہ سے نوازا گیا تھا

لیکن یہ درد اس سے کہیں بڑھ کے تھا۔۔۔یہ جدائی تاعمر جدائی تھی۔۔۔وہ سوچتی تھی کہ جب پہلے جدا ہوئے تھے تو عدی کی سلامتی کی دعا کرتی تھی۔۔۔اب جب عدی کی مغفرت کے لیے ہاتھ اُٹھائے گی تو اس کا دل درد سے پھٹ جائے گا۔۔۔۔

آہ انفال آہ۔۔۔تم نے سرمایہ زندگی کھو دیا۔۔۔تم نے وہ کھو دیا جس نے تمہاری ماں کے بعد تمہاری زندگی کی کہانی نئے سرے سے لکھی اور اس میں رنگ بھر دیے۔۔۔۔اب وہ رنگ مٹ چکے تمہاری زندگی بےنور ہوگئی۔۔۔

لیکن وقت سب سے بڑا مرہم ہوتا ہے۔۔۔آہستہ آہستہ عدی انفال کے ذہن سے اترنے لگا۔۔۔اس لیے کہتے ہیں کہ مرنے والے پر صبر آجاتا ہے مگر چھوڑ کے جانے والے پر نہیں۔۔۔

تین سال کے طویل عرصے کے بعد انفال اس اذیت سے باہر آئی اب اس کی زندگی کی ترتیب درست ہوئی اب جا کہ کہیں خوشیوں سے لطف اندوز ہونے لگی۔۔۔کیونکہ اس آنگن میں پھول جیسی

نعمت اتر آئی تھی جس نے ہر سو اجالا کر دیا تھا۔۔۔

لیکن انفال اپنی زندگی میں زبوں حالی کا شکار تھی معاشی بہران نے کمر توڑی رکھی تھی۔۔۔اس نے اپنی بیٹی سے وعدہ کیا تھا کہ اس کے جنم دن پر اسے باہر کھانے پہ لے جائے گی۔۔۔

آج اس کا جنم دن تھا تو اسے اچھے سے یاد تھا کہ ماں نے کیا وعدہ کیا تھا۔۔۔

دونوں ماں بیٹی تیار ہوئیں اور شہر کے مہنگے ریستوران کو روانہ ہو گئیں۔۔۔ماں نے روزمرہ سے پائی پائی جوڑ کے یہ رقم اکٹھی کی تھی۔۔۔ہائے یہ ماں کی محبت۔۔۔۔جو اولاد کو اپنے جگر کے خون سے سیراب کرتی ہے۔۔۔اور انفال کی تو کیا ہی بات تھی۔۔۔وہ اپنی بیٹی کو اس محبت سے محروم نہیں رکھنا چاہتی تھی جس کے لیے وہ ساری عمر ترسی تھی زندگی میں سوا عدی کے کوئی ایسا کندھا نہیں تھا جس پہ سر رکھ کہ وہ اپنے دُکھ بیان کر سکتی۔۔۔باقی سب اسے سمجھاتے ہی تھے۔۔۔۔سمجھتا کوئی نہیں تھا

دونوں ماں بیٹی ریستوران کے ہال میں داخل ہوئے ویٹر نے ان کو ایک سائیڈ پہ لگی میز کی راہ دکھائی انفال نے اپنی بیٹی کی پسند کا کھانا منگوایا اور اپنے ہاتھوں سے کھلانے لگی۔۔۔۔

اچانک اس کی نظر دور بیٹھے دو اشخاص پہ پڑی۔۔۔پتا نئیں کیوں لیکن انفال کو گمان گزرا کہ وہ عدی ہے۔۔۔

انفال نے یہ سوچ کے یہ خیال رد کر دیا کہ انسانوں کے چہرے آپس میں میل کھاتے ہیں لیکن وہ عدی کو کیسے بھول سکتی تھی۔۔۔ایک بے چینی کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔۔۔اک تجسس تھا جو اس کے اندر سے اُٹھ رہا تھا۔۔

لیکن عدی تو معاذ کے مطابق تین سال قبل مر چکا تھا۔۔۔خیر اس نے یہ خیال دل سے جھٹک دیا کہ بھلا ایسا کب ہوتا ہے کہ مردے زندہ ہو کے دوبارہ لوٹ آئیں۔۔۔۔

لیکن تجسس نے زور پکڑا۔۔۔انفال نے اپنی بیٹی کو کھانا کھانے کا بولا اور خود بے یقینی کی کیفیت کے ساتھ اُن کی طرف چلنے لگی۔۔۔ایک دفعہ رُکی کہ رہنے دیتی ہوں کوئی اور ہوا تو مصیبت بن جائے گی

لیکن بے ساختہ اُن کی طرف قدم بڑھا دیے۔۔۔اور عین اس لڑکے کے پیچھے جا کھڑی ہوئی جو فون میں مصروف تھا۔۔۔۔

بہت ہی دھیمے سے پکارا "عدی"۔۔۔۔۔جب اس نے پلٹ کے دیکھا تو

انفال ایسے ساکت ہوگئی جیسے اچانک موت کا فرشتہ نظر آ گیا ہو۔۔۔اس کے منہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔۔۔

پھر کچھ دیر بعد بولی عدی کیا آپ؟؟؟؟

وہ واقعی ہی عدی تھا جس کے لیے انفال گزشتہ تین برس سے مغفرت کی دعائیں کر رہی تھی۔۔۔

اور اس کے سامنے بیٹھا شخص سلمان تھا۔۔۔

عدی نے جب انفال کو دیکھا تو ایک دم سے سکتے میں چلا گیا۔۔۔دونوں ایک دوسرے کو آٹھ سال بعد دیکھ رہے تھے۔۔۔کچھ دیر تو انفال عدی کو گھورتی رہی پھر اچانک زاروقطار رونے لگی۔۔۔

بیٹھنے کو جگہ نہیں تھی سلمان نے انفال کے لیے اپنی کرسی چھوڑ دی اور اُٹھ کے باہر چلا گیا۔۔۔

عدی آپ کہاں تھے؟؟؟ مجھے خبر ملی تھی کہ آپ۔۔۔۔عدی نے بات کاٹتے ہوئے کہا کہ آپ مر چکے ہیں یہی سنا تھا نا؟؟؟

ہاں یہی اطلاع ملی تھی۔۔۔۔

تو دیکھو غور سے مجھے میں واقعی مر چکا ہوں۔۔۔۔اگر سانسیں چلنے کو زندگی کہتے ہو تو پھر آپ نے زندگی کو سمجھا ہی نہیں۔۔۔

مجھے بتاؤ اس دن کیا ہوا تھا آپ کہ ساتھ؟؟؟

اس دن میں آخری سانسیں لے رہا تھا کہ سلمان وقت پہ پہنچا اور مجھے وہاں سے لاہور لے گیا جس وجہ سے میری جان بچ گئی۔۔۔

بس یہی ہوا تھا عدی نے کہا

آپ کتنی بدل چکی ہو انفال۔۔۔ گہری آنکھیں، اُجڑے گیسوں، ویران چہرہ کیا بات ہے؟؟؟؟
اور وہ دور ٹیبل پہ کون بیٹھا ہے عدی نے ایک ہی بار میں کتنے سوال کر دیے۔۔۔۔
وہ میری بیٹی ہے زارا۔۔۔۔ انفال نے جواب دیا
میں بھی سوچوں اس دُنیا میں تم سے زیادہ خوبصورت تمہاری بیٹی کے علاوہ بھلا اور کون ہوسکتا ہے؟؟۔۔۔ عدی نے کہا
عدی، عدی، عدی۔۔۔۔
شادی ہوگئی کیا؟؟؟؟؟ انفال نے سوال کیا۔۔
تم نے بھی ساتھ چلنے کی حامی نہیں بھری۔۔۔۔ ہم نے بھی زندگی کا ارادہ نہیں کیا۔۔۔۔ عدی نے کہا
خود کو برباد ہی کر لیا عدی؟؟؟؟ یہ کیا طریقہ ہے۔۔۔ میرا ہی خیال کر لیا ہوتا۔۔۔
تمہارے ہی خیال نے تو آگے نہیں بڑھنے دیا انفال۔۔۔
ہر بات پہ عدی، انفال کو لا جواب کر رہا تھا۔۔۔ آپ کا کچھ نہیں ہوسکتا ویسے ہی ضدی ہو اب بھی۔۔۔ انفال نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔۔۔۔
انفال نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا کہ عدی کا ہاتھ تھامنا چاہا لیکن عدی نے ہاتھ پیچھے کو کھینچ لیا۔۔۔ اور کہنے لگا کہ
انفال مجھے مت چھونا میں نے بہت مشکل سے تمہاری محبت کو دل کے دشت میں دفن کیا ہے۔۔۔۔ یہ نہ ہو کہ تمہارے لمس کی تمازت سے نئی کونپل نکل آئے پھر زندگی نہیں کٹے گی مجھ سے۔۔۔۔
انفال یہ سُنتے ہی رونے لگ گئی عدی تم نے خود کو برباد کر لیا یہ دُکھ میری زندگی اجیرن کر دے گا۔۔۔۔
آپ کا قصور نہیں ہے انفال ایسا مت کہو۔۔۔ یہ میرے نصیب کے فیصلے تھے۔۔۔
نہیں عدی میں تمہاری گنہگار رہوں۔۔۔ میری وجہ سے تم اس حال میں ہو۔۔۔ انفال نے روتے

ہوئے کہا۔۔۔

انفال میرے ضبط کا امتحان مت لو۔۔۔اگر میں رویا تو سارا جہان بھی مجھے سنبھال نہیں پائے گا۔۔۔

اپنے آنسو پونچھو اور دیکھو اپنی خوبرو بیٹی کی جانب جو تمام دکھوں سے بے نیاز ہے۔۔۔اسے سنبھالو، اسے ان دکھوں کا سامنا مت کرنے دینا جو تم نے دیکھے ہیں۔۔۔عدی نے کہا۔۔۔

اچھا تمہیں یاد ہے جب آپ مجھے چھوڑ کے جا رہی تھی تو ایک شعر ادھورا رہ گیا تھا۔۔۔اور آپ نے کہا تھا سناؤ کہ آپ بعد کوئی سننے والا نہ ہوگا؟؟؟؟

ہاں مجھے یاد ہے عدی وہ اک اک لمحہ یاد ہے مجھے۔۔۔انفال نے نم آنکھوں سے کہا

اب وقت کا غضب تو دیکھو کہ سننے والی آپ ہو۔۔۔

ہائے! کیا قسمت پائی ہے میں نے۔۔۔یہ لمحے ساری زندگی گزارنے کو کافی ہوں گے۔۔۔۔

اچھا اب سنائیں کہ سننے کو میں موجود ہوں۔۔۔انفال نے کہا

پھر عدی نے وہ ادھورا شعر مکمل کر دیا۔۔۔

صحنِ خیالِ یار میں کی نہ بسر شبِ فراق

جب سے وہ چاندنا گیا جب سے وہ چاندنی گئی

اس کی امیدِ ناز کا ہم سے یہ مان تھا کہ آپ

عمر گزار دیجیئے۔۔۔عمر گزار دی گئی۔۔۔عمر گزار دی گئی۔۔۔

یہ شعر مکمل کرتے ہوئے عدی کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔۔۔

اور کہنے لگا اب میرا جانے کا وقت ہے انفال۔۔۔جاؤ اور اس پری کا خیال رکھو تاکہ کوئی دُکھ اس کے پاس نہ آئے۔۔۔یہ کہہ کہ عدی نے دونوں ہاتھوں سے ویل چیئر کو میز کے نیچے سے کھینچا اور باہر کی طرف کو چل دیا۔۔۔

جب انفال پر عدی کا یہ حال عیاں ہوا تو اک زناٹے دار چیخ ماری اور گر گئی۔۔۔

زارا جو دور ٹیبل پر بیٹھی تھی ماں کی طرف بھا گی۔۔۔عدی نے کوشش کی کہ اُٹھ کے انفال کو سنبھالے لیکن اب وہ اس قابل کہاں رہا تھا۔۔۔۔

زارا نے ماں کا چہرہ گود میں رکھا اور رونے لگی۔۔۔

عدی نے گیٹ پر سے انفال کی بند ہوتی آنکھوں کو آخری بار دیکھا اور وہاں سے چلا گیا۔۔۔اور انفال بیہوش ہوگئی۔۔۔

جب انفال کو ہوش آیا تو اس نے چاروں طرف دیوانہ وار عدی کو ڈھونڈھا لیکن وہ ہمیشہ کے لیے جا چکا تھا۔۔۔۔

انفال کے کانوں میں عدی کے آخری الفاظ گونج رہے تھے۔۔۔۔

عمر گزاردی گئی۔۔۔عمر گزاردی گئی۔۔۔

# ختم شد